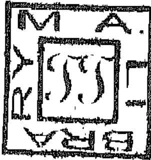
إن من الشعر لحكمة وإن من البيان لسحرا

الحمد للہ کہ این دیوان فصاحت بنیان نشاط چمن رونق انجمن

موسوم بہ



تاجِ سخن

نتیجہ فکر

اُستاذ السلطان نواب فصاحت جنگ بہادر جلیل جانشین امیر مینائی لکھنوی

در نظامی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ طبع گردید

بسم اللہ الرحمن الرحیم



شکریۂ سرفرازی



بہ پیشگاہ جہان پناہ بندگان عالی متعالی ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی اعلیٰحضرت

سکندر شوکت کیوان علم انجم خدم رستم دوران افلاطون زمان سپہ سالار مظفر الممالک

فتح جنگ حضور پُرنور سر ہامئین نواب میر محبوب علی خان بہادر نظام الملک آصفجاہ

سلطانِ دکن خلد اللہ ملکہ

جو دن پھرتے ہین تو سامان پیدا ہو ہی جاتا ہے
شبِ غم لاکھ طولانی ہو تڑکا ہو ہی جاتا ہے

چمن مین پھولنے پھلنے کی نوبت آ ہی جاتی ہے
دکن مین بارور نخلِ تمنا ہو ہی جاتا ہے

رہا جو شہ کی نظرون مین ترقی اُسکو لازم ہے
ملا دریا سے جو قطرہ وہ دریا ہو ہی جاتا ہے

چمک ذرے مین سورج کی کرن سے آ ہی جاتی ہے
درِ شہ کا گدا ادنیٰ سے اعلیٰ ہو ہی جاتا ہے

توجہ چاہیے تھوڑی سی شاہِ بندہ پرور کی
فقیرون کا جہان مین بول بالا ہو ہی جاتا ہے

جو دل سے ہو رہا حضرت کا پھر اسکو کمی کیا ہے
موافق آسمان تابع زمانا ہو ہی جاتا ہے

مرے گلزار مین رنگ خزان کب تک جا رہتا
کہ اک دن فصل گل کا دور دورا ہو ہی جاتا ہے

توقع شاہ سے رکھنا کبھی خالی نہین جاتا
یہ دیکھا ہے کہ فضل حق تعالیٰ ہو ہی جاتا ہے

اشارہ چاہیے پھر مشکل آسان ہو ہی جاتی ہے
سہارا چاہیے پھر بوجھ ہلکا ہو ہی جاتا ہے

کسی کا درد دل ہو بے اثر یہ غیر ممکن ہے
مریضون پر کرم فرما مسیحا ہو ہی جاتا ہے

مسیحا جب کرم فرما ہوا پھر پوچھنا کیا ہے
دوا ہو یا نہ ہو بیمار اچھا ہو ہی جاتا ہے

تجسس شاہد مقصود کا ضائع نہین جاتا
وہ اک دن زیب آغوش تمنا ہو ہی جاتا ہے

عقیدت جب ہوئی پوری تو کیسا پردہ دوری
رخ محبوب دل مین جلوہ آرا ہو ہی جاتا ہے

بجا ہے اب عروس شاعری کا دن کی لینا
شباب آتا ہے تو جوبن دوبالا ہو ہی جاتا ہے

گل مضمون جو کل تک خشک تھے اسکا تعجب کیا
خزان کے دور مین ہر پھول کانٹا ہو ہی جاتا ہے

نہین اچھا نہ میرے شعر اچھے بات اتنی ہے
جسے اچھا کہین سرکار اچھا ہو ہی جاتا ہے

جلیل زار کو دیکھو جلیل القدر کو دیکھو
لقب جسے شاہ سے ملتا ہے ویسا ہو ہی جاتا ہے

تعجب کیون کسی کو ہو ہماری سرفرازی پر
خدا کا فضل ہوتا ہے تو ایسا ہو ہی جاتا ہے

یہ ایسی سرفرازی ہے یہ وہ ذرہ نوازی ہے
نہ کچھ کہیے مگر لوگون مین چرچا ہو ہی جاتا ہے

حسد کوئی کرے کسواسطے سب پر یہ ظاہر ہے
کہ جو قسمت کا لکھا ہے وہ پورا ہو ہی جاتا ہے

لکھون اشکریے کے ساتھ کچھ مدح شہ والا
کہ اس موقع پہ دل مین جوش پیدا ہو ہی جاتا ہے

یہ مدح شاہ وہ مضمون ہے جسکے نظم کرنے کا
ارادہ مین نہین کرتا ارادا ہو ہی جاتا ہے

مطلع

کمال شاہ پر انسان شیدا ہو ہی جاتا ہے
جمال شاہ کو دیکھو تو سکتا ہو ہی جاتا ہے

نظر جس کی پڑی آئینۂ روے مبارک پر — نصیب اُسکو سکندر کا نصیبا ہو ہی جاتا ہے
سواری کا سمان سو بار دیکھا ہے مگر پھر بھی — سلیمان کا شہ آصف پہ دھوکا ہو ہی جاتا ہے
زہے سہر دلعزیزی بخت و دولت بھی یہ کہتے ہین — تمھین جو دیکھ لیتا ہے تمھارا ہو ہی جاتا ہے
خدا رکھے شہِ جمجاہ کا ہے رعب و داب ایسا — کسی کا بخت ٹیڑھا ہو تو سیدھا ہو ہی جاتا ہے
تجلّی محو کر دیتی ہے ایوانِ معلّے کی — درِ شہ کا تماشائی تماشا ہو ہی جاتا ہے
کسی آزاد کی اس در پہ آزادی نہین چلتی — کرم کا خُلق کا احسان کا بندا ہو ہی جاتا ہے
بہت دُور آپ کو کھینچے جو کوئی فائدہ کیا ہے — خدنگِ لُطفِ شاہی کا نشانا ہو ہی جاتا ہے
دلون پر کیون نہ ہو قبضہ کہ دل کو شاد کرتے ہین — یہ وہ جادو ہے جس سے غیر اپنا ہو ہی جاتا ہے
مثالِ ماہِ تابان انجمن آرا جو ہوتے ہین — تو شاہانِ جہان کا حلقہ ہالا ہو ہی جاتا ہے
کمالِ شاہ کا اللہ اکبر کیا تصرّف ہے — کوئی ارمان ہو دم بھر مین پورا ہو ہی جاتا ہے
جہان مجرم کوئی پھنسکر ہوا سائل رہائی کا — مروّت آ ہی جاتی ہے اشارا ہو ہی جاتا ہے
عتابِ شاہ بھی خالی نہین شانِ ترحّم سے — ہوا جو بر طرف اُس کا وظیفا ہو ہی جاتا ہے
نکل جاتی ہے خدمت ہاتھ سے وزری نہین جاتی — یہی وہ بات ہے دل جس پہ شیدا ہو ہی جاتا ہے
سزا کے واسطے دل مین کوئی پہلو نہین آتا — عطا کے واسطے کوئی بہانا ہو ہی جاتا ہے
مرے شہ کی سخاوت مُشک کی تاثیر رکھتی ہے — چھپا کر لاکھ دین عالم مین شہرا ہو ہی جاتا ہے
ہمیشہ فیض جاری ہے ہمیشہ خیر جاری ہے — لُٹاتا ہے جو موتی دل کا دریا ہو ہی جاتا ہے
عجب عہدِ مبارک ہے کہ جب چاہو جہان چاہو — خوشی کا عیش کا سامان مُہیّا ہو ہی جاتا ہے
مسافر کو سفر مین دُھوپ کی ایذا نہین ہوتی — کہ سر پر دامنِ دولت کا سایا ہو ہی جاتا ہے
اسی در پر تو پھل ملتا ہے نخلِ خاکساری کا — جو قدمون پر جھکا اُسکا سر اونچا ہو ہی جاتا ہے

دل آئینہ ہے اور اس مین خواص جام خسرو ہے
کسی کا راز دل ہو آشکارا ہو ہی جاتا ہے

سبق دیتے ہین لقمان کو فلاطونِ زمان ہو کر
ہوا جو بندۂ بیدام دانا ہو ہی جاتا ہے

زہے تیر افگنی نکلے نہ نکلے تیر چٹکی سے
دلِ حسّاد مین خونِ تمنا ہو ہی جاتا ہے

ق

کلام خسروی کیونکر نہ دنیا سے نرالا ہو
شہ یکتا کا ہر مضمون یکتا ہو ہی جاتا ہے

خدا رکھے جہان دو گل کھلائے طبع رنگین نے
گلستان و بوستان کا رنگ پھیکا ہو ہی جاتا ہے

زبان پر طوطیِ ہندوستان کو وجد آتا ہے
بیان پر بلبلِ شیراز شیدا ہو ہی جاتا ہے

قلق کو داغ آتش کو جلن جامی کو بیہوشی
صبا کو بیکلی سودا کو سودا ہو ہی جاتا ہے

بجا ہے سامعین کا مثلِ قمری نعرہ زن ہونا
کہ اک اک شعر موزون سروِ رعنا ہو ہی جاتا ہے

زمینِ سخت مین بھی معنیِ روشن نکلتے ہین
صدف مین دُر حجر مین لعل پیدا ہو ہی جاتا ہے

بناوٹ کی ضرورت کیا تصنّع کی ہے حاجت کیا
طبیعت ہو جو بانکی شعر بانکا ہو ہی جاتا ہے

ق

دیئے ہین شاہ کو خالق نے کیا کیا چاند کے ٹکڑے
قمر جب دیکھتا ہے گھٹ کے آدھا ہو ہی جاتا ہے

نہ کیون روشن ہون سب کے دیدہ و دل شاہزادون سے
کہ مہر و ماہ سے گھر گھر اُجالا ہو ہی جاتا ہے

مجھے دعویٰ نہین لیکن ثنا جب شہ کی لکھتا ہون
سخن کو اپنی یکتائی کا دعویٰ ہو ہی جاتا ہے

کوئی مانے نہ مانے مین تو ہون اس فیض کا قائل
زمین مشکل سے مشکل ہو قصیدا ہو ہی جاتا ہے

جلیل آصف کے حق مین جو دعا دل سے نکلتی ہے
اثر فضلِ خدا سے اس مین پیدا ہو ہی جاتا ہے



فہرست غزلیات

ردیف ر

ردیف و

(فہرست تمام شد)



ہے لاکھ لاکھ شکر خدائے جلیل کا
جسنے دی زبان سے ہوا اثبات جلیل کا

یارب بتوں کو کعبہ دل سے نکال دے
صدقہ نبی کا اور صدقہ خلیل کا

آنکھیں جو تونے دی ہیں تو اتنا کرم ہو اور
محو جمال کر دے رسول جمیل کا

خود فرشِ خاک پر ہے نظر عرش پاک پر
اللہ رے حوصلہ ترے عبد ذلیل کا

پیاسا کسی کے شربت دیدار کا ہوں میں
چھینٹا نہ دے بہشت میں تو سلسبیل کا

اللہ تک پہونچ کا ذریعہ یقین ہے
حجت کو دخل ہے نہ گزر ہے دلیل کا

بُت چاہتے ہیں کعبۂ دل کو کریں خراب
قصہ سنا نہیں مگر اصحاب فیل کا

کسکی مجال ہے ترے اوصاف لکھ سکے
یاں ہے قلم شکستہ پر جبرئیل کا

راہِ طلب میں خار کوئی تشنہ رہ نہ جائے
ہاں آبلو تواب ہے لگانا سبیل کا

پھر پھر کے آہوانِ حرم پھنستے ہیں یہیں
پھندا گلے میں ہے کسی چشم کحیل کا

یارب قبولِ عام ملے اِس کلام کو
دل کی جگہ بغل مین ہو دیوان جلیل کا

جسے یہ دل مین الٰہی خیال احمدؐ کا
کہ روز خواب مین دیکھون جمال احمدؐ کا

تڑپ رہا ہون اِسی آرزو مین برسون سے
خدا دکھائے مزار اسکے سال احمدؐ کا

کیا ہے کس نے اشارے سے چاند دو ٹکڑے
کہو فلک سے کہ دیکھے کمال احمدؐ کا

خدا نے بخشدی اُمّت کو نعمتِ دارین
گیا نہ ایک بھی خالی سوال احمدؐ کا

فلک ہے درپئے ایذا خبر نہین اِس کی
کہ ہے غلام یہ آشفتہ حال احمدؐ کا

جو لوگ شوقِ زیارت مین جان دیتے ہین
نصیب اُنھین ہے ہمیشہ وصال احمدؐ کا

فراق مین یہی صورت ہے اک تسلّی کی
زبان پہ نام ہو دل مین خیال احمدؐ کا

اُسی کے واسطے محشر مین سرفرازی ہے
زہے نصیب جو ہو پائمال احمدؐ کا

کلیم طور پہ جانے کی کیون کرین تکلیف
کہو کہ دیکھ لین آکر جمال احمدؐ کا

اِدھر اُدھر نہ بھٹکتا پھرون قیامت مین
اُٹھون تو ساتھ ہو یا ذوالجلال احمدؐ کا

خدا وہ روزِ مبارک تجھے دکھائے جلیل
کہ آئے قاصدِ فرخندہ فال احمدؐ کا

ناوک اُس کا کبھی خطا نہ ہوا
طائرِ سدرہ تک نشانہ ہوا

کوئی دونون مین بے وفا نہ ہوا
دل سے غم غم سے دل جُدا نہ ہوا

تیرے قدمون سے کیون جدا رہتا
ہائے پامال دل حنا نہ ہوا

اُڑگیا رنگِ رُخ بھی جوش کے ساتھ
سچ تو یہ ہے کوئی بُرا نہ ہوا

بات کرتے ہو کاٹ ڈالوگے
بات گویا ہوئی، گلا نہ ہوا

دل سے صبر و قرار سب بھاگے — مگر اک داغ دل جدا نہ ہوا
دب گئے قد سے تیرے سب فتنے — حشر بھی آج تک بپا نہ ہوا
نہ جلایا نہ مار ہی ڈالا — کوئی وعدہ ترا وفا نہ ہوا
پاؤن پھیلا کے بخت یون سوتے — ہائے نالہ مرا رسا نہ ہوا
تجکو نفرت ہے شیشے سے واعظ — مجکو حسرت ہے دل مرا نہ ہوا
آج ہی آ جو تجکو آنا ہے — کل خدا جانے ہین ہوا نہ ہوا
ہم ترستے نہ پھول کی بو کو — تجھ سے اتنا بھی اے صبا نہ ہوا
اب تو صورت بھی اس کی یاد نہین — دل کو بچھڑے ہوئے زمانہ ہوا

دل مرا بھی مرا ہوا نہ جلیل
آشنا ہو کے آشنا نہ ہوا

بیوفا یار باوفا نہ ہوا — دل ہوا دل کا مدعا نہ ہوا
زلف کا عمر بھر رہا سودا — مثل سایہ کبھی جدا نہ ہوا
نہ کھچی تھی ابھی کمان انکی — بولے تیور وہ دل نشانہ ہوا
کہتے ہین پھر رچے گی کیا مہندی — گر کبھی خون مدعا نہ ہوا
غم دیا تم نے داغ ہجر دیا — ہیچ ہے کیا کیا مجھے عطا نہ ہوا
اتنی اے دود آہ کوتاہی — بڑھ کے تو گیسوے رسا نہ ہوا
بولے جھنجھلا کے جب گلا نہ کٹا — اک مصیبت ہوئی گلا نہ ہوا
اور تھوڑی سی ہمت اے ساقی — ایک ساغر سے کچھ بھلا نہ ہوا
نہ ملا یار سرو قد افسوس — شجر آرزو ہرا نہ ہوا

درد کا ہے مزہ محبت مین
اے قمر داغ کیا ہوا نہ ہوا

جان لینے کو تھی ادا کیا کم
ہین تو منت کشِ قضا نہ ہوا

منہ دوا کا نہ درد نے دیکھا
داغ مرہم سے آشنا نہ ہوا

اور سب بیڑیان تو مر کے کٹین
قطعِ الفت کا سلسلا نہ ہوا

ہاتھ تک جوڑنا پڑے ہم کو
دل کے ہاتھون جلیل کیا نہ ہوا

خط چاند سے چہرے پہ عیان ہو نہین سکتا
شعلے سے لپٹ کے حجابِ دھوان ہو نہین سکتا

رشک سے کہین اشکِ روان ہو نہین سکتا
آنکھون سے مرا راز نہان ہو نہین سکتا

یارب کچھ اس انداز سے نالان ہو مرا دل
وہ کبھی یہ کہین ضبطِ فغان ہو نہین سکتا

میرے دلِ صد چاک مین تم کیون نہین رہتے
ایسا تو ہوا دار مکان ہو نہین سکتا

ہونے دو اگر ضعف سے آنکھون مین شباب ہون
خوش ہو نہین کسی دل پہ گران ہو نہین سکتا

ملجائے گا اس زلف سے جب حد سے بڑھے گا
برباد تو آہون کا دھوان ہو نہین سکتا

بوئے الفت گیسو کی جو چھوٹی تو خطا کیا
تم جانتے ہو مشک نہان ہو نہین سکتا

جب وصل کی درخواست پہ کرتے ہین وہ انکار
قسمت بھی یہ کہتی ہے کہ ہان ہو نہین سکتا

تصویر تری آنکھ سے کیا جائے نکل کر
نازک ہے بہت نقلِ مکان ہو نہین سکتا

اس آگ کو درکار ہے تلوار کا پانی
رونے سے تو کم سوزِ نہان ہو نہین سکتا

تم دیکھ لو خود ہاتھ مرے سینے پہ رکھ کر
حالِ دلِ بیتاب بیان ہو نہین سکتا

کہتا ہے جلیل اب تو یہ اندازِ خموشی
حال آپ کا محتاجِ بیان ہو نہین سکتا

کیا کیجیے غم اپنا بیان ہو نہین سکتا
بیتاب رہون یہ بھی مری جان ہو نہین سکتا

زما گئے وہ دے کے مجھے داغ جدائی
یہ پھول کبھی نذرِ خزان ہو نہین سکتا

شمشیر بکف وہ ہین تو مین نالہ بلب ہون
اب ہم دہان ضبط بیان ہو نہین سکتا

مجکو تو یقین ہے کہ بچے گا نہ مرا خون
قاتل کو گمان ہے کہ گمان ہو نہین سکتا

ہے خشک گلا اتنا کہ مرے لیکے تپڑک لو
یون خنجرِ بیداد روان ہو نہین سکتا

تاثیر سے روح فرہاد دیکھ لی اسے شیخ
اب تو یہ کہو پیر جوان ہو نہین سکتا

حق یہ ہے کہ دیدار کو درکار ہین آنکھین
ہونے کو ترا جلوہ کہان ہو نہین سکتا

تدبیر سے قسمت کا بدلنا نہین ممکن
وہ آفت جان راحت جان ہو نہین سکتا

زاہد سے کہو خدمت سے چاہیے برسون
دو دن مین کوئی پیر مغان ہو نہین سکتا

وہ چال چلے تم کہ گلے کٹ گئے لاکھون
اس ناز سے خنجر بھی روان ہو نہین سکتا

درپردہ گری برق نظر خرمن جان پر
وہ آگ لگی جس مین دھوان ہو نہین سکتا

کیا عشق بتان مین ہین جلیل آپ بھی نالان
ناقوس سے بھی ضبط فغان ہو نہین سکتا

مجکو بدنام آپ کو رسوا کیا
دل کی بیتابی نے جو چاہا کیا

حسن نے ہر عیب کا پردا کیا
آپ نے جو کچھ کیا اچھا کیا

یاد اب تک ہے انھین میری فنا
کہتے ہین افسوس مین نے کیا کیا

میری وحشت بھی تماشا ہو گئی
جو ادھر گزرا کھڑا دیکھا کیا

چال قاتل کی قیامت کر گئی
مین ادھر خنجر ادھر تڑپا کیا

ہان نہ کی تسکین نہ کی پروانہ کی
چال کی غمزے نے کلٹے فقرا کیا

وہ عدو کو رات بھر گھورا کیے
مین فلک کو صبح تک دیکھا کیا

کیا سدھایا ہی کسی نے دل کو بھی
جب اشارہ کر دیا لوٹا کیا

ہاے وہ کہنا کسی کا قبر پر
اللہ اللہ تم نے بھی پردا کیا

شکر ہے بیکس نہو کر ہم رہے
درد جب اٹھا تو غش آیا کیا

میرے نالے پر ابھی ہنستے تو ہو
پھر کہو گے چار مین رسوا کیا

کہدو تصویر خیالی بھی چھپے
لطف کیا تم نے اگر پردا کیا

دیکھے سر بوسے لئے تلوار کے
جان اپنی بیچ کر سودا کیا

جاؤ بھی گردن نہ میری کٹ سکی
مفت اپنا ہاتھ بھی جھوٹا کیا

کھینچکر پہلو مین بوسے لیا
اُن کا وعدہ مین نے خود پورا کیا

ہاے دیکھا شوے غیر اسنے جلیل
اور تو اے سخت جان دیکھا کیا

حق نے پیدا ہی تجھے ایسا کیا
جس نے دیکھا تجکو بس دیکھا کیا

کیا بتائین دل لگا کر کیا کیا
آہ کی، فریاد کی، نالا کیا

لینے مین عذر کے حیلا کیا
پھر یہ کہتے ہو کہ مین نے کیا کیا

اُسکو یاد غیر مجکو رشک غیر
وہ اُدھر اور مین اِدھر تڑپا کیا

دھیان مین حورون کے عزت ہی رہی
تو تو زاہد بے پیئے لوٹا کیا

پھوڑ دون کمبخت آئینے کی آنکھ
سامنے میرے تجھے گھورا کیا

دل سے میلا لگ گیا بازار مین
جو حسین گزرا کھڑا دیکھا کیا

غیر شاکی ہو تو ہو وہ غیر ہے
تم نے کس دل سے مرا شکوا کیا

ہے آنکھ میں رہتی تیری تصویر
اچھا ہے جواب آرسی کا

کچھ بول کے اس نے باغ میں آج
منہ بند کیا کلی کلی کا

بدنام ہوں چوری کا لگے داغ
کچھ ہو ملجائے دل کسی کا

منہ پھیر کے یوں چلی جوانی
یاد آگیا روٹھنا کسی کا

کیا سہے ہیں تلون منہ اُن کا
اور منہ دیکھیں وہ آرسی کا

غنچوں کو صبا نے گدگدایا
دشوار ہے ضبط اب ہنسی کا

دیکھو نہ جلیل کو مٹاؤ
مٹ جائے گا نام عاشقی کا

مجھکو تو مرض ہے بیخودی کا
زاہد کو گمان ہے میکشی کا

ہر رنگ ہے تیرے آگے پھیکا
مہتاب ہے پھول چاندنی کا

چل جائے گا کام کچھ کسی کا
منہ مڑ نہ گیا اگر چھری کا

ہر وقت ہیں موت کی دعائیں
اللہ رے لطف زندگی کا

آئینہ بنا رہے ہو دل کو
دل ٹوٹ نہ جائے آرسی کا

ہم کہتے تھے جوڑے میں نہیں پھول
آخر نکلا وہ دل کسی کا

کہیے ابھی اک ادا پہ کٹ جائیں
دم دیکھتے تھے فقط چھری کا

مٹتی نہیں دشمنی کسی کی
رنگ آئیں ہے میری دوستی کا

بوسے کو جگہ ملی لبوں پر
اب رنگ جمے گا کیا مسی کا

پیارے پیارے تھے پھول سے منہ
دھبا یہ برا لگا مسی کا

اٹھلا اٹھلا کے اُن کو چلنا
مٹ جائے بلا سے دل کسی کا

پاتے ہین جو مجکو جی سے بیزار
ہون ایک سے سب حسین کیونکر
پہلے تو تھے محوِ دید موُسے
سمجھے تھے نہ ہم کہ تم پہ مرنا
شوخی مضمون کی لے اُڑی ہے
کھینچین جو وہ تیر دل بھی دے ساتھ
نالے بلبل کے تھے کہ چھریان
اُٹھنے نہ دیا کسی کے در سے
پھولون سے کہو کہ رُوتی ہے اوس

کہتے ہین مزہ ہے عاشقی کا
ہے رنگ جُدا، کلی، کلی کا
اب لیتے مزہ ہین بیخودی کا
ہوجائے گا روگ زندگی کا
عالم ہے شعر مین پری کا
حق کچھ تو ادا ہو دوستی کا
دل ٹکڑے ہوا کلی، کلی کا
احسان ہے مجھ پہ لاغری کا
اب اس سے مزہ نہین ہنسی کا

کہتے تھے نہ ہم جلیل تم سے
انجام بُرا ہے دل لگی کا

دلِ پُرداغ کو زلفون سے نکلتے دیکھا
داغ کو جلتے ہوے اتناک کو ڈھلتے دیکھا
دل مین آبیٹھے تو پھر اُن کو نہ ٹلتے دیکھا
فلکِ پیر کو نیرنگ کہان سے آیا
تیری محفل مین بھی عالم ہے رخ عاشق کا
ٹھہرے ہونگے دلِ اغیار ترے ہاتھون سے
نہین معلوم بدلنے پہ ہے قسمت کسکی
ڈھلکے شانے سے دوپٹا جو ترُ کا سینے پہ

ہم نے ان کالون کو طاؤس اُگلتے دیکھا
زخم دل ایک تجھے پھولتے پھلتے دیکھا
ہان جو دیکھا بھی تو جی لے کے نکلتے دیکھا
کہین تم کو تو نہین آنکھ بدلتے دیکھا
ایک دم مین اسے سو رنگ بدلتے دیکھا
ہمنے تو ان کو کلیجا ہی مسلتے دیکھا
آج بے وقت انھین پوشاک بدلتے دیکھا
بولے وہ مجھ سے کہ گرتے کو سنبھلتے دیکھا

تارِ نگہ مین گوندھ لو پھر عاشقون کے دل	رونا یہ کس لئے ہے مرا ہار کیا ہوا
کچھ تفرقہ نہین ہے خزان و بہار مین	چٹکی کلی صدا ہوئی گلزار کیا ہوا
مجرم نہین ہین حشر مین حسرت سے پوچھئے	یہ کون لوٹ لے گیا بازار کیا ہوا

کیا بیگنہ بنے جو کہا اُسنے حشر مین
میرا جلیل نام گنہگار کیا ہوا

گھٹا دیا مرتبہ ہر حسین کا مٹا دیا رنگ حور عین کا
نہین ہے یہ چاند چودھوین کا شباب ہے میرے مہ جبین کا
یہ رات ہے وصل کی مری جان بھرے ہین دل مین ہزارون ارمان
نہین نہ نکلے زبان سے ہان ہان ارے یہ موقع نہین نہین کا
تباہ وحشت مین ہون مین در در ابھی بگڑ جائے یہ بنا گھر
جو دل مین رکھون تجھے ستمگر تو دل نہ رکھے مجھے کہین کا
نہ قتل سے میرے ہاتھ کھینچو، لہو بہا کر بہار دیکھو!
پڑے گی اُڑ کر جو چھینٹ اسکی بنے گی وہ پھول آستین کا
ستم تھا بچپن کا وہ زمانہ غضب وہ دل کا پسند آنا
وہ گود مین میری لوٹ جانا مچل مچل کر کسی حسین کا
تمھین سے روئے زمین معطر، تمھین سے سطح فلک منور
تمھین تو ہو پھول یاسمین کا تمھین تو ہو چاند چودھوین کا
اُدھر صبا نے یہ گُل کھلایا چمن مین کلیون کو گدگدایا
اِدھر ہنسی نے ستم یہ ڈھایا کہ مُنہ لیا چوم اُس حسین کا

یہ رات اتنی جو بڑھ گئی ہے سیاہی اتنی جو چڑھ گئی ہے
کہین کھلا ہے ضرور جوڑا کسی کے گیسوے عنبرین کا

جو غیر سے یار تو ملا ہے تو دیکھ کیسا ڈبو رہا ہے
سبھلے مرے آنسوؤن کا دریا مجھے پسینا تری جبین کا

نہ بحر جاری سحاب سے ہے نہ چاہ لبریز آب سے ہے
وہ دامن تر کا اک لقب ہے یہ نام ہے میری آستین کا

جو دیکھ لے اسکی صورت انسان اگر ہو کافر تو لاے ایمان
جمال کیا ہے بت حسین کا، کمال ہے صورت آفرین کا

نہ شوق نظارہ مجھ سے پوچھو یہ کہکے سوتا ہون روز شب کو
اٹھون جو مین صبح کو الٰہی تو منہ دکھا نا کسی حسین کا

کچھ ایسی کی مین نے جبہ سائی کہ مٹ گئی بخت کی برائی
ملا جو اس در سے داغ سجدہ ستارہ چمکا مری جبین کا

زبان سے ہو شکر ادا کہان تک بڑا ہی تھا دلنواز ناوک
کچھ اس ادا سے جگر پہ بیٹھا، مزہ ملا یار ہمنشین کا

پھرا عدم سے نہ کوئی ہمدم کہ حال یارون کا پوچھتے ہم
عجیب دلچسپ ہے وہ عالم کہ جو گیا ہو گیا وہین کا

عرق عرق ہے جو رشک گلگون یہ خوب موقع ہے اپنے جو کون
مین سرنوشت اپنی دھو ہی ڈالون پسینہ لیکر تری جبین کا

جلیل کیا بات اس سخن کی غزل مین ہے تازگی چمن کی
جو شعر ہے شاخ نسترن کی، جو لفظ ہے پھول یاسمین کا

اشک بھی نکلے مری آنکھوں سے یہ کہتے ہوئے
حال اب دیکھا نہیں جاتا ہے اس بیمار کا

وعدۂ محشر کے چھینٹے دے رہے ہیں اسلئے
تاکہ مر ہی جائے پیاسا شربت دیدار کا

رُخ تو رُخ ہے خط کی سبزی ذرا دیکھے کوئی
ایک اک کانٹے میں عالم ہے یہاں گلزار کا

آئنہ پیش نظر رہتا ہے یہ اچھا نہیں
پھر بری ہوگی جو چسکا پڑ گیا دیدار کا

تو سلامت ہے تو قاتل اپنا قتل بڑا کہاں
اب گلے تک آگیا پانی تری تلوار کا

قیس کے ملبوس عریانی پہ لیلے رو پڑی
جا بجا پیوند دیکھا زخم دامندار کا

سامنے کی چوٹ کھا کر بچ گیا تھا دل مرا
پھر کے اُسنے جال مارا گیسوئے خمدار کا

میں نے لیکر جیب سے دیکھا تو نکلا دل مرا
گر پڑا تھا آج اک پھول اُسکے پاس ہی ہار کا

ہاتھ کے ساتھ آنکھ بھی بسمل پہ پڑتی ہے ضرور
جوڑ یہ اچھا نکالا آپ نے تلوار کا

بام سے کسنے دکھایا جلوۂ برق جمال
غش پڑا ہوں میں ادھر سایہ اُدھر دیوار کا

اسقدر مضبوط کیوں باندھا گیا بند نقاب
دل شکستہ ہو نہ وعدہ آپکے دیدار کا

ہم تو یوسف کہکے لائے تھے حسینوں میں اسے
دل ہمارا اک تماشا ہو گیا بازار کا

خون میں ڈوبی ہوئی پلکیں اور ان پر لخت دل
پھولوں میں لپٹا ہے ہر کانٹا مرے گلزار کا

زخم دینا بخیہ کرنا دونوں ہیں قاتل کے ہاتھ
دھار ادھر تلوار کی ڈورا اُدھر تلوار کا

کون سحر سامری کا نام لیتا ہے جلیل
چل رہا ہے ان دنوں جادو نگاہ یار کا

حال کیا دیکھیں چمن میں نرگس بیمار کا
روگ کوئی دے گیا ہے حسرت دیدار کا

کوچۂ جاناں میں عالم ہے یہ میں گلزار کا
اور پھر چھینٹا کا و سیکر دیدۂ خونبار کا

یوں کھلے منہ شب کو سونا اور زیر آسمان
چاند ٹکڑا لیجائے گا سونا ترے رخسار کا

ہم اگر ڈوبین تو ڈوبین اسکو کچھ پروا نہین
جیسے پانی بہہ گیا ہو چشم دریا بار کا

چاہتی ہے نیند اب آنے نہ پائے آنکھ مین
پاؤن پھیلانا تو دیکھو حسرتِ دیدار کا

دل کی حالت پر نہ کیونکر آنکھ بھر آتی تری
درد ہوتا ہی ہے کچھ بیمار کو بیمار کا

اے زُلیخا نقدِ جان آہین گرہ سے جائے گا
حُسنِ یوسف ہے یہ کچھ سودا نہین بازار کا

بیٹھ کر پردے مین بھی سفاکیون کی مشق ہے
خون اب کرتا ہے ظالم حسرتِ دیدار کا

وہ نہ خود دیکھے نہ کوئی دیکھنے پائے اُسے
شرم کیا ہے آنکھ کی پرہیز ہے بیمار کا

خون پانی ایک کرنے کو ہمین ڈھونڈون ملکے آج
خون مین ہے زخم کا پانی تری تلوار کا

طور کی موسیٰ سے کیا پوچھین وہ کیون سُننے لگے
اُن کو تو نشہ چڑھا ہے شربتِ دیدار کا

رفتہ رفتہ چھپتی جاتی ہے نگاہون سے نقاب
جیسے جیسے نور چھنتا ہے ترے رُخسار کا

نازنین معشوق دیکھے ہونگے بہتیرے مگر
دستِ قاتل مین لچکنا دیکھیے تلوار کا

وصف آنکھون کا مسحر کر رہا ہے بزم کو
بندھ گیا کیا شعر مین جادو نگاہِ یار کا

وصل کی شب یاد اب کسکو ہے اتنا ہی خیال
خواب دیکھا تھا کسی دن طالعِ بیدار کا

ضُعف مین اتنی سُبکباری بھی کچھ تھوڑی نہین
رنگ ہلکا ہو چلا ہے چہرۂ بیمار کا

اب بجائے اشکِ خون حسرت ٹپکتی ہے یہان
تم جو بگڑے کیا بنایا دیدۂ خونبار کا

ہمکو موقع مل گیا گردن مین بانہین ڈالدین
بیٹھے رونا رو رہے تھے وہ گلے کے ہار کا

ہم تو اپنی سخت جانی کی حیا سے کٹ گئے
ناز سے کہتے ہین وہ کیا کاٹ ہے تلوار کا

میگساری کی تلافی آبِ خجلت سے ہوئی
کھا کے غوطے بھی نہ دامن تر ہوا میخوار کا

چند بیتون کی غزل ہوتی ہے اچھی اے جلیل
کون دیکھے گا یہ دفتر آپ کے اشعار کا

دکھائی آنکھ جو زاہد کو آج ساقی نے
گمانِ جامِ شرابِ طہور مین نے کیا

غمِ حبیب بھی نازک مزاج ہے کیسا
بگڑ گیا جو خیالِ سرور مین نے کیا

وہ قتلِ عام کو نکلے ہین اک تماشا ہے
ہر ایک سمجھ مین ہر کیا قصور مین نے کیا

وفا نہ صبر نے حبیب کی تو کس سے ہو امید
تجھے بھی صبر دلِ ناصبور مین نے کیا

اب اِس کو پردہ دری سمجھو یا کچھ اور کہو
تمہارے حُسن کا چرچا ضرور مین نے کیا

نقاب اُٹھا کے وہ کہنا ترا نہ بھولے گا
کوئی بتائے تو بیجا غرور مین نے کیا

کوئی تو بات تھی اے شیخ جسکی لذت مین
خیالِ حور نہ شوقِ قصور مین نے کیا

شباب بھی ہے وہاں خیر سے شراب بھی ہے
ہر اک کو ناز ہے نشے مین چور مین نے کیا

لگا کے سینے سے تصویر دلربا تیری
علاجِ دردِ دلِ ناصبور مین نے کیا

یہ منتہائے تمنائے دیدِ جانان ہے
جو دل مین آگ لگی قصدِ طور مین نے کیا

کسی کے نامہ و پیغام سے لئے دو کام
نظر کا نور جگر کا سرور مین نے کیا

جلیل خون کا دعویٰ تو کرنے بیٹھے ہو
وہ مسکرا کے جو کہدے قصور مین نے کیا

جلیل جب سے مجھے خو پڑی صبوحی کی
وظیفۂ سحری یا غفور مین نے کیا

عشق اب میری جان ہے گویا
جان اب میہمان ہے گویا

سوزِ دل کہہ رہی ہے محفل مین
شمع میری زبان ہے گویا

جس کو دیکھو وہی ہے گرمِ تلاش
کہین اُسکا نشان ہے گویا

ہے قیامت اُٹھان ظالم کی
وہ ابھی سے جوان ہے گویا

چھینے لیتی ہے دل تری تصویر
وہ ادا ہے کہ جان ہے گویا

اک دل اُسمین لاکھ زخمِ فراق
ٹوٹا پھوٹا مکان ہے گویا

مانگے جائین گے تجھ کو ہم تجھ سے
مُنہ مین جبتک زبان ہے گویا

جی بہلنے کو لوگ سُنتے ہین
دردِ دل داستان ہے گویا

آدمی وقفِ کارِ دُنیا ہے
میہمان میزبان ہے گویا

تیری کس بات کا بھروسا ہو
تیری ہر بات جان ہے گویا

دل مین کیسے وہ بے تکلف ہین
اُنکا اپنا مکان ہے گویا

ہاے اُس عالم آشنا کی نظر
ہر نظر مین جہان ہے گویا

اچھے اچھّون کو پھانس رکھا ہے
زالِ دُنیا جوان ہے گویا

چُپکے ہون مین تو سب کھٹکتے ہین
بے زبانی زبان ہے گویا

بے وفائی پہ مرتے ہین معشوق
دلربائی کی شان ہے گویا

کوئی اُس پر نگاہ کیا ڈالے
تمکنت پاسبان ہے گویا

تیری صورت تو کہتی ہے قاتل
خود ترا امتحان ہے گویا

خوبرویانِ ماہ پیکر سے
یہ زمین آسمان ہے گویا

آج ہے دید کی اجازت عام
موت کا اِمتحان ہے گویا

دار پر وار کرتے جاتے ہین
کچھ ابھی مجھ مین جان ہے گویا

اِس سخن کا جلیل کیا کہنا
مصحفی کی زبان ہے گویا

ہاتھ نازک تھے کُند خنجر تھا
سخت جانون کا کیا مقدّر تھا

دل کسی بات سے نہ باہر تھا
آپ آتے تو آپ کا گھر تھا

زانوئے رشک حور پر سر تھا ۔ مرنے والے کا کیا مقدر تھا

سخت نازک مزاج دلبر تھا ۔ خیر گزری کہ دل بھی پتھر تھا

بستر اپنا رہا کسی در پر ۔ ہم کو تکیہ مگر خدا پر تھا

حسرت آباد اب وہ ہے مشہور ۔ جس گلی مین ہمارا بستر تھا

اُس پر الزام قتل کیا آتا ۔ ہاتھ مین تیغ تھی نہ خنجر تھا

مختصر حال زندگی یہ ہے ۔ لاکھ سودا تھا اور اک سر تھا

اُن کی رخصت کا دن تو یاد نہین ۔ یہ سمجھیے کہ روز محشر تھا

تیری بنیاد جب نہ تھی اے چرخ ۔ ہم ستم کش تھے وہ ستمگر تھا

کیا ہی کھل مل گیا ہے دشمن سے ۔ ہائے وہ بت جو دل کا پتھر تھا

خاک نبھتی مرے ترے دل مین ۔ ایک شیشہ تھا ایک پتھر تھا

مثل پھوڑے کے آنکھین پھوٹ بہین ۔ ذکر بھی درد دل کا نشتر تھا

تم مرے گھر جو آنے والے تھے ۔ کھولے آغوش صبح تک در تھا

دیدیا دل کسی کو خوب ہوا ۔ روگ جی کا فساد کا گھر تھا

جھوٹی تعریف سے ہین مطلب ۔ دل مین جو ہے وہی زبان پر تھا

سیر دنیا کا لطف کیا آتا ۔ بڑھ کے محشر سے خوف محشر تھا

خط ساغر کی تھی نہ پہلے خبر ۔ شیخ سمجھا تو ایک دفتر تھا

ابر رحمت جو ہو گیا مشہور ۔ کسی میکش کا دامن تر تھا

سرو و گل سے چمن تھا میخانہ ۔ کوئی مینا تھا کوئی ساغر تھا

جب انھین شوق تھا سنورنے کا ۔ ایک ایک آئنہ سکندر تھا

آنسوؤن کی تھی کیا بساط مگر | دیکھتے دیکھتے سمندر تھا

کیسی آزاد زندگی تھی جلیل
درِ دل پر جب اپنا بستر تھا

جب ترے عشق کا پھندا مری گردن مین رہا
پھر برابر ہے قفس مین کہ نشیمن مین رہا

زندگی بھر جو خیالِ رُخِ روشن مین رہا
بعدِ مُردن نہ اندھیرا مرے مدفن مین رہا

زلف مین پھنسکے خیالِ رخِ روشن مین رہا
رات بھر چین سے مین وادیِ ایمن مین رہا

کیا خوشامد تھی کہ صحرا کو نہ جاؤن گھر سے
طوق کا ہاتھ مہینون مری گردن مین رہا

نالہ کش کیا ہوئی گھر پھونک تماشا دیکھا
ایک تنکا بھی نہ بلبل کے نشیمن مین رہا

جب تلک آنسو رہے اشکون مین جگر کے ٹکڑے
لعل و گوہر کا خزانہ مرے دامن مین رہا

سامری چھوڑ گیا تھا جو بلا کا جادو
کچھ اداؤن نے لیا کچھ تری چتون مین رہا

پھول سب مشغلہ جامہ دری سیکھ گئے
جا کے دو دن ترا دیوانہ جو گلشن مین رہا

قطرۂ اشکِ محبت کا نصیبا دیکھو
آنکھ سے میری گرا یار کے دامن مین رہا

ہر جگہ ایک نئی شان دکھائی اُس نے
پھول احباب مین کانٹا دلِ دشمن مین رہا

سروِ قدِ یار سے ملنے کا یہ انجام ہوا
عمر بھر طوقِ محبت مری گردن مین رہا

سُن جو پایا کہ وہان ہار کی فرمائش ہے
یہ ہوا حال کہ اک پھول نہ گلشن مین رہا

صبح ہوتے ہی ہوا جامہ دری مین مصروف
ہاے وہ ہاتھ جو شب بھر تری گردن مین رہا

لوگ آرام کی خاطر رہے دنیا مین خراب
اور آرام چھپا گور تِرے مدفن مین رہا

پھول بن کر مرے اشعار سجے یارون مین
داغ بن کر مرا مضمون دلِ دشمن مین رہا

قیس و فرہاد کا بھی تذکرہ ہے بہر دیکھ جلیل
یہی سودا تھا یہی کھیل لڑکپن مین رہا

چلبلا معشوق کوئی ہاتھ آئے گا جلیل
خود بخود دل آج پہلو مین اُچھلکر رہگیا

غم نہین قاتل ترا خنجر جو چلکر رہگیا
مرنے والون کا قلق ہے دم نکلکر رہگیا

معرکہ بیتابی و شوخی کا دیکھا ہم نے آج
دل اُچھلکر رہ گیا دلبر مچلکر رہگیا

دستِ قاتل کی نزاکت پاؤن کی زنجیر ہے
تیز خنجر تھا مگر دو ہاتھ چلکر رہگیا

کیا بلا ہوتی ہے اے اللہ یہ دل کی لگی
شمع پر پروانہ آیا، اور جلکر رہگیا

اور بھی قاتل جلانا تھا خنا کمبخت کو
تو دلِ پُر خون مرا تلوون سے ملکر رہگیا

اسکو بھی قاتل سمجھنا چاہیئے آپس کی لاگ
تیر جب بیٹھا جگر پر دل اُچھلکر رہگیا

غل ہوا جب پاس سے ساقی پر گرا چکر اسکے مین
آج محفل مین یہ اچھا دَور چلکر رہگیا

یار سے جب تک نہو ملنا کبھی تک خیر ہے
شمع سے پروانہ لپٹا اور جلکر رہگیا

ساتھ دے کوئی کہان تک آپ سے بدعہد کا
کی وفا نے پر نہی وعدہ بھی ٹلکر رہگیا

درد کی میرے کبھی بیدرد نے پروا نہ کی
آخر اب آکر جو دیکھا ہاتھ ملکر رہگیا

آتشین رخ سے الٹی تھی جو محفل مین نقاب
آنچ آئی شمع پر پروانہ جلکر رہگیا

دشت گردی کا نتیجہ تو نے دیکھا لے جنون
پاؤن کے ہاتھون سے باغِ قیس چلکر رہگیا

آگ دل کی بجھتی ہے پانی کے چھینٹون سے کہین
شمع روتی ہی رہی پروانہ جلکر رہگیا

کیا اشارے پر لگایا ہے ذرا دیکھے کوئی
آنکھ ساقی نے جو پھیری جام چلکر رہگیا

دیکھنا یہ کون آیا بزم مین دامن کشان
شمع بجھ کر رہگئی، پروانہ جلکر رہگیا

چشم و دل کو ناز تھا اپنے رفیقون پر مگر
اشک ڈھلکر رہ گئے نالہ نکلکر رہگیا

ضبط کی گردن پہ خونِ بلبلِ ناشاد ہے
مُنہ سے جب نالہ نہ نکلا دم نکلکر رہگیا

ہاے وہ دل تھا جو اپنی زندگی کی کائنات
لیکے وہ چلتے ہوے مین ہاتھ ملکر رہگیا

حرفِ مطلب یار سے کہتا مین کیونکر اے جلیل
لب کا کھلنا تھا کہ اِک نالہ نکلکر رہگیا

تو جو میری لاش پر سایہ فگن ہوجائیگا
اے مرے قاتل وہی میرا کفن ہوجائیگا

ہم نہ سمجھے تھے کہ اے صیاد تیرے دور مین
سب قفس بھر جائینگے خالی چمن ہو جائیگا

دشتِ غربت مین روش اپنی ہی مثلِ نقشِ پا
جس جگہ ہم بیٹھ جائینگے وطن ہوجائیگا

اب تو ملبوسِ بدن ہے کوے جانان کا غبار
بعد مرنے کے یہی اپنا کفن ہوجائیگا

ایک دن پھولوں سے ہنسکر ہم بلا مین پڑ گئے
کیا خبر تھی مدعی سارا چمن ہوجائیگا

زخم و پیکان دونون ملکر دینگے قاتل کو دعا
کوئی تو ہوگا زبان کوئی دہن ہوجائیگا

پردہ پوشی کے رہین منت کیون تیرے شہید
خون کی چادر جو پھیلے گی کفن ہوجائیگا

کیا غضب ہے سیرِ گلشن کو چلے ہو بے نقاب
باغبان لُٹ جائیگا صدقے چمن ہوجائیگا

کر چلی ہے آپسے باہر مجھے اُنکی تلاش
یہ سفر اپنا سفر اندر وطن ہوجائیگا

ظلم کی فریاد کیون کرتے اگر ہم جانتے
آپ کی تائید پر چرخِ کہن ہوجائیگا

ہاتھ اُٹھین یا نہ اُٹھین آگئی جبدن بہار
مثلِ گل خود پرزے پرزے پیرہن ہوجائیگا

آج تم ملنے کو کہتے ہو یہ کس کو ہے اُمید
آج کیا کوئی نیا چرخِ کہن ہوجائیگا

اے زہے قسمت کہ لیلیٰ ملنے آئے قیس سے
کسکو یہ اُمید تھی صحرا چمن ہوجائیگا

قیس نکلا تھا ہوا جنگل کی کھانے کیلیے
کیا خبر تھی وادیِ غربت وطن ہوجائیگا

آپ چھو دیکھین کسی غنچے کو اپنے ہاتھ سے
غنچہ گل ہوجائے گا اور گل چمن ہوجائیگا

ہان خدا کے واسطے چٹکی نمک کی رک نہ جاے
بے مزہ اے یار زخمون کا دہن ہوجائیگا

تیر مژگان سے چلے جُدا دل پر	غمزۂ یار نے جُدا کی چوٹ
باغ مین سب بکھر گئین کلیان	نہ اُٹھی دامنِ صبا کی چوٹ
دل یہ کہتا ہے کچھ خطا کرکے	کھائیے دستِ دلربا کی چوٹ
ہو گیا ماہِ چرخ دو ٹکڑے	تھی یہ انگشتِ مصطفیٰ کی چوٹ

غیر کیا سمجھے دردِ دل کو جلیل
آشنا جانے آشنا کی چوٹ

ردیفِ ثائے مثلثہ

اُن سے ملنے کا ہے سوال عبث	جان بچنے کا ہے خیال عبث
مین نے تم سے کہا تھا دل کا پیام	تم نے مجھ سے کیا ملال عبث
لیکے مہندی یہ ہو نہین سکتا	دل کو کرتے ہو پائمال عبث
ناصحون کے خیال مین گویا	خوش جمالون کا ہے جمال عبث
حُسن کی شان بیوفائی ہے	تم کو اِس پر ہے انفعال عبث
ہو چکا کام دردمندون کا	اب مسیحا ہے دیکھ بھال عبث
دل مین آٹھون پہر جو رہتا ہو	اُس سے کہنا ہے دل کا حال عبث
ہم ازل سے اسیرِ گیسو ہین	تم پہ پھیلا رہے ہو جال عبث
ہو چکے قاتلِ جہان مشہور	اب چھپے کرتے ہو جلال عبث
دل لگاتے ہی ہم ہوئے بدنام	اب ہے اندیشۂ مآل عبث
مُنہ سے دشنام تک نہین دیتے	اُن سے بوسے کا ہے سوال عبث

اُن کی آنکھین بلا کی ہین صیّاد
چوکڑی بھرتے ہین غزال عبث

ہاتھ وہ تو گلے مین ڈالے تھے
مین ہوا طالب وصال عبث

آپ نے خون کر کے عاشق کا
کی ہین رو رو کے آنکھین لال عبث

بدر کو دیکھتا ہے کون جلیل
تم کو ہے خواہشِ کمال عبث

ردیفِ جیمِ عربی

جھک کر بولی وہ برقِ نظر آج
کہ لوٹن گی خرمنِ دل کی خبر آج

نہین گر تم رہے دشمن کے گھر آج
یہ پھر کہتی ہے کیا نیچی نظر آج

بھڑک اُٹھی ہے دل مین آتشِ عشق
کچھ اشکِ گرم دیتے ہین خبر آج

الٰہی دل مین ہے کون آنے والا
کُھلا ہے جو درِ چاکِ جگر آج

نہ آنچل مین نہ اُن کے گیسوؤن مین
نگاہین لے گئین دل کو کدھر آج

غضب ہے وصل مین دھڑکا سحر کا
اُچھلتا ہے مرا ہاتھون جگر آج

دعا کو ہاتھ اُٹھائے ہین جو مین نے
گرا پڑتا ہے قدمون پر اثر آج

اِنھین مین پھول کل سمجھے ہوئے تھا
پھپھولے ہو گئے داغِ جگر آج

مہِ نو کا نظارہ تیرے ہوتے
بہت چوکی بہت چوکی نظر آج

فغان دل سے ہے لب تک آنیوالی
ذرا تم تھام کر بیٹھو جگر آج

نہین کٹتی نہین کٹتی شبِ غم
نہین ہوتی نہین ہوتی سحر آج

پئے تعظیم دردِ دل جو اُٹھا
مرے دل مین ہوا کس کا گزر آج

کدھر سجدہ کرون کعبہ کدھر ہے
زہے قسمت وہ آئے میرے گھر آج

نگاہین پوری اُترین امتحان مین
تمھین آئے نظر دیکھا جدھر آج

یہ مجھ سے کہہ رہا ہے ناوکِ ناز
کہ لونگا مین کلیجے کی خبر آج

پڑی تلوار قاتل کی جو اوچھی
ہنسے کیا کیا لبِ زخمِ جگر آج

مرے پہلو مین ہے دلدار میرا
دعا ہے زیبِ آغوشِ اثر آج

خدا جانے ارادہ کیا ہے اُس کا
لپٹ کر دل سے روتا ہے جگر آج

کرین وہ قتل میرا زہے بخت
ہوئی شاخِ تمنا باروَر آج

کہان تک ضبطِ سوزِ ہجر اے دل
دھوان کچھ دے اُٹھا داغِ جگر آج

بدلتے ہی نظر بدلا زمانہ
اِدھر کی ہوگئی دنیا اُدھر آج

کہو اُن سے بچائین دامن اپنا
کہ ہے شعلہ فگن داغِ جگر آج

وہ شکلِ آئنہ خانہ نشین تھے
یہ کیا سوجھی جو آنکلے ادھر آج

جلیل آمد ہے شاید فصلِ گل کی
ہرے پھر ہوگئے زخمِ جگر آج

جلیل آنکھون سے کیون بہتے ہین آنسو
یہ کس سے لڑگئی تیری نظر آج

ردیف جیم فارسی

وضعداری کا ہے منشا عشق کا آزار کھینچ
بیقراری کا ہے ایما حلق پر تلوار کھینچ

تیرے کھنچنے سے غریبون کا بھلا ہوتا نہین
ہو سکے تجھ سے اگر قاتل تو ہان تلوار کھینچ

پارۂ کاغذ کو مین لیکر کہان رکھتا پھرون
اے مصوّر صفحۂ دل پر شبیہِ یار کھینچ

بل گیا یا بھن گیا دل اسمین میرا کیا قصور
آپ ہی نے تو کہا تھا آہِ آتشبار کھینچ

دستِ وحشت سے کھوسے گریبان مین ہے کیا
کھینچتا ہے تو نقابِ چہرۂ دلدار کھینچ

گر نظر اسپر کہ ہم کس کے ہین مشتاقِ جمال
حشر تک تو انتظار اے دیدۂ بیدار کھینچ

اُن کی پلکون کا دلِ وارفتہ کرتا ہے جو وصف
آنکھ کہتی ہے نہ کانٹون مین مجھے اے یار کھینچ

وہ یہ کہتے ہین کہ مین عشاق سے کیونکر ملون
ہے کدورت کا تقاضا بیچ مین دیوار کھینچ

سامنے آیا جو دل غمزے نے قاتل سے کہا
تیرِ مژگان چھوڑ تیغِ ابروِ خمدار کھینچ

پھول ہین جتنے چمن مین ہین بہت نازک مزاج
دم بدم نالے نہ تو اے بلبلِ گلزار کھینچ

مین وہ مجنون ہون کہ دل کہتا ہے مجھ سے اے جلیل
پھاڑ کر دامانِ صحرا مین کہسار کھینچ

ردیفِ حاے حطی

وہ ہنستے بولتے ہین سب آدمی کی طرح
ہمین سے اُڑتے ہین ہر بات مین پری کی طرح

دکھا رہا ہون دلِ صاف آرسی کی طرح
اُتارتا ہون تمھین شیشے مین پری کی طرح

چھپڑ کیا ہے کہ وہ خون رشتے دیتے ہین
ہمارے زخمون پہ ہنسیے مگر ہنسی کی طرح

ہمارا پیار ہے اُن کیلئے نسیمِ بہار
کہ منہ جو چوم لیا کھل گئے کلی کی طرح

قرارِ مجمعِ عشاق مین کہان اُن کو
دلون مین دوڑتے پھرتے ہین خوشی کی طرح

[illegible] جمنے دیا کسی کا نہ رنگ
مسی کبھی اُڑ گئی اُن ہونٹون سے ہنسی کی طرح

بڑھی شباب کی شوخی تو اور لگ گئے پر
جوان ہوتے ہی اُڑنے لگے پری کی طرح

جو دیکھ لیتے عدو میری شکلِ حیرانی
نہ گھورتے تمھین آئینے آرسی کی طرح

بنے ہین ناصح و واعظ بھی اب مرے غمخوار
کہین نہ غم کو بھی رونا پڑے خوشی کی طرح

بہار پھولون کی ناپائدار ہے کتنی
ابھی تو آئی ابھی اُڑ گئی ہنسی کی طرح

اِدھر مین لیتا ہون بوسے لبون کے اور اُدھر
شبِ وصال اُڑی جاتی ہے مسی کی طرح

پھرین جو نزع مین آنکھین تو رُخ بدل کے کہا
کہان پسند ہے ہمکو یہ بے رُخی کی طرح

وہ رشکِ ماہ رہا جلوہ گر یہان جب تک
ہماری آنکھین رہین فرشِ چاندنی کی طرح

ہمین نے چال سکھائی حلال کرنے کی
ہمین سے نوک کی لیتے ہو تم چھری کی طرح

تمہارے سامنے لیلیٰ یہ رنگ و روپ کہان
بجھی بجھی سی ہے چھوٹی ہوئی مسی کی طرح

یہ کیا ادا ہے کہ لی چٹکی اور اٹھ کے چلے
جو آئے ہو تو ذرا بیٹھو آدمی کی طرح

جلیل گوشۂ عزلت کو مغتنم جانو
کرے گا کوئی رفاقت نہ بیکسی کی طرح

یون تو بسمل ہے ترا سارا جہان میری طرح
پر تڑپنے لوٹنے والا کہان میری طرح

ہین نہ پہونچونگا جو کوئے یار تک کچھ غم نہین
میرے نالے تو نہین کچھ ناتوان میری طرح

پاؤن پھیلائے ہین کیا کیا میرے اشکِ آہ نے
ہین مصیبت مین زمین و آسمان میری طرح

اللہ اللہ کوئے جانان کی زمین ہے وہ زمین
سیکڑون بیٹھے ہین گھر چھوٹے جہان میری طرح

شاخ کیا ہر برگِ گل سے دل ہے وابستہ مرا
گر کوئی باندھے تو باندھے آشیان میری طرح

مین نے پھولون کو بھی دیکھا باغ مین کانٹون کبھی
نازنین تیری طرح ہین ناتوان میری طرح

کل اگر بجلی سے چھوٹا آج صرصر لے اُڑی
ہو نہ دشمن کا بھی یارب آشیان میری طرح

وہ جوان جب سے ہوئے ہین کہتے ہین یہ ناز سے
کیا کریگا ظلم پیرِ آسمان میری طرح

بیخودی کے ہین مزے جب سے گئے ہوش و حواس
کون سوئیگا لٹا کر کاروان میری طرح

قتل سے رکتے جو تم ہو میں سمجھتا ہوں اسے
چاہنے والا ملے گا پھر کہاں میری طرح

میں یہ سمجھا قلقلِ مینا کو سن کر ساقیا
لے رہا ہے کوئی بسمل ہچکیاں میری طرح

میں تو دل کو ڈھونڈتا ہوں کوچۂ دلدار میں
تو جھکا پڑتا ہے کیوں اے آسماں میری طرح

ہائے رے افسردگی اس دل کی جسکا قول ہے
ہو نہ کوئی پھول پامالِ خزاں میری طرح

ہیں یہی آہیں تو گھر اپنا چمن میں رہ چکا!
دیکھنا اڑتا پھرے گا آشیاں میری طرح

میں وہ ہوں دیکھی ہیں برسوں جس نے آنکھیں آپکی
کوئی ہو سکتا ہے کب جادو بیاں میری طرح

میرے اشکِ چشم سے کہتا ہے وہ طفلِ حسین
میں چلوں اٹھ کر تو ہو تو بھی رواں میری طرح

یار کی تصویر سے بہلے گا دل کیونکر جلیل!
میری قسمت سے ہے وہ بھی بے زباں میری طرح

تو جو اے بلبل کرے آہ و فغاں میری طرح
پھاڑ ڈالے جیبِ دامن باغباں میری طرح

کیا زمانہ ہے وہی اب آفتِ جاں ہو گئے
کہتے تھے جو ہے کوئی آرامِ جاں میری طرح

مدتوں سے یہ کدورت اے زمیں کے یار
پھٹ پڑے تجھ پر بھی ظالم آسماں میری طرح

کچھ تو ہے زاہد جو چرچا ہے بتوں کے حسن کا
ورنہ سودائی ہے کیا سارا جہاں میری طرح

سوزِ دل کا حال کہہ سکتا ہے کون اس بزم میں
شمعِ محفل کی بھی کٹتی ہے زباں میری طرح

اف رے تاثیرِ محبت سنتے سنتے میرا حال
دردِ دل کرنے لگے وہ خود بیاں میری طرح

دیکھو دیکھو آ گئی وہ پاؤں تک لٹ نے دراز
تو بھی اب تم بھی پہنو بیڑیاں میری طرح

لپکے میرے اشک دامن میں یہ کہتی ہے زمیں
خاک چھکانے گا تلے آسماں میری طرح

ہائے مٹی ہو رہا ہے ہجر میں لطفِ شباب
کاش میرا بخت بھی ہوتا جواں میری طرح

غنچہ و گل پر بھی قاتل کر گیا ہے ہاتھ صاف
کوئی زخمی ہے تو کوئی نیم جاں میری طرح

اپنے دل مین تجکو رکھ کر رات بھر بیدار ہون
کون ہو سکتا ہے تیرا پاسبان میری طرح

میری نادانی کہ ہے اُس سے نہ ملنے کا گلہ
چاہنے والا ہے جسکا اک جہان میری طرح

کوئی کیا سمجھے اندھیرے مین نکلتے ہین وہ کیون
اپنے سایے سے بھی ہین اب بدگمان میری طرح

جلوۂ جانان یہ کہتا ہے سما کر آنکھ مین
ہو تو لے کوئی عیان ہوکر نہان میری طرح

وہ مرے دل مین مکین ہوکر بہت ہی خوش ہوئے
کہتے ہین سب کو ملے یارب مکان میری طرح

دیکھئے کیا کام کرتی ہے نزاکت وقتِ قتل
آج انکا بھی ہے گویا امتحان میری طرح

پرتوِ رُخ کا تماشا جلوہ گہ مین دیکھئے
لوٹتی پھرتی ہین ہر سو بجلیان میری طرح

وصل کا وعدہ اور ایسا ہیزہ کیا بات ہے
کیا کسی کو اور بھی ہے ہوزبان میری طرح

یون تو آوازِ جرس مین گرمیان ہوتین نہین
ہے یہ کوئی دلجلا گرمِ فغان میری طرح

رنگ میرا چھا گیا سارے چمن مین اے جلیل
بلبلین بھی ہو رہی ہین گلفشان میری طرح

ردیف خائے معجمہ

ہے گلے مین جو اُن کے جوڑا سُرخ
آج آنکھون مین ہے زمانا سُرخ

کیون نہ دونی بہار ہو تم پر
سبز رنگ اور اُسپہ جوڑا سُرخ

کسقدر شوخ ہے شراب کا رنگ
ہو رہا ہے تمام مینا سُرخ

کسنے دھوئے ہین ہاتھ مہندی کے
ہو رہا ہے جو آج دریا سُرخ

موسمِ گل ہے پھول پھولے ہین
دیکھنا باغ کیا ہے سارا سُرخ

کون کرتا ہے خون کا دعوے — آپ کیون کر رہے ہین چہرا سرخ

خوش جمالون کا ایک نگ نہین — یاسمن ہے سفید لالا سرخ

خون کرتی ہے پارسائی کا — سبز بوتل مین ہے جو صہبا سرخ

وہی قاصد مکان ہے قاتل کا — جسکے در پر پڑا ہو پردا سرخ

کس نے لپٹا کے آج پیار کیا — ہو رہے ہو جو تم سراپا سرخ

لب رنگین کے وصف سے ہین جلیل
میرے دیوان کے سب اجزا سرخ

ردیف دال مہملہ

منہ سے کہو دیکھ لین رخسار محمد — اللہ کا دیدار ہے دیدار محمد

اس درجہ بڑھی گرمی بازار محمد — اللہ ہوا آپ خریدار محمد

سوتے سے جگا دے مری قسمت کو الٰہی — سوتے مین دکھا دے مجھے دیدار محمد

قسمت دل صد چاک کی دم بھر مین سلجھ جائے — الجھین جو کہین گیسوے خمدار محمد

لطف شب معراج بڑھانے کیلئے ہین — وہ لٹکے ہوئے گیسوے خمدار محمد

جنت کو کہین ڈھونڈنے جانا تو نہین ہے — دیکھو نہ وہ کیا ہے پس دیوار محمد

ملتی ہے سزا کے عوض آسائش کونین — صد شکر کہ ہون بھی تو گنہگار محمد

کہدو کہ بلائین نہ مجھے خلد مین حورین — اچھا ہون تہ سایۂ دیوار محمد

گزرے جو سر شام ادھر عاشق گیسو — لینے کو بڑھا سایۂ دیوار محمد

پی جائے اگر چشمۂ کوثر بھی وہ سارا
سیراب نہ ہو تشنۂ دیدارِ محمدؐ

یہ منہ نہین یارب جو کہون در پہ جگہ دے
ہو جائے ٹھکانا پسِ دیوارِ محمدؐ

قبلے کی نہین سمت جو معلوم تو کیا غم
ہین یاد جلیل ابروئے خمدارِ محمدؐ

ردیفِ دال ہندی

باغبان کو غنچہ و گل پر گھمنڈ
غنچہ و گل کو ہے بلبل پر گھمنڈ

غور سے دیکھو تو کچھ بیجا نہین
مجھکو تم پر خار کو گل پر گھمنڈ

میرے نالے پر وہ بت بن گئے
جنکو تھا ناقوس کے غل پر گھمنڈ

لاکھون اے صیاد اسکے ہین اسیر
تجکو ہے صرف ایک بلبل پر گھمنڈ

تاجِ شاہی پر نہین جم کو غرور
جس قدر ہے ساغرِ مل پر گھمنڈ

تم اٹھا کر حشر سمجھا دو انھین
جن کو ہے دورِ تسلسل پر گھمنڈ

راستی کو ہے قدِ موزون پہ ناز
پیچ و خم کو اس کی کاکل پر گھمنڈ

کیا کرون اس سے تغافل کا گلہ
ہو جسے اپنے تغافل پر گھمنڈ

اب وہی بے صبر دل مشہور ہے
تھا جسے صبر و تحمل پر گھمنڈ

تا کجا اے اہلِ دنیا! تا کجا
دولت و جاہ و تجمل پر گھمنڈ

نازِ دولت ہے امیرون کو جلیل
ہم فقیرون کو توکل پر گھمنڈ

ردیف ذالِ معجمہ

کرے گا وہ کسی عامل سے اسکے کیا تعویذ
مریضِ غم کے لئے ہے عبث دُعا تعویذ

کہے سے نامہ اگر گر پڑا تو کیا ہوگا
گلے کا اپنے اسے نامہ بر بنا تعویذ

خدا کرے وہ چلے آئین فاتحے کیلئے
اثر دکھائے کہین میری قبر کا تعویذ

گمان ہوا کوئی تارا فلک سے ٹوٹا ہے
جو رات بازوئے جانان سے کُھل پڑا تعویذ

نگاہِ بد کی جو حاسد نے تیغ چمکائی
سپر بنا وہین بازوئے یار کا تعویذ

سنا دیا جسے اک شعر ہوگیا تسخیر
مری غزل بھی کوئی نقشِ حُب ہے یا تعویذ

تمہارے آتے ہی دردِ جگر روانہ ہوا
کسی نے گھول کے گویا پلا دیا تعویذ

ٹنگے ہے زلفِ پریشان مین رات دن تیری
ملے ہین تجکو بھی کیا طالعِ رسا تعویذ

جلیلؔ شیشے مین اُترا نہ وہ پری رخسار
بہت عمل کئے لکھے ہزارہا تعویذ

ردیفِ رائے مہملہ

تکلیف اُٹھاتے ہین بہت گھر سے نکلکر
جانا نہ کہین تم دلِ مضطر سے نکلکر

قاتل جو چلین پیاس مین ہم گھر سے نکلکر
دوڑے ابھی پانی ترے خنجر سے نکلکر

ہستی و عدم دونون ہمارے ہی لئے ہین
اُس گھر مین چلے جائینگے اِس گھر سے نکلکر

افسوس کہ مُڑکر بھی تو دیکھا نہ اُنہونے
تڑپا کئے نالے دلِ مضطر سے نکلکر

دُنیا ہی سے ہم اُٹھ گئے اُٹھکر ترے در سے
اللہ کے گھر پہنچے ترے گھر سے نکلکر

بڑھ چلتی ہے جب آہ تو کہتا ہے وہ بیدرد / جائے گی کہاں زلفِ معنبر سے نکلکر
آنسو تھے کہ وحشی ترے اللہ رے تباہی / مُنہ گھر کا نہ پھر دیکھ سکے گھر سے نکلکر
کیا ناک مین دم وحشتِ دل سے ہے کہ ہر دم / کہتی ہے کہ صحرا کو چلو گھر سے نکلکر
زلفین اُنکی سنواری تو وہ سیدھے ہوئے مجھ سے / بل آگئے بالون مین مقدر سے نکلکر
ہان سچ ہے نہین تم نے سُنے رات کے نالے / گھبرائے سے پھرتے تھے ہمین گھر سے نکلکر
دیکھا نہ گیا یہ بھی کہ مین قبر مین سوتا / فتنون نے جگایا، تری ٹھوکر سے نکلکر
دروازے پہ اک خلق پڑی لوٹ رہی ہے / کیا سیر ہے دیکھو تو ذرا گھر سے نکلکر
ڈرتے ہین وہ محشر سے تو سمجھاتی ہے شوخی / چل دینگے کہین عرصۂ محشر سے نکلکر
قابو سے نکلنے مین تو مشتاق بہت ہو / جب جانین کہ جاؤ دلِ مضطر سے نکلکر
سیدھے ہوئے تیور تو نظر ہوگئی ٹیڑھی / بل تیر مین آیا ترے خنجر سے نکلکر
جب آئنہ رو کہہ کے بُلایا تو وہ بولے / جاتا نہین آئینہ کہین گھر سے نکلکر
اچھا ہوا برباد رہین رات بھر آہین / پوچھو کہ گئین کیون دلِ مضطر سے نکلکر

کچھ کہئے جلیل اُن سے ضرور آپ سے بگڑی
رنجش کوئی جاتی بھی ہے تیور سے نکلکر

چلے ہائے دم بھر کو مہمان ہو کر / مجھے مار ڈالا مری جان ہو کر
یہ صورت ہوئی ہے کہ آئینہ پہرون / مرے مُنہ کو تکتا ہے حیران ہو کر
بگڑنے مین زلفِ رسا کی بن آئی / لئے رخ کے بوسے پریشان ہو کر
پسِ ذبح گردن جُھکانا ستم تھا / لٹایا ہے کیا کیا پشیمان ہو کر
جوان ہوتے ہی لے اُڑا حسن تم کو / پری ہوگئے تم تو انسان ہو کر

نہ کھینچ اب بہت پیار کرنے دے خنجر
لپٹ جا گلے سے گریبان ہوکر

مین قربان کہنا بھی مشکل ہے مجکو
وہ کہتے ہین دکھلا دو قربان ہوکر

نہ نکلے کبھی گھر سے اللہ رے عصمت
رہے دل ہی مین دل کا ارمان ہوکر

نہ آخر بچا پردۂ رازِ دشمن
ہوا چاک میرا گریبان ہوکر

حواس آتے جاتے رہے روزِ وعدہ
تری یاد ہوکر، مری جان ہوکر

کرم مین مزہ ہے ستم مین ادا ہے
مین راضی ہون جو تجکو آسان ہوکر

جدا سر ہوا پر ہوئے ہم نہ ملکے
رہی تیغ گردن پر احسان ہوکر

بتون کو جگہ دل مین دیتے ہو توبہ
جلیل ایسی باتین مسلمان ہوکر

رازِ دل چھپ نہین سکتا ہے معما بنکر
ایک دن منہ سے نکلجاے گا نالا بنکر

خالِ رخ جلوہ نما ہوتا ہے کیا کیا بنکر
آنکھ مین آنکھ کا تل دل مین سویدا بنکر

ناز سے کہتی ہے وہ زلفِ چلیپا بنکر
بو مری سر مین سما جاتی ہے سودا بنکر

جتنے آئینے ہین سب تکتے ہین صورت میری
آئینہ خانے مین آیا مین تماشا بنکر

مین ہی بیمار نہین آنکھ تو دیکھو اپنی
کیا بنایا مری جان تم نے مسیحا بنکر

قتل کے بعد مرے چہرے پہ رنگت کیسی
پھوٹ نکلی ہے وفا خونِ تمنا بنکر

دہنِ یار کا نقشہ نہ اڑانا بہزاد
رنگ تصویر سے اڑجاے گا عنقا بنکر

نکلے سینے سے مرے تیر و پیکان نہ کبھی
کوئی دل بن کے رہا کوئی کلیجا بنکر

ان پہ مرتے ہی رہین گے وہین مرنیوالے
موت کا کیا وہ بگاڑین گے مسیحا بنکر

خواب مین یار کے آنیکا جو آتا ہے خیال
آنکھ کھل جاتی ہے آغوشِ تمنا بنکر

ان کو پردے میں بھی ہے شوقِ نموداری کا
آنکھوں میں رہتے ہیں وہ آنکھ کا تارا بنکر

شامِ غربت کی ادا قیس سے پوچھے کوئی
بال کھولے ہوئے حور آئی ہے لیلےٰ بنکر

دیکھنا کشتۂ رفتار سبھی اُٹھتے ہیں
حشر اُٹھا ہے ترے کوچے سے مسیحا بنکر

عارض و ابرو وخال آپکے کیا چمکے ہیں
مہر بنکر مہِ نو بن کے ستارا بنکر

آبداری تری تلوار کی دیکھی ہم نے
سوکھے گھاٹ اس نے اُتارا ہمیں دریا بنکر

دل کو ناوک سے اُڑانا کوئی آسان تھا
اُڑ گیا رنگِ رُخِ یار نشانا بنکر

نعتیہ
کفِ دست ولب و رخ آپکے مشہور رہے
حُسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا بنکر

پیار کی آنکھ جلا لیتی ہے ہم کشتوں کو
کام کر جاتے ہیں بیمار مسیحا بنکر

عشقِ کاکل سے نہ چھوٹے گی کبھی جانِ جلیل
عمر بھر ساتھ رہے گا ترے سایا بنکر

اور اِترائینگے وہ برقِ تجلےٰ بنکر
آرسی گھورتی ہے دیدۂ موسےٰ بنکر

گوشہ گیری سے بھی شہرت مری کچھ کم نہ ہوئی
پر نکالے مرے مضمون نے عنقا بنکر

پیرہن پھاڑ کے بوگل کی نکل بھاگی ہے
باغ میں فصلِ بہار آئی ہے سودا بنکر

بزم میں بیٹھ کے کیا کیا نہ اُٹھائے فتنے
ستم آرا وہ سبنے انجمن آرا بنکر

دُرِ مضمون کا ہے وہ جوش کہ اللہ اللہ
لہریں لیتی ہے طبیعت مری دریا بنکر

حسرتِ دید کی تاثیر اسے کہتے ہیں
پُتلیاں قیس کی پھرنے لگیں لیلیٰ بنکر

ایک پیکان نے کیا خون ہمارے دل کا
ایک قطرے نے ڈبویا ہمیں دریا بنکر

دل میں چُبھنے سے ادا اور ہوئی مژگان کی
نوک کی لینے لگی خارِ تمنا بنکر

نعتیہ
بانکپن حُسن کا افلاک کو دکھلانا تھا
چاند کے ٹکڑے کیے چاند کا ٹکڑا بنکر

مار ڈالا نگہِ لطف سے اک عالم کو
ملک الموت ہوئے تم تو مسیحا بنکر

اپنے مرنے کا کسے غم ہے غم اس کا ہے مجھے
جان نکلی مرے دشمن کی تمنا بنکر

عشق بہروپ تھا جو چشم و دل و سر مین رہا
کہین حیرت کہین وحشت کہین سودا بنکر

ہاتھ دھونا ہو جسے جینے سے اپنے دھو لے
تیغِ یار آج روانی پہ ہے دریا بنکر

بوسہ دے لو تو یہ دل زلف مین اپنی رکھلو
نقد ٹھہرا ہے بگڑ جائے گا سودا بنکر

پھول ہین تازہ دم ایسے کہ ہنسے دیتے ہین
روح پھونکی ہے صبا نے دمِ عیسیٰ بنکر

یار نے گھر سے نکلنے کی قسم کھائی ہے
دل مین پنہا ہے مرے دل کی تمنا بنکر

نقشِ پا کو نہ ستمگر نے پلٹ کر دیکھا
راہ تکتے ہی رہے چشمِ تمنا بنکر

حشر کے روز نبیؐ کا قدِ بے سایہ جلیل
سایہ ڈالے گا سرِ خلق پہ طوبیٰ بنکر

آنکھ جھلکی جو دمِ دید پیالا بنکر
بولے آیا ہے بڑا دیکھنے والا بنکر

اور بگڑے گا اب آشفتہ مزاجون کا مزاج
آج نکلا ہے مرا گیسوؤن والا بنکر

تم سلامت رہو برقع کے اُٹھانے والے
گھر مین آئے ہو مرے گھر کا اُجالا بنکر

ہم ہین اُس درد کے قائل جو چھپائے نہ چھپے
مُنہ کو آئے جو کلیجا بھی تو نالا بنکر

اب بگڑ کر مری آنکھون کو دکھاؤ آنکھین
تمنے آئینے کا ارمان تو نکالا بنکر

کیا مزہ ہے اِدھر اُٹھی ہے دھوان دھار گھٹا
اُدھر آیا ہے مرا گیسوؤن والا بنکر

تم بڑھاؤ جو مرا دل تو بڑھے حُسنِ نعمان
لطف دے نالۂ موزون قدِ بالا بنکر

بڑھ گیا حُسنِ سماعت سے مرے شعر کا حُسن
کان مین اُن کے پڑا کان کا بالا بنکر

ٹوٹتا خار کا مجھ سے نہین دیکھا جاتا
پھوٹ بہتی ہے مری آنکھ بھی چھالا بنکر

داغ کھانے سے نکلتے ہین مضامین رنگین
لعل اُگلتی ہے طبیعت مری لالا بنکر

فروغ حسن جب چھپتا نہیں ہو کا یہ عالم ہے
نقاب رخ نہیں برق تنک ہے ماہ کامل پر

ٹھکانا پوچھتے ہیں سب تمہارا مجھ سے آ آ کر
کوئی تصویر دو اپنی لگا دوں میں در دل پر

تمھیں کو شمع محفل آج کہنا زیب دیتا ہے
کہ اپنے حسن سے چھائے ہوئے ہو ساری محفل پر

فقط تم ہو جسے عشاق کے حلقے سے نفرت ہے
وگرنہ بارہا دیکھا ہے ہالہ ماہ کامل پر

تمھارے دست نازک کے سبھی مشتاق رہتے ہیں
اچھلتا ہے کلیجا ہاتھ رکھتے ہو جو تم دل پر

تمنا تھی وہ مجکو ذبح کرتا اپنے کوچے میں
مرے سے لوٹتا پھرتا زمین کوے قاتل پر

کردن لطیف جبیں کی تو زلف نکلی کہتی ہے
تصدق رات کا ہے حجب ہے دق ماہ کامل پر

تجھے اے رہرو راہ عدم کیوں اتنی جلدی ہے
ذرا دم لے ملیگا خاک کیا رکھا ہے منزل پر

رگ گل سے ملاتے پھرتے ہیں منہ لے کے اپنا
وہ ڈورے ڈالنے آئے ہیں گلشن میں عنادل پر

حرم کیا بتکدہ کیا میں اسے گھر گھر پکار آیا
یہی اب جی میں آتا ہے کہ دستک دوں در دل پر

جلیل اس راہ میں موقع نہیں آرام لینے کا
تھکن اپنی مٹا لینا پہونچ جانا جو منزل پر

توکل کا یہ منشا ہے کہ اطمینان پیدا کر
نہ ہو سامان کا پابند یا سامان پیدا کر

نہ کچھ سامان پیدا کر نہ کوئی شان پیدا کر
محبت ہے بڑی دولت یہ تا امکان پیدا کر

کرے جو دل کو زندہ دل میں وہ ارمان پیدا کر
کسی پر جان دینا ہے تو پہلے جان پیدا کر

اجل سر پر ہے پر دل میں ذرا سا وقت فرصت کا
جو کچھ کرنا ہے پیدا جلد اے نادان پیدا کر

مزہ تصویر کا اسوقت آئے گا مصور کو
کہیگا اس سے جب خالق کہ ہاں جان پیدا کر

نہ ہو دیوانہ منہ تم بیٹھ کر پریوں کی صحبت میں
اگر انسان بننا ہے کوئی انسان پیدا کر

ملا ہے یہ سبق اسکو کتاب نوجوانی سے
حسینو شان پیدا کر ادا میں آن پیدا کر

وہ لذت قتل میں پائی کہ لب پر یہ دعا آئی
الٰہی اور بھی میرے لئے اک جان پیدا کر

بڑھا لے وسعتِ دل پاؤں پھیلائے ہیں وحشت نے
تقاضا تجھ سے ہے کوئی کھلا میدان پیدا کر

وہ جس محنت سے جس صورت سے ہاتھ آئے غنیمت ہے
جو یوں پیدا نہ ہو جاناں تو کھو کر جان پیدا کر

بھڑک اٹھی تھی جس سے آتشِ شوقِ دلِ موسیٰ
وہی انداز باتوں میں ترے قربان پیدا کر

بھڑکتی آگ میں لے دل پتنگا کود پڑتا ہی
تجھے بھی عشق کرنا ہے تو اتنی جان پیدا کر

سمائیں گے کہاں ظالم خرامِ ناز کے فتنے
جو چلنا ہے تو پہلے حشر کا میدان پیدا کر

وہ کہتے ہیں تجھے اس حال پر شوقِ شہادت ہے
جگر میں خون پیدا کر بدن میں جان پیدا کر

تری صورت کا نظارہ بہت دشوار سنتا ہوں
خدا کے واسطے صورت کوئی آسان پیدا کر

مرے دل کو وہ کھوئیں میں کروں پیدا تماشا ہے
کوئی دن میں کہینگے جان لیکر جان پیدا کر

رلایا خود مجھے ہنس ہنس کے اب ارشاد ہوتا ہے
کہا تھا تجھ سے کس نے بے ادب طوفان پیدا کر

وہ گویا آئینے میں عکس کو اپنے سکھاتے ہیں
یہ تیور یہ ادا یہ تمکنت یہ شان پیدا کر

جلیل اکثر کہا کرتا ہے وہ عیسیٰ نفس مجھ سے
کہ ہم مردے جلائیں تو سخن میں جان پیدا کر

سوزِ فراق سے ہے بنی اپنی جان پر
اتنا کہا تھا پڑ گئے چھالے زبان پر

ساقی پھر آ رہی ہے گھٹا آسمان پر
بجلی گرے گی پھر مری توبہ کی جان پر

ہنسیے جو غیر سے تو اسی کے مکان پر
بجلی گرائی جاتی ہے کیوں میری جان پر

دل کی خبر تو لیتے ہیں یاد اپنی کھینچ کر
اسکی خبر نہیں جو گزرتی ہے جان پر

جلنے سے میں بچا تو فلک کو جلن ہوئی
بجلی زمیں سے اٹھ کے گری آسمان پر

میں کیا بتاؤں آبلہ پائی کا ماجرا
کانٹوں سے پوچھ لو کہ ہے سبکی زبان پر

درد اپنے دل کا بلبلِ نالاں سنائے جا
گل کان میں لگائے تری داستان پر

اک دن کہا تھا میں نے محبت کا ہو بُرا
واں جب سے چڑھ گیا ہے یہ فقرہ زبان پر

ہم بھی وہ تھے کہ مٹکے ستم کا عوض لیا
اُڑ اُڑ کے اپنی خاک پڑی آسمان پر

اپنے قدِ خمیدہ کو سیدھا نہ کر سکا
رستم کا بھی نہ زور چلا اس کمان پر

ہمنے پیا تھا بادۂ وحدت ازل کے دن
کچھ کچھ ابھی تک اُس کا مزہ ہے زبان پر

بعدِ فنا ہے نام بلند اپنا اے جلیل
زیرِ زمین بھی جاکے رہے آسمان پر

کیوں کر ترا دماغ نہ ہو آسمان پر
تارے ہیں سجدہ ریز قدم کے نشان پر

آہ و فغاں سے بنگئی بلبل کی جان پر
اور گل وہ ہیں کہ جوں کبھی رینگی نہ کان پر

تڑپوں جو لاؤں نام محبت زبان پر
دل میں اگر چھپاؤں تو بنتی ہے جان پر

سینے سے چرخِ پیر لگائے ہے چاند کو
کچھ عشق منحصر نہیں بوڑھے جوان پر

رہتی ہے اسکے ہاتھوں جو گردش میں آسیا
رہ رہ کے دانت پیستی ہے آسمان پر

اوصاف اپنے حسن کے مجھسے نہ پوچھئے
جو دل میں ہے وہ آ نہیں سکتا زبان پر

پہونچی ہے زیرِ عرشِ بریں خاکِ عاشقاں
ہو لطف پھٹ پڑے جو زمیں آسمان پر

دو دن کی ہے بہارِ چمن اسپہ ناز کیا
پھولوں کو آرہی ہے ہنسی باغبان پر

گلہائے داغِ دل کو گلے باندھوں آہ کے
سہرا چڑھاؤں پھولوں کا میں اس نشان پر

چشمِ سیاہ مست کا پلکوں میں ہے وہ رنگ
جیسے ہو بھیڑ شام کو مے کی دکان پر

اُس مہ جبیں کے زیرِ قدم جب سے آئی ہے
آوازے کس رہی ہے زمیں آسمان پر

معلوم ہے سوالِ نکیرین کا جواب
لیکن یہاں کسے ہے بھروسا زبان پر

لاکھون تڑپ کے مر گئے تیور وہی رہے
قربان جائیے تری اس آن بان پر

چن چن کے پھول توڑے ہین بلبل کے سامنے
بجلی نہ کوئی ٹوٹ پڑی باغبان پر

دل توڑ کر مین تلملے یہ نالہ اگر کرون
پھٹ پھٹ کے آسمان گرے آسمان پر

مین سوز دل چھپانے مین کم شمع سے نہین
کاٹون زبان آہ جو آئے زبان پر

مضمون تازہ ہو کہ نہ ہو لیکن اے جلیل
ایسا کہو کہ حرف نہ آئے زبان پر

ردیف رائے ثقیلہ

چلکر نہ زلف یار کو تو اے صبا بگاڑ
اندھیر ہوگا اس سے اگر ہو گیا بگاڑ

عاشق کو ہر طرح سے مصیبت کا سامنا
اچھا ترا ملاپ نہ اچھا ترا بگاڑ

مین کیون کرون کسی کو مکین مکان دل
مین کیون کہون کسی سے کہ تو گھر مرا بگاڑ

موقوف ایک دو پہ نہین یار کا عتاب
اس سے جدا بگاڑ ہے اس سے جدا بگاڑ

ہوتی تھی عاشقون مین بڑے لطف سے بسر
بیٹھے بٹھائے آپ نے کیون کر لیا بگاڑ

ایسے مریض عشق کا کس سے علاج ہو
پیدا کرے مزاج مین جس کے دوا بگاڑ

نازک مزاج یار کا برتاؤ کیا کہون
دو دن رہا ملاپ تو برسون رہا بگاڑ

اچھون مین عیب بھی ہو تو داخل ہنر مین ہے
رکھتا ہے سو بناؤ تری زلف کا بگاڑ

اچھا ہوا جلیل سے تم صاف ہو گئے
اغیار نے تو ڈال دیا تھا بڑا بگاڑ

ردیفِ زائے معجمہ

سلطانِ عرب کے نورِ نظر سلطان الہند غریب نوازؒ
ایمان کے شجر عرفان کے ثمر سلطان الہند غریب نوازؒ

اللہ نے زر جاص دیا۔ ولیوں کا تمھیں سرتاج کیا
وہ سب ہیں ستارے تم ہو قمر سلطان الہند غریب نوازؒ

تم قبلۂ جان تم کعبۂ دین۔ میں خاک نشین تم عرش نشین
تم دستِ عطا میں دستِ نگر سلطان الہند غریب نوازؒ

ارشاد ہو اب بندہ پرور یہ فیض و عطا کا چھوڑ کے در
میں جاؤں کہاں میں جاؤں کدھر سلطان الہند غریب نوازؒ

ملجائے مرادِ دلی ورنہ میرا ہے یہیں جینا مرنا
چوکھٹ ہے تمھاری اور یہ سر سلطان الہند غریب نوازؒ

بیچارہ دخستہ و زار ہوں میں تم دیکھ لو سینہ فگار رہوں میں
درکار ہے چارۂ دردِ جگر سلطان الہند غریب نوازؒ

اے خواجۂ خلق معین الدین مقبول ہو عرضِ جلیلِ حزین
ہو جائے ادھر بھی ایک نظر سلطان الہند غریب نوازؒ

ردیفِ سینِ مہملہ

کیا خوشنما ہیں داغ مرے دل کے آس پاس
تارے ہوں جس طرح مہِ کامل کے آس پاس

دولھا کی ہے برات کہ یہ قتل گاہ ہے — کشتے پڑے ہین سیکڑون قاتل کے آس پاس
عشاق بار پاتے نہین بزمِ یار مین — پروانون کا ہجوم ہے محفل کے آس پاس
منشا یہ ہے کہ ہاتھ لگائے نہ اسکو موت — خنجر لئے وہ پھرتے ہین بسمل کے آس پاس
گھر پر مرے حسینون کا میلا لگا ہے آج — دل بیچ مین ہے اور ہین سب دل کے آس پاس
لیلیٰ یہ آہِ گرم کسی دل جلے کی ہے — بجلی سی کوندتی ہے جو محمل کے آس پاس
حاجت نہ دام کی ہے نہ دانے کی باغبان — دو چار پھول رکھدے عنادل کے آس پاس
مجنون کے اشتباہ سے لیلیٰ کا ہے یہ حکم — آنے نہ پائے گرد بھی محمل کے آس پاس

ہشیار اے جلیل یہ اُلفت کی راہ ہے
ہین راہزن لگے ہوے منزل کے آس پاس

ردیفِ شین معجمہ

صیاد کو ہے بلبلِ ناشاد کی تلاش — بلبل ہین ایک ہم کہ ہے صیاد کی تلاش
آفت مین جان ہے دلِ ایذا طلب سے ہے — ہے روز اک نئے ستم ایجاد کی تلاش
کٹتے نہین پہاڑ سے دن ہجرِ یار کے — اب تو ہے مجھکو تیشۂ فرہاد کی تلاش
تاثیر منہ چھپائے ہوئے ہے تو کیا ہوا — خالی نہ جائے گی مری فریاد کی تلاش
آوارگانِ عشق کو تم ڈھونڈتے ہو کیا — بیجا نہ ہو ہے نکہتِ برباد کی تلاش
کچھ کم نہین مرے لئے جور و جفائے دل — مین کیون کرون کسی ستم ایجاد کی تلاش
جوشِ جنون یہی ہے جو مژگان کی یاد مین — رگ رگ کو ہوگی نشترِ فصّاد کی تلاش
اسکے نئی طرح کا ہوا ہے جنون مجھے — زنجیر کی ہے فکر نہ حدّاد کی تلاش

بیچین ہے یہ تیر نشانے کے واسطے
اُس کی نظر کو ہے دلِ ناشاد کی تلاش

کافی ہے میرے واسطے صورتگرِ خیال
مانی کی جستجو ہے نہ بہزاد کی تلاش

رنج والم ہو درد ہو داغِ فراق ہو
ہر ایک کو ہے عاشقِ ناشاد کی تلاش

ہین امتحانِ غیر ہین کیا کیا رُکاوٹین
خنجر جو ملگیا تو ہے جلّاد کی تلاش

قسمت نے دی نجات نہ مجکو تلاش سے
دلبر ملا تو ہے دلِ ناشاد کی تلاش

لاتے تھے اے جلیل وہ مضمون عرش سے
کچھ پوچھیے نہ حضرتِ استاد کی تلاش

ردیفِ صادِ مہملہ

اللہ رے تیری زلفِ سیہ فام کے خواص
اک مرغِ جان کے حق مین ہین دام کے خواص

بیمارِ چشمِ یار کو شاید مفید ہو
پوچھین کسی طبیب سے بادام کے خواص

اے شوخِ عشوہ گر تری چشمِ سیاہ مین
مین دیکھتا ہون گردشِ ایّام کے خواص

آیا یہ لب پہ اور گیا دردِ دل مرا
اکسیر سے ہین بڑھکے ترے نام کے خواص

آہ وفغان ونالہ و بیتابی و تپش
نامِ خدا یہ ہین دلِ ناکام کے خواص

مُنہ سے مرے لگا دے کہ ہوجائے امتحان
سُن تو چکا ہین پیرِ مغان جام کے خواص

حیران ہون کہ پیرِ مغان کے لباس مین
آئے کہان سے جامۂ احرام کے خواص

گزرے مزارِ جم پہ تو آئے ہمین نظر
لکھّے ہوے بخطِّ جلی جام کے خواص

اوصاف کچھ نہ پوچھیے ہم سے جلیل کے
ہین اُس مین ایک رندِ مے آشام کے خواص

ردیفِ ضادِ معجمہ

کیا نصیبے کے زبردست ہین خالِ عارض — جنکو حاصل ہے شب و روز وصالِ عارض
اے فلک دیکھ لیا تونے زوالِ مہ و مہر — اور کیا تجکو دکھائین وہ کمالِ عارض
اِس نظر سے کہ نہ آئینے کی لگ جائے نظر — روز کاجل سے بناتے ہین وہ خالِ عارض
رات ہی کو تو قمر نور فشان ہوتا ہی — بکھرے بالون مین کوئی دیکھے جمالِ عارض
دلِ پُرداغ کے ہوتے جو ستارے اچھے — آج ہوتا کسی معشوق کا خالِ عارض
دل بھی مین دُون کرون جان بھی اپنی صدقے — یہ ہے گیسو کی طلب وہ ہے سوالِ عارض
آپکے حُسن کو قدرت نے بنایا صیّاد — دام و دانہ ہے چمن مین خط و خالِ عارض
دل یہ کہتا ہے کہ دن رات رہے پیش نظر — یہ بہارِ چمنِ گیسو۔ یہ جمالِ عارض
گرمِ فریاد ہے جلتا ہے تڑپتا ہے سپند — اسنے بھی دیکھے ہین شاید ترے خالِ عارض
کیا کہین تم سے گزرتے ہین دن اپنے کیونکر — صبح سے بیٹھتے ہین لے کے خیالِ عارض
شبِ ہجر اور شبِ وصل کی تشبیہ یہ ہے — وہ تو ہے سلسلۂ زلف یہ خالِ عارض
کہدو پھولون سے نزاکت تو اسے کہتے ہین — ذہن مین آ نہین سکتی ہے مثالِ عارض
ٹوٹنا چرخ سے تارون کا اِسی شوق مین ہے — چاہتے ہین کہ بنین آپکے خالِ عارض
تجھپہ جو آنکھ پڑی چھوڑ گئی تل اپنا — پہلے اتنے تو نہ اے یار تھے خالِ عارض

ذاتِ واحد کے تصوّر مین رہو محو جلیل
یادِ گیسو ہے نہ اچھّی نہ خیالِ عارض

ردیف طاے مہملہ

الفت کا عہد کرکے نبا ہین غلط غلط
وہ بھی مری طرح مجھے چا ہین غلط غلط

کیونکر وصالِ غیر کا الزام دیجیے
کہتی ہین اُنکی پاک نگا ہین غلط غلط

قائل نہین ہین اُسکی محبّت کا نامہ بر
تونے سُنی ہون یار کی آہین غلط غلط

اغیار دردِ عشق سے آگاہ بھی نہین
کروٹ بدل بدل کے کرا ہین غلط غلط

اے دل خیالِ کوچۂ گیسو کو چھوڑدے
طے ہوسکین یہ پیچ کی راہین غلط غلط

کہتے ہین عاشقون مین تعلّی بلا کی ہی
پہنچین کسی کی عرش پر آہین غلط غلط

بجلی سے کون آنکھ لڑائے گا اے جلیل
دیکھی ہون تونے اُسکی نگاہین غلط غلط

ردیف ظاے معجمہ

بیٹھ جا کر سرِ منبر واعظ
ہوگیا تو تو مرے سر واعظ

مے تو جائز نہین یہ جائز ہے
روز کھاتا ہے مرا سر واعظ

بند کرتا ہے درِ توبہ کیون
کھول کر وعظ کا دفتر واعظ

واعظون کی مین کرون کیا تعریف
گھر مین میخوار ہین باہر واعظ

میکشون ہی کے لیے ہے یہ بات
جو ہے دل مین ہی لب پر واعظ

دیکھ کس رنگ سے اُٹھی ہے گھٹا
تہ کر اب وعظ کا دفتر واعظ

کس طرح پیتے ہین پینے والے
دیکھ لینا لبِ کوثر واعظ

موت بھی آتی ہے تو حیلے سے — آگیا رندون مین کیونکر واعظ
سختیان رندون پہ کرتے کرتے — عقل پر پڑ گئے پتھر واعظ
آتشِ تر کا جو پڑ جاے مزہ — پھونکدے وعظ کا دفتر واعظ
رند آپسے جو باہر ہین تو ہون — تو نہو جامہ سے باہر واعظ
شیشۂ دل کا خدا حافظ ہے — تیری ہر بات ہے پتّھر واعظ
ذکرِ مے وعظ مین جب آتا ہے — جھومتا ہے سرِ منبر واعظ
لپکے آنکھون سے لگاتا ساغر — پڑھ جو لیتا خطِ ساغر واعظ

محفلِ وعظ مین کیون جاؤن جلیلؔ
ہین مجھے شیشۂ و ساغر واعظ

ردیف عینِ مہملہ

دردِ جگر کی جب نہوئی دل کو اطّلاع — پھر خاک ہوگی اُس بتِ قاتل کو اطّلاع
کیا فائدہ کہ اُن سے کرین عرضِ حال ہم — ممکن نہین کہ دل کی نہو دل کو اطلاع
پھولون کو دیکھ دیکھ کے کیا کیا تھے چہچہے — دام و قفس کی تھی نہ عنادل کو اطلاع
ہوتا ہے دل مین شوقِ شہادت جو موجزن — شہ رگ پھڑک کے دیتی ہے قاتل کو اطلاع
پیرِ مغان سے راز چھپانا فضول ہے — ہر بات کی ہے مرشدِ کامل کو اطلاع
جانا ہے جب بہار کو جائیگی باغ سے — ہواے صبا ابھی نہ عنادل کو اطلاع
ہمکو تو راہِ عشق مین چلنے سے کام ہے — منزل کی ہوگی رہبرِ منزل کو اطلاع
دُزدِ نگہ ترا ہے وہ شاطر کہ آنکھ سے — کاجل اُڑالے اور نہو تِل کو اطلاع

رندانِ بادہ نوش کا نشہ اُتر چلا — ہو جائے کاش ساقیِ محفل کو اطلاع

وحشی ترے نکل گئے زندان سے اس طرح — دربان تو کیا ہوئی نہ سلاسل کو اطلاع

مجنوں ہے ساربان مگر لطف دیکھیے — ملنے کو ہے نہ صاحبِ محمل کو اطلاع

یہ ہے کمال اُنکی لطافت کا اے جلیل — دل میں رہے وہ اور نہ ہو دل کو اطلاع

ردیفِ غین معجمہ

دُنیا میں ہر بلا سے ہے بڑھ کر بلائے داغ — دشمن کو بھی خدا نہ کسیکا دکھائے داغ

فطرت میں ہو جو عیب تو اُسکا علاج کیا — شبنم ہزار دھوئے نہ لالے کا جائے داغ

آئیں تو آئیں نامہ و پیغام اس طرح — کوئی دوائے درد ہو کوئی دوائے داغ

اس شکوے پر کہ دل میں جلن انتہا کی ہے — کہتا ہے ہو فلسہ ابھی ابتدائے داغ

بلبل کا رنگ موسمِ گل نے بدل دیا — اب تو خوشی سے پھول چمن میں بجائے داغ

انگارا آگ کا دلِ سوزاں ابھی سے ہے — اور آگے آگے دیکھیے کیا گل کھلائے داغ

جس پر چمن ہو صدقے وہ غنچہ یہی تو ہے — اتنے سے دل پہ ہمنے ہزاروں اُٹھائے داغ

کرتا ہے گر علاج تو سُن لے یہ چارہ گر — اک درد بھی ہے دل میں ہمارے سوائے داغ

داغِ فراقِ داغ کو برسوں ہوئے جلیل — ابتک زبانِ اہلِ زبان پر ہے ہائے داغ

ردیفِ فا (دو بحرین)

دل گیا زلفِ پریشان کی طرف
مین چلا گھر سے بیابان کی طرف

پھر بڑھین زلفین سوے روے نگار
پھر گھٹا اُٹھی گلستان کی طرف

اے اجل تیری تواضع ہے محال
جان جانے کو ہے جانان کی طرف

پاؤن لگ جاتے ہین آتے ہی بہار
ہاتھ بڑھتے ہین گریبان کی طرف

آنکھ اُٹھتے ہی سوے روے حبیب
رخ کیا اشکون نے دامان کی طرف

لیکے دل میرا یہ کہتا ہے وہ بت
اب نظر اپنی ہے ایمان کی طرف

حشر کر آے وہ کشتون مین بپا
جب گئے گورِ غریبان کی طرف

پی گیا دل کا مرے سارا لہو
اک ذرا دیکھو تو پیکان کی طرف

اُسکی رحمت کی طرف دیکھو جلیل
کیون نظر کرتے ہو عصیان کی طرف

ردیف قاف

بڑے مزے کا زمانہ تھا وہ زمانۂ عشق
سرِ نیاز تھا جب وقفِ آستانۂ عشق

لگاے تیر جو دل پر وہ ہے ترانۂ عشق
کرے جو کام فسون کا وہ ہے فسانۂ عشق

ٹپک رہے ہین درِ اشک نوکِ مژگان سے
لُٹا رہی ہے مری چشمِ تر خزانۂ عشق

زبان کاٹی ہے تم نے جو اپنے کشتون کی
وہ کہہ رہے ہین لبِ زخم سے فسانۂ عشق

گیا ہے تا بہ فلک گو تڑپ کے دل میرا
مگر ابھی ہے بہت دور آستانۂ عشق

ملے ہین داغِ الم اُن مین رنگِ خون دیکھ
بنا رہا ہون مین دل کو نگار خانۂ عشق

نہ پوچھیے ارنی اور لن ترانی کو
یہ حُسن کا ہے فسانہ وہ ہے فسانۂ عشق

وہ تاک تاک کے سینے پہ کیون نہ وار کرین
وہ جانتے ہین گڑا ہے یہین خزانۂ عشق

چمن ہو یا نہ ہو اللہ سے دعا یہ ہے
کہ مرغِ دل ہو مرا اور آشیانۂ عشق

نہ اینڈ اینڈ کے پھولون کی سیج پر سوتے
کبھی سُنا نہین تم نے مگر فسانۂ عشق

صدا لے قیس یہ صحرا سے اب تک آتی ہے
کہ ڈھونڈتا ہون مین ویرانے مین خزانۂ عشق

نگاہ اِس لیئے ہے اُسکے خالِ عارض پر
کہ میرے دام مین آجائے کوئی دانۂ عشق

سُنا ہے قیس بہلتا نہ تھا لڑکپن مین
نہ جب تلک اُسکو سُناتا کوئی فسانۂ عشق

کرین نہ خانہ خرابی کی قدر کیون عُشّاق
اِسی کے دم سے ہے قائم بنائے خانۂ عشق

دعائے پیرِ مغان بھی عجب دعا ہے جلیل
خدا کرے تجھے مستِ شرابِ خانۂ عشق

کہان ہم اور کہان اب شرابِ خانۂ عشق
نہ وہ دماغ نہ وہ دل نہ وہ زمانۂ عشق

ہوا ہے شہرِ خموشان مین جب گزر میرا
سُنا کیا ہون لبِ گور سے فسانۂ عشق

خیالِ رُخ پہ ہے موقوف دل کی آبادی
کبھی نہ گُل ہو الٰہی چراغِ خانۂ عشق

بھرے ہوئے ہین حسینانِ سیمتن دل مین
خدا کرے کبھی خالی نہ ہو خزانۂ عشق

گئی دماغ مین جس کے کیا اسیر اُسے
عجب کمند ہے بوئے شرابِ خانۂ عشق

کہین ہے داغ کا مضمون کہین ہے سوز کا ذکر
سنو نہ تم کہ بہت گرم ہے فسانۂ عشق

غلط ہے صاحبِ دولت کو گر غنی کہیے
غنی وہ ہے جسے اللہ دے خزانۂ عشق

جو بحرِ غم مین گرا ہاتھ دھو کے جینے سے
اُسی کے ہاتھ بھی آیا دُرِ یگانۂ عشق

تمام عمر اِسی صحرا کی خاک چھانی ہے
جو تم سنو تو سُناؤن کوئی فسانۂ عشق

بنے ہین جب سے وہ یوسف ہر ایک گاہک ہے
کُھلا ہوا ہے یہان بھی دَرِ خزانۂ عشق

کسی پہ دل کا تھا آنا کہ بیخودی چھائی
سمندِ ہوش کو آفت ہے تازیانۂ عشق

جب ان کے دل مین یہ آتی ہے کچھ سنین نالے
تو مجھ سے کہتے ہین چھیڑو کوئی ترانۂ عشق

چمک کے داغ یہ کہتا ہے دل کی آہون سے
ہوا سے بجھ نہین سکتا چراغِ خانۂ عشق

یہ جانئیے کہ لگی ہاتھ دولتِ کونین
ملے جو خرمنِ ہستی سے ایک دانۂ عشق

یہان ایاز ہے آقا غلام ہے محمود
جلیل کیا مین کہون تم سے کارخانۂ عشق

ردیف کاف عربی

تڑپون صفتِ ماہیِ بے آب کہان تک
اے درد دکھاؤن دلِ احباب کہان تک

افشان کی چمک چہرے پہ شب بھر کے لئے ہے
تارون مین نمودارئ مہتاب کہان تک

جب فصلِ گل آئے گی چمک جائے گا سودا
دیوانے کو سمجھائینگے احباب کہان تک

مشکل ہے کہ دل دستِ حنائی مین ٹھہر جائے
سوچو تو ذرا آگ پہ سیماب کہان تک

کاندھون پہ جنازے کو سنبھلنے نہین دیتا
تڑپے گا الٰہی دلِ بیتاب کہان تک

اے چشم ابکا اشک بھی دل مین نہین باقی
پانی کی طلب ماہیِ بے آب کہان تک

اک داغ نہین کتنے ہی کلیجے مین ہین ناسور
بھولین مجھے بچھڑے ہوئے احباب کہان تک

عاشق کا ستانا انھین منظور نہین ہے
یہ دیکھتے ہین صبر کی ہے تاب کہان تک

قدرت کا دیا داغ کبھی مٹ نہین سکتا
منہ دھوئیگا شبنم سے یہ مہتاب کہان تک

بے شربتِ دیدار کے دل زندہ رہے خاک
ہو پرورشِ ماہیِ بے آب کہان تک

کرتے ہین گلہ چرخ سے غنچے بھی چٹک کر
برہم زنئ صحبتِ احباب کہان تک

مرنے سے کوئی خوش ہو تو مرجانا ہی اچھا
بیتاب رہون صورتِ سیماب کہان تک

آخر کفِ مجنون نے لیا دامنِ لیلےٰ
دربارِ جنون مین ادب آداب کہان تک

ہو دستِ پری مین جو چھلکتا ہوا ساغر
انسان ہون مین صبر کی ہو تاب کہان تک

وہ آپ تو شوخی سے بنے جاتے ہین بجلی
مجھ سے ہے یہ ارشاد کہ بےتاب کہان تک

نازک ہے رگِ جان مری اے مطربِ تردست
نشترزنیِ جنبشِ مضراب کہان تک

ہمّت ہے تو خود فیصلہ کر لینگے ہم اُنسے
غیرت ہے تو منّت کشِ احباب کہان تک

کہدو شبِ ہجران مین اجل آ کے سُلا دے
چشمِ نگران منتظرِ خواب کہان تک

موسیٰ پہ ہے اے جلوۂ جانان عبث الزام
بجلی جو گرے لائے کوئی تاب کہان تک

رہنے دو جلیل اب کوئی سنتا نہین اسکو
افسانۂ دردِ دلِ بیتاب کہان تک

دل کو تپشِ ہجر کی ہو تاب کہان تک
ہم پہلوئے آتش رہے سیماب کہان تک

کچھ اور وہ تڑپا گئے یون دیکے تسلّی
بیتابیِ دل اے مرے بیتاب کہان تک

لینا ہے اگر دل کو تو آغوش مین آؤ
تم دور ہو اُچھلے دلِ بیتاب کہان تک

اے چرخ شبِ غم کی سحر اب نہ ملے گی
ڈھونڈھے گا لئے مشعلِ مہتاب کہان تک

یان کوچ کی آتی ہے صدا چار طرف سے
دو ہاتھون سے ہو ماتمِ احباب کہان تک

ہے تیری جوانی کہ بھٹی پڑتی ہے ظالم
پھر کوئی سنبھالے دلِ بیتاب کہان تک

یان ساتھ تڑپنے کے ہے رونے کا مزہ بھی
تڑپے گی بھلا ماہیِ بےآب کہان تک

باز آؤ تغافل سے جوانی پہ نہ بھولو
ہوتی ہے کوئی دم مین سحر خواب کہان تک

دو دن کی یہ زینت نہین اے چرخ گوارا
بالائے لحد چادرِ مہتاب کہان تک

کھول اچھی طرح آنکھ ذرا رنگ چمن دیکھ
اے نرگس مخمور شکر خواب کہان تک

ملنا ہے قیامت مین تو آجائے قیامت
بچھڑے ہین بچھڑے ہوئے احباب کہان تک

غم کھا کے رہو مست اگر زیست ہے منظور
یاران قفس بے خور و بے خواب کہان تک

بکھری ہوئی زلفین رخ روشن سے ہٹاؤ
بس ہو چکی سیر شب مہتاب کہان تک

اے ضعف خدا کے لئے کچھ تو ہی مدد کر
تڑپائے گا مجکو دل بیتاب کہان تک

چل بیٹھو جلیل اب کسی میخانے مین چھپکر
یہ وعظ سر منبر و محراب کہان تک

ردیف کاف فارسی

وہ کبھی دیکھنے جاتے نہین گلزار کا رنگ
کہتے ہین گل نہ اڑالین مرے رخسار کا رنگ

کیا کہون تیرے نہونے سے اداسی گھر کی
اب تو دیکھا نہین جاتا در و دیوار کا رنگ

خون عاشق کے تصدق سے ہے اے تیر فگن
لب معشوق سے بڑھ کر لب سوفار کا رنگ

سر کو ٹکراتے گزرتی ہے مجھے وحشت مین
دیکھئے آکے کسی دن در و دیوار کا رنگ

چشم بیمار تمھاری تو ہے اچھی لیکن
نظر آتا نہین اچھا دل بیمار کا رنگ

شوخ ہین آپ تو باتین بھی ہین شوخی سے بھری
لب پہ جمنے نہین پاتا کبھی اقرار کا رنگ

ایک بوسے پہ بھی پوچھا نہ کسی نے دل کو
آج پھیکا ہے بہت عشق کے بازار کا رنگ

تم ہو یوسف مگر اب کوئی زلیخا تو نہین
حسن کا مول کرو دیکھ کے بازار کا رنگ

اشک خون سے جو کیا کرتی ہے بلبل چھڑکاؤ
سچ تو کہتی ہے مرے دم سے ہے گلزار کا رنگ

آمد فصل جوانی کی خبر دیتا ہے
ہلکا ہلکا یہ ترے پھول سے رخسار کا رنگ

دمِ رخصت لگا کر تیر بولے
نشانی اپنی کچھ تو ہم دیئے جائین

مزہ ہے برق و باران مین اسی کا
پیئے بھی جائین توبہ بھی کئے جائین

کوئی ثبات ہو دل جس سے سنبھلے
جو آنا ہے زبان ہم کو دیئے جائین

سمجھتے کچھ نہین رندون کو واعظ
مناسب ہے کہ اب سمجھا دیئے جائین

مبارک گالیان غیرون کو اُن کی
وہی یہ گھونٹ شربت کے پیئے جائین

لبِ جان بخش سے وہ کوستے ہین
یہ مطلب ہے کہ مر مر کر جیئے جائین

ہزارون دلبر اور اک دل کرین کیا
اسی کمبخت کے ٹکڑے کئے جائین

عدم کو جاتے ہین توشہ نہین ساتھ
اجازت ہو تو دو بوسے لئے جائین

جلیل اب حضرتِ دل کو کرو صبر
نہین ایسے جو یہ بہلا لئے جائین

قفس مین ہون کہ جلا کر آشیان مین
ترا کرتے ہین ذکر اپنی زبان مین

وہ بلبل ہون جو چھوڑے آتشِ گل
لگا دے آگ بجلی آشیان مین

بچھڑ کر کون پیچھے رہ گیا ہے
جرس چلا رہا ہے کاروان مین

چمن یون ہی رہے گا نذرِ صرصر
ہے اک تنکا بھی جبتک آشیان مین

ھرے ہین یار کی محفل مین اغیار
جہنم کا سمان دیکھا جنان مین

لِ پرسوز کی اللہ رے گرمی
اثر جل جائے گر آئے فغان مین

ین بے عشق لطفِ دادخواہی
مزہ ہے درد کا سارا فغان مین

کر اور مونث کی ہین بحثین
برا جھگڑا ہے یہ اردو زبان مین

وم اشک مین ملتا نہین دل
مرا یوسف ہے گم اس کاروان مین

لپکتی ہے گری پڑتی ہے بجلی، ہے ایسی کونسی شئے آشیان میں

جلیل اس باغ مین کانٹے کی صورت
کھٹکتا ہے نگاہِ باغبان مین

کوچۂ زلف سے ٹلتا ہی نہین — دل کو سکتہ بھی ہے سودا ہی نہین
یا خدا دل بھی گیا دلبر بھی — درد کیسا ہے کہ جاتا ہی نہین
جسکو چاہون وہ بُرائی چاہے — ہائے نیکی کا زمانا ہی نہین
حالِ دل سُنکے چُرانا آنکھین — کیا کہین آپنے دیکھا ہی نہین
جان و دل دونون تصدق تم پر — تمسے بڑھکر کوئی پیارا ہی نہین
لڑگئین جبسے نگاہین باہم — میرے اُنکے کوئی جھگڑا ہی نہین
جھوٹے وعدے بھی نہین کرتے آپ — کوئی جینے کا سہارا ہی نہین
بے جھجک پھرنے لگے آنکھون مین — اب کسی سے اُنھین پردا ہی نہین
دردِ دل سُنکے وہ کچھ تو کہتے — ہائے اُنسے کوئی کہتا ہی نہین
جان کے ساتھ ہے زلفون کا خیال — سر سے جائے یہ وہ سودا ہی نہین

دل حسینون مین پھرا لے جلیل
کہین ایسون کا ٹھکانا ہی نہین

دیکھا ہے وہ جمال بُتِ خوش جمال مین — آئے قیاس مین نہ کسی کے خیال مین
ابروے یار سے جو ملاتا ہے آسمان — کیا ایسے چار چاند لگے ہین ہلال مین
بادِ بہار کان مین کیا جھک کے کہہ گئی — پھولے نہین سماتے شگوفے نہال مین
آنکھون پہ رکھ کے زلف جو مین اشکبار ہون — موتی پرو رہا ہون ترے بال بال مین

دشمن سے بھی بگڑ گئی شاید مری طرح
کچھ کچھ جھلک خوشی کی ہے میرے ملال مین

کیا ٹھہرے نظر کی طرح وہ نظر نہ آے
اور رات دن پھرے مری چشم خیال مین

چشم سیہ مین سرمے کا دنبالہ کھینچکر
کیا کیا نکالتے ہین وہ شاخین غزال مین

دشمن کے ساتھ آے ہین میت پر اس لئے
نہلائینگے مجھے عرق انفعال مین

ڈوروں سے اور بڑھ گئین آنکھون کی شوخیان
چھل بل دکھاتے ہین ہرن پھنکے جال مین

قاتل سے یہ جواب ملا کہکے مدعا
رکھدی زبان کاٹ کے دست سوال مین

خالی ہے جام بھرکے شراب اس مین ساقیا
رکھدے اس آفتاب کو طاق ہلال مین

ہے کمسنی کی قید مین عالم شباب کا
کیا سیر ہے کہ بدر چھپا ہے ہلال مین

فکر سخن مین ہو گئے کچھ ایسے ناتوان
آتے نہین جلیل خود اپنے خیال مین

عدو سے ہم بصفت شمع جل کے جاتے ہین
تمہاری بزم سے کیا پھول پھل کے جاتے ہین

وہ جاتے ہین کہین جائین کرین دل پامال
یہ کیا حنا ہے جو تلووں سے مل کے جاتے ہین

یہ مرنے والوں کو پاس ادب ہے انکے حضور
نہا کے جاتے ہین کپڑے بدل کے جاتے ہین

جو آکے آئین تو دامن سے باندھ دون ارمان
پھر ان کو دیکھون کیونکر نکل کے جاتے ہین

دہائی ضبط کی آنسو پئے نہین جاتے
چھلک چھلک کے مرے دوجام چھلکے جاتے ہین

ہین اشک گرم کے دھبے بتون کے دامن پر
کہان کہان یہ شرارے اچھل کے جاتے ہین

نکل گیا ہو نہ آنکھون کی راہ دل میرا
یہ کسکو ڈھونڈنے آنسو نکل کے جاتے ہین

پھرین جو نزع مین آنکھین وہ بدگمان بولا
یہ آپ ہم سے کہان آنکھ بدل کے جاتے ہین

نہ نکلی بوند لہو کی جو بنتی رنگ حنا
وہ ملنے آتے تھے ولی ٹہل کے جاتے ہین

قرار حضرتِ دل کو ہے اُن کی مُٹھی مین — جو چھوڑ دین ابھی ہاتھون اُچھل کے جاتے ہین

اُنھین سُنائینگے اشعار وصفِ لب کے جلیل
جمائے رنگ وہان لعل اُگل کے جاتے ہین

وعدہ کر کے وہ ہائے جاتے ہین — روگ دل کو لگائے جاتے ہین
کیا ڈرے ہین نگاہِ دشمن سے — میرے دل مین سمائے جاتے ہین
دستِ رنگین وہ رکھ کے سینے پر — آگ دل مین لگائے جاتے ہین
لُٹ گئے پر بھی حوصلہ ہے وہی — ناز تیرے اُٹھائے جاتے ہین
وہ چلے بسملِ دم خفا ہو کر — اب نہ آئینگے ہائے جاتے ہین
تیغ لپٹی ہوئی ہے کُشتون سے — کس کے روٹھے منائے جاتے ہین
سر چڑھے تھے بہت جو حضرتِ دل — خاک مین اب ملائے جاتے ہین
ہین جو مشہور قاتلِ عالم — دیکھو وہ مُنہ چھپائے جاتے ہین
سب کے رونے پہ بدگمانی سے — روز طوفان اُٹھائے جاتے ہین
دل مین کوئی نہین سوا تیرے — تیر کس پر لگائے جاتے ہین
ہم نے پوچھی تھین وصل کی راہین — آپ رستہ بتائے جاتے ہین
دور مین تیرے کس کو ہے آرام — سوتے فتنے جگائے جاتے ہین
آپ مختار ہین سُنین نہ سُنین — ہم تو اپنی سُنائے جاتے ہین
سابقہ ہے لحد مین حورون سے — اب بھی ہم آزمائے جاتے ہین
شمعِ تربت بنے ہین وہ مرے بعد — اب تک آنسو بہائے جاتے ہین
ہم تو جاتے ہین اُس گلی سے جلیل — مگر آنکھین بچھائے جاتے ہین

بیدار تیرے دور مین کیون تا سحر ہون مین
کیا کوئی فتنہ اے فلکِ فتنہ گر ہون مین

ناوک چلا نہین ابھی چٹکی سے چھوٹ کر
پہلو سے دل پکار رہا ہے ادھر ہون مین

ممکن نہین جو وصل تو ٹھہراؤ قتل کی
کب تک رہون اُدھر مین اِدھر یا اُدھر ہون مین

رونے سے اور شوق بڑھا کوے یار کا
ہر اشک کہہ رہا ہے چلو ہمسفر ہون مین

آئینہ جب ہٹے تو نظر سے نظر ملے
ٹٹی سی بیچ مین ہے اُدھر تم اِدھر ہون مین

بالے مین اُن کے پڑکے جو پائی ہے آبرو
موتی کو ہے یہ ناز کہ عالی گہر ہون مین

اُٹھتے ہی اُن کے لوٹ گیا مین تو بول اُٹھے
کیون کیا خدا نخواستہ درد جگر ہون مین

دل کو تو سرمہ کرتی ہے گردش اس آنکھ کی
اور دل ہے اسپہ لوٹ کہ مدِ نظر ہون مین

وہ اور زلف چہرے پہ بکھرائے آئینے کے
اللہ کس خیال مین شام و سحر ہون مین

مین نے اٹھائے غم کو جگر بھی گھلا دیا
سچا نہین اگر یہ کہون بے جگر ہون مین

راتون کو پھرنے کی ہوئی عادت بُرا ہوا
اب تو وہ اپنے مُنہ سے کہینگے قمر ہون مین

فیضِ امیر باعثِ شہرت ہے اے جلیل
شاگرد نامور کا ہون یون نامور ہون مین

خوب آیا ہے ترے وصل کا پہلو دل مین
دل کو سینے سے لگائے ہون کہہ تو دل مین

کیا نزاکت ہے نہ پہلو مین کبھی تو آیا
نہ ترے وصل کا آیا کوئی پہلو دل مین

تو نے صد چاک کیا اِس لئے شانے کی طرح
کہ سنور جائین سما کر ترے گیسو دل مین

ان سے بھی حالتِ دل اب نہین دیکھی جاتی
یہی باعث ہے جو رُکتے نہین آنسو دل مین

گھر تو چھوڑا ہی تھا کیون چھوڑ دیا حق اپنا
چٹکیان لینے بھی آتا نہین اب تو دل مین

بہ گئے آنکھون سے پھر بھی ہے اک آگ لگی
پھونک دیتے تجھے رہجاتے جو آنسو دل مین

خوش ہوں اس سے میں کہ جُدا ہو نہیں سکتا کوئی
بھر دی اُن گیسوؤں نے مشک کی خوشبو دل میں

خون ارمانوں کا کرتا ہے یہ کیا کرتا ہے
جی نہ گھبرائے گا تنہا جو رہا تو دل میں

اُلفتِ زلف میں لاکھوں ہی اُٹھائے جھٹکے
فرق آیا مگر اب تک نہ سرِ مو دل میں

قیس و لیلیٰ کو بہم دست و گریباں دیکھا
دلِ سودا زدہ گیسو میں ہے گیسو دل میں

سیر اُس دم کوئی دیکھے مری بیتابی کی
بیٹھے بیٹھے جو بدلتے ہیں نہ زانو دل میں

کون سب میں ہے ترا چاہنے والا دل سے
صاف کھل جائے اگر غور کرے تو دل میں

ہم نے پہلو میں پری خانہ بنا رکھا ہے
روز آ رہتے ہیں دو ایک پری رو دل میں

زلفِ جاناں میں درازی ہے قیامت کی جلیل
واں کھلے شانے پہ یاں آ گئے گیسو دل میں

بیوفاؤں کی محبت بھی مصیبت ہے جلیل
غیر ممکن ہے پشیماں نہ ہو تو دل میں

ضبطِ گریہ میں ہے کیا عذر جو ہو تو دل میں
آنکھوں سے آئیں پلٹ کر ابھی آنسو دل میں

تیری پلکوں سے تھیں وابستہ اُمیدیں دل کی
آنکھ کیا تیری پھری پھر گئی جھاڑو دل میں

دھیان آنسوں کا ترے سب کو رُلا دیتا ہے
یہی موتی ہیں جو بنجاتے ہیں آنسو دل میں

دھیان بندھتے ہی نگاہوں میں اندھیرا چھایا
سایۂ گیسو کا رہا آنکھ میں گیسو دل میں

وہ جو پہلو میں ہیں بیٹھے ہوئے کھلتا ہی نہیں
دل ہے پہلو میں ہمارے کہ ہے پہلو دل میں

غصّے میں اور ادا تیری بھلی لگتی ہے
تیوری چڑھتی ہے اُتر آتے ہیں ابرو دل میں

شوقِ دیدار سے آنکھوں میں چلے آتے ہیں
لاکھ روکیں نہیں رُکتے مرے آنسو دل میں

جگنوئیں دیکھ کے تڑپا کئے ہم ساری رات
آنکھ آنکھوں میں رہی آنکھ کا جادو دل میں

جستجو دل کی ہے ایسی کہ بھٹک جاتے ہیں
بات کا بھی کوئی آتا ہے جو پہلو دل میں

کوئی اُٹھتا ہے تو باتوں میں لگا لیتے ہیں

سلامت دستِ وحشت کیا کریں ہم جا کے گلشن میں — وہی کھلا ئینگی دم بھر میں جو کلیاں ہیں دامن میں
جب آئے سیر کو پھر منہ چھپانا کیا ہے دامن میں — دکھاؤ عارضِ رنگین لگا دو آگ گلشن میں
بنو تم شمعِ محفل میں جلوں کیا فائدہ اس سے — تمہارے ساتھ جائیں میرے دشمن ہم دشمن میں
ستم ہے موسمِ گل اب کے بھی یوں ہی گزر جائے — مرے صیّاد دم بھر کو قفس لٹکا دے گلشن میں
کھڑے تربت پہ کس حسرت بھرے دل سے وہ کہتے ہیں — مرے بیچین کیونکر نیند آئی تجھکو مدفن میں
ابھی کیا ہے بہار آنے دے پھول کھیلیں گے متوالے — اڑینگے خوب گلچھرّے یہیں سنگے پھول گلشن میں
جلا کر کر دیا تھا طور کو جس آگ نے سرمہ — شرارت بنکے اب وہ آ گئی ہے اُن کی چتون میں
چمن میں پھول چُننا پھول والوں کو مبارک ہو — یہاں بھی لے جنوں ٹکڑے گریباں کے ہیں دامن میں
بہار آخر ہے اب دو چار نالے گرم اے بلبل! — خزاں کے آتے آتے تو لگا دے آگ گلشن میں
تمہیں جانو کہاں چھپ چھپ کے تم راتوں کو جاتے ہو — تمہارے نقشِ پا کچھ کہہ رہے ہیں کوئے دشمن میں
کہو تم اپنے جوبن سے کہ اُٹھ کر فیصلہ کر دے — رہیگا تا کجا جھگڑا جوانی اور بچپن میں
خزاں کے دور میں اندھیر جب دیکھیں گے دیکھیں گے — چراغ اسوقت تو ہر پھول کا جلتا ہے گلشن میں
کبھی روتا ہوا گزرا ہے شاید کوئی دیوانہ — ہزاروں چاک آتے ہیں نظر صحرا کے دامن میں
اُٹھاتا ہے یہیں آ آ کے آفت فتنۂ محشر — یہ پوچھو کونسی دولت گڑی ہے میرے مدفن میں
نشیمن کیا چمن ہی پھک گیا بجلی سے اے بلبل — ہوا سب کچھ مگر گرمی نہ آئی تیرے شیون میں
سوا اسکے کہ دو چار اور بھی مشتاق ہو جائیں — نتیجہ کیا ہے اسکا تم جو آ بیٹھے ہو چلمن میں
یہ رنگت گل سے گالوں کی یہ صورت اُٹھتے جوبن کی — جوانی تم پہ کیا آئی بہار آئی ہے گلشن میں
یہ دھڑکا ہے مرے غم میں تڑپ اُٹھا نہ ہو کوئی — الٰہی کروٹیں لینے لگی کیوں لاش مدفن میں

مبارک تجھکو اے شوقِ شہادت وقت آپہونچا — دھمک سی دے رہی ہے آج تو جو رگ گردن مین

خدا رکھے تمھارے ہی ہین سب داغ دلِ بلبل — کھلین ہو شمع محفل مین کھلین ہو پھول گلشن مین

مرا دل کھو گیا اچھا ہوا جانے دو ذکر اُس کا — یہ کیا شے ہے چھپائے بیٹھے ہو تم جسکو دامن مین

جلیل ایسا کہان کوئی بتون کا چاہنے والا
برہمن بنکے ہم برسون رہے دیر برہمن مین

جو تڑپانے کی باتین تھین وہ ہین سب تیکی چتون مین — اثر آنے لگا اب آنے لگے کہان سینے کے [illegible] مین

چمن مین آشیان تو باندھنے کو باندھتے سب ہین — مزہ جب ہے کہ اے بلبل ہوا بندھ جائے گلشن مین

ہزارون لاکھون ارمان تھے نہ نکلا جیتے جی کوئی — اب اس کی فکر ہے کیونکر سمائی ہوگی مدفن مین

دلِ دیوانہ کو وحشت مین کچھ کسکی تھی [illegible] — گریبان مین سے اک الجھا ہوا اور ایک دامن مین

خفا کیا کی جو مین نے لیے رخسار کے بوسے — بگڑتے کیون ہو کیا گلچین نہین توڑتے ہین گل گلشن مین

خوشی یا رشک تو جب ہو کہ مجھکو ہوش ہو اسکا — مرے پہلو مین وہ بیٹھے ہین یا آغوش دشمن مین

جوان بیٹھے ہی جو اُن کے ٹھنڈی سانسین سب لگے بھرنے — صبا کا دور دورہ ہے بہار آئی ہے گلشن مین

تمھارے ناتوان پر کیا لحد مین سختیان ہوتین — فرشتے آئے لیکن خاک کچھ پایا نہ مدفن مین

جب آیا ہوش تب جانا کہ میرا تیرا قصہ تھا — سُنا تھا جو فسانہ لیلی و مجنون کا بچپن مین

سُنا ہے کر لیے اپنے ٹھکانے ہمصفیرون نے — کوئی نازک سی ہم بھی شاخ چھانٹین چل کے گلشن مین

نہین وہ ہین کہ مر کر بھی نہ چھوٹے بیقراری سے — کبھی ہے لاش مدفن پر کبھی ہے لاش مدفن مین

ابھی سے لگ گئی پٹی تری آواز مین بلبل — یہی حالت ہے تو پھولے پھلے گی خاک گلشن مین

سُنا تھا حشر مین مُردے اٹھین گے ایک سے ستر — یہان تم نے ہزارون بھر دیے ایک ایک مدفن مین

گل و بلبل نہین بولین صبا سے بھی ہو سرگوشی — نہین سب سے کھٹکتے ہین ہمین ہین خار گلشن مین

نہ جب ملتے تھے وہ ہم سے اب ملنے کی صورت ہے
جوانی میں ہوئی تمکین حیا تھی جو لڑکپن میں

ہماری لن ترانی کیا ہے بیجا مصیبروں سے
ہماری گلفشانی دیکھیے گلشن ہے گلشن میں

اُدھر وہ پیار سے مدفن پہ میرے ہاتھ رکھتے ہیں
اِدھر میں بارِ احسان سے دبا جاتا ہوں مدفن میں

گریبان چاک پھولوں کو جو دیکھا ہم نے یہ جانا
ترے وحشی ہوا کھانے نکل آئے ہیں گلشن میں

نہ اُن کا رُخ نظر آیا نہ اُن کی زلف ہاتھ آئی
شگوفہ چھوڑ کر چلتے ہوئے شیخ و برہمن میں

اُڑائی بیکسی سب کو پڑا ہے سر پھوڑنا اپنا
لگے ہیں لعل کیا ایسے بہا ہے سنگِ معدن میں

صفائی ہاتھ کی دیکھے کہ جو دو ٹوک لے قاتل
لگی لپٹی نہ رہ جائے کوئی رگ میری گردن میں

خدا آباد رکھے دورِ قاتل میں ہے امن ایسا
ہزاروں پاؤں پھیلائے ہوئے سوتے ہیں مدفن میں

کوئی جھانکے نہ جھانکے مفت میں رخنے نکلتے ہیں
مری آنکھوں سے دیکھے کوئی دیوار کے روزن میں

پروتے ہو جو تم زنار میں تسبیح کے دانے
جلیل اچھا ہے رشتہ جوڑ دو شیخ و برہمن میں

نظر اٹھا کے کوئی دیکھ لے یہ تاب نہیں
وہاں حجاب سے کیا کم اگر نقاب نہیں

جوابِ تلخ سنوں ساقیا یہ تاب نہیں
شراب دے کہ نہ دے پر نہ کہہ شراب نہیں

شباب کا ہے مزہ یاد گو شباب نہیں
یہ خواب تو ہے مگر بھولنے کا خواب نہیں

میں اپنے ضعف کے ہاتھوں تڑپ نہیں سکتا
وہ جانتے ہیں مرے دل کو اضطراب نہیں

وہ میرے شکوے پہ کہنا نقاب اٹھاتے ہوئے
نہیں نہیں تجھے ہم سے کوئی حجاب نہیں

سنا تھا ہم نے کہ ٹھنڈک سے نیند آتی ہے
مگر یہ دیدۂ تر آشنائے خواب نہیں

[illegible] کرتا ہے
وہاں ستم کا مزہ کیا جہاں عتاب نہیں

یہ ایک کھیل ہے جو قتلِ عام کرتے ہیں
کسی پہ کچھ انہیں غصہ نہیں عتاب نہیں

مرے سوال پہ ایسا سکوت کیا کہنا
ترے دہن کا مری بات کا جواب نہین

گنہ کی شرم جسے ہے وہ پاک ہے اے شیخ
پڑے گی خاک اُسی پر جو آب آب نہین

نہین تو دور سے آنکھین دکھائی جاتی ہین
نقاب اُلٹی ہے اسیر کوئی عتاب نہین

چھپائے تاک رخ روشن کی ہے شباب کے ہاتھ
یہ دوپہر ہے تو ڈھلنے کا آفتاب نہین

مری نظر تھی کہ تجھ پر پڑی ہزارون مین
ترا جواب ہو گیا جب مرا جواب نہین

چڑھے بغیر چڑھی رہتی ہے جنونون کو
وہان شباب ہے کیا کم اگر شراب نہین

یہان سوال یہی ہے کہ ہان نہین کچھ ہو
وہان جواب یہی ہے کوئی جواب نہین

خدا سے تجھ سے کچھ بے دہن نہین وہ بت
یہ بات ہے کہ کوئی قابل خطاب نہین

وہ اپنے عکس کو آواز دے کے کہتے ہین
ترا جواب تو مین ہون مرا جواب نہین

مزے کبھی آ سکے ہونٹون کا پڑ گیا چسکا
ہزار چھوڑیے چھٹنے کی اب شراب نہین

غرور ان کا جو ٹوٹا تو عاجزی سے مری
بجز نیاز کوئی ناز کا جواب نہین

نہ اپنے گل پہ بہت پھول بلبل نادان
نقاب ہی ہے ہان کچھ تہ نقاب نہین

تڑپ کے آہ جو کی مین نے خود تڑپ اٹھے
وہ جانتے تھے مرے تیر کا جواب نہین

چمن ہو پھولون سے کیا خاک میکدے کا جواب
پیالے اتنے ہین اور بوند بھر شراب نہین

یہ راز بھی شب معراج کھل گیا سب پر
میان عاشق و معشوق کچھ حجاب نہین

مے طہور ہے رندون ہی کے لیے اے شیخ
وہ کیا پیے گا جسے لذت شراب نہین

جواب ہے تری غفلت کا میری بیداری
وہان خیال نہین ہے یہان بھی خواب نہین

جنون ہے جب سے مجھے شور ہے جنونون مین
ہمین جلیل سے بڑھ کر کوئی خراب نہین

جلیل خستہ ہو دورِ جامِ مینائی

کہ اس شراب سے بڑھ کر کوئی شراب نہین

وہ کمسنی کے سبب واقفِ عتاب نہین | دمِ سحر ہے ابھی گرمِ آفتاب نہین
نگاہ برق نہین چہرہ آفتاب نہین | وہ آدمی ہے مگر دیکھنے کی تاب نہین
سوال سنکے وہ چپ ہین کیون نہین کہتے | دہن جو تنگ ہے گنجائشِ جواب نہین
سمجھ گئے ہین کوئی دیکھ ہی نہین سکتا | وہ کہتے ہین کہ مجھے حاجتِ نقاب نہین
یہ پاک صاف ہمین ہین کہ ہے تو دامن تر | نچوڑیے تو کہین بوند بھر شراب نہین
جو حشر اٹھا ہے اٹھے ہمکو کیون اٹھاتا ہے | کسی حسین کا تو اٹھتا ہوا شباب نہین
ہر ایک آنکھ مین شکل اُنکی ہے سمائی ہوئی | بہت سے پردے ہین کچھ ایک ہی نقاب نہین
نمودِ سبزۂ رُخ پر سکوت اُن کو ہوا | یہ خط وہ آیا ہے جسکا کوئی جواب نہین
گنہ گنہ نہ رہا اتنی بادہ نوشی کی | اب ایک بات شغل ہے کچھ لذتِ شراب نہین
بہار دیتا ہے چھن چھن کے جوبن سینہ کا | سرِ نقاب ہے جو کچھ تو نقاب نہین
بتون سے پردہ اُٹھانے کی بحث ہے بیکار | کھلی دلیل ہے کعبہ بھی بے نقاب نہین
ہلال ہی کا تماشا ہے بدر سے پہلے | لُٹا رہے ہین وہ حسن اور ابھی شباب نہین
ہمارے بوسے کے دھبے سے رُخ کا کیا بگڑا | یہ ماہتاب تو اب ہے جو آفتاب نہین
ہجوم چار طرف سے ہے اب نگاہون کا | نقاب اُٹھ گئی پھر بھی وہ بے نقاب نہین
نہ حسن والون سے خالی کبھی زمانہ ہوا | قمر کا دور ہے شب کو جو آفتاب نہین
قدم کے ساتھ ہی آنکھین بھی چلتی جاتی ہین | دہان ہے کونسا فتنہ جو ہم رکاب نہین
مزہ ہے اس لبِ نوشین کے چوس لینے کا | شراب چکھیے نہ آئے تو وہ شراب نہین
یہ کہتی ہین مرے ساقی کی رس بھری آنکھین | کہ کوئی جام یہان خالی از شراب نہین

مژہ کو لختِ جگر دل کو عشق دے یارب | سبو ہے بادہ نہیں سیخ ہے کباب نہیں
جو نیند آتی ہے کرتی ہیں پتلیاں فریاد | الٹے یہ آنکھ کا پردہ ہے فرشِ خواب نہیں
یہ کہہ رہے ہیں نزاکت بھرے ترے اشعار | کہ ایک حرف اُٹھانے کی ہم کو تاب نہیں
جلاؤ شیخ کو پی پی کے خوب بادہ کشو! | شراب کا ہے مزہ کیا اگر کباب نہیں
یہ مست کیا ہوئے پردہ ہی اُٹھ گیا سب کا | جلیل سے کسی معشوق کو حجاب نہیں

جلیل سے بھی ملو، مل کے خوش بہت ہوگے
خراب حال تو ہے آدمی خراب نہیں

آج سنتے ہیں وہ اپنا مدعا کہنے کو ہیں | کون جانے دل میں کیا ہے منہ سے کیا کہنے کو ہیں
وہ زبانِ تیغ سے کیا جانئے کیا کہنے کو ہیں | ہم لبِ زخمِ جگر سے مرحبا کہنے کو ہیں
خط تو ہم لکھ بھی چکے جا بھی چکا قاصد کے ہاتھ | کچھ زبانی تجھ سے اے بادِ صبا کہنے کو ہیں
لطف سے خالی نہیں جھگڑے نیاز و ناز کے | جا و بیجا کچھ کہیں وہ ہم بجا کہنے کو ہیں
پا کے اُن کو بڑھ گئی ہے اور بھی کچھ آرزو | کل تجھے کیا کہنے کو ہم اور آج کیا کہنے کو ہیں
رعب اُنکا اسقدر ہے شوق اپنا اس قدر | کہہ نہیں سکتے ہیں پھر بھی مدعا کہنے کو ہیں
کیا سنوں میں اُنکی اے ہمدم مجھے معلوم ہے | گالیاں دو چار دینگے اور کیا کہنے کو ہیں
حشر کا دن ہو گا کیا کافی ہمارے واسطے | ابتدا سے دردِ دل تا انتہا کہنے کو ہیں
آچکی ہے جس سے آفت اُٹھ چکا ہے جس سے حشر | آج اُس سے ہم وہی پھر مدعا کہنے کو ہیں
آپ کے ہم جنسوں کو اور تو ہم کیا کہیں | خود بھلے ہیں یا بُرے لیکن بُرا کہنے کو ہیں
خاک پر ظالم نے کس شوخی سے رکھے ہیں قدم | دیکھئے گویا کچھ اُسکے نقشِ پا کہنے کو ہیں
دل پہ ہے اُنکی نظر اور مجھ سے یہ ارشاد ہے | پوچھ تو جاؤ کہ ہم اس وقت کیا کہنے کو ہیں

جلیلؔ جان مصیبت میں کیوں پھنساتے ہو
سنا نہیں کہ حسینوں کا اعتبار نہیں

قاصد آیا مگر جواب نہیں
میرے لکھے کا بھی جواب نہیں

خم تو ہے ساقیا شراب نہیں
آسمان ہے اور آفتاب نہیں

بن کے بت سب وہ کہہ گزرتے ہیں
بے دہانی! ترا جواب نہیں

صبح ہوتے وہ گھر گئے اپنے
اب نکلنے کا آفتاب نہیں

نور وہ ہے کہ کچھ نہیں کھلتا
ہے ترے رخ پہ یا نقاب نہیں

طور کے ذکر پر چمک اٹھے
بات کی ان جن کو تاب نہیں

گرچہ دنیا ہے آئینہ خانہ
میر ثانی ترا جواب نہیں

بن گیا ہے نقاب ہیبت کی
کہ اترتا کبھی عتاب نہیں

رخ سے افشاں چھڑا کے کہتے ہیں
آج تاروں میں ماہتاب نہیں

چاند کو رات کیا چھپائے گی
زلف رخ کیلئے نقاب نہیں

چڑھ کے اتریں گی تیوریاں سو بار
کچھ یہ چڑھتا ہوا شباب نہیں

کچھ نہیں بیشمار گناہ
وہ اگر بر سر حساب نہیں

ڈھلکے کہتا ہے چودھویں کا چاند
ایک شب سے سوا شباب نہیں

ہے تو ڈھلکا رہے گی اے ساقی
کچھ یہ معشوق کا شباب نہیں

میکدہ بھی بہشت ہے لیکن
مفت ملتی یہاں شراب نہیں

سن کے یہ پردے سے نکل آئے
تیری تصویر کا جواب نہیں

آہ کو سن کے منہ چھپاتے ہو
ایک جھونکے کی بھی نقاب نہیں

ختم ہوتی نہین ہوس دل کی	ایک طوفان ہے شباب نہین
دل جلے جب مزہ ہے رونے کا	مے ہے پانی اگر کباب نہین

عشق مین ہے جلیل لاثانی
حسن مین یار کا جواب نہین

دیدۂ منتظر مین خواب نہین	کورے دو جام ہین شراب نہین
کہہ کے یہ بے حجاب اُن کو کیا	چاند سورج پہ تو نقاب نہین
بط مے کو کرینگے رند شکار	غم نہین ہے اگر کباب نہین
دیکھ سکتا ہے کون شکل اُن کی	شرم تو ہے اگر نقاب نہین
دُختِ رز کھیکے ہوش اُڑاتی ہے	اور ابھی خیر سے شباب نہین
کیا ہی زیبا ہے مصحفِ رُخ پر	آپکے خط کا بھی جواب نہین
رندون کو چکر آے جاتے ہین	دورِ ساقی کو اِنقلاب نہین
ہو بغل گرم کیونکر اسے ساقی	دل نہین شیشۂ شراب نہین
دیکھ لی اُس کی پیاری پیاری شکل	رُخ سے اُٹھنے کی اب نقاب نہین
دیکھ سکتا نہین ہے کیون اے شیخ	دُختِ رز ہے کچھ آفتاب نہین
پڑ گئی میری آنکھ تیرے پر	اب تمھین حاجتِ نقاب نہین
کونسا خال تیرے عارض کا	آج اختر کل آفتاب نہین
آتشِ حسن پھونک دیتی ہے	رُخ پہ جب دیکھئے نقاب نہین
دل سے دل ملگیا تو پھر کیا ہے	میرے اُنکے کوئی حجاب نہین
خوب چھوٹے وہ کہہ کے قاصد سے	خط کی کیا بات ہے جواب نہین

دونون گال اپنے اپنے حسن مین فرد		ایک کا دوسرا جواب نہین
حشر یون ہی بپا ہے اُس رخ سے		خیریت ہے کہ بے نقاب نہین
ہوکے سب بے سایہ افگن ہے	تعلیہ	آپ کے قد کا بھی جواب نہین
کیا وہ جانین سرور کی باتین		ابھی مست مے شباب نہین
دختر رز سے خوب نبھ جاتی		کیا کہین شیخ کا شباب نہین
میرے دل کے وہ ناز اٹھائینگے کیا		اپنے غصے کی جنکو تاب نہین

خاک ہو آبرو غزل کی جلیل
تیرے ان موتیون مین آب نہین

کیون اُس سے نامہ بر مری بیتا بیان کہین	وہ بدگمان کچھ اور نہو بدگمان کہین
تعریف کی جو لب کی تو اچھا صلہ ملا	فرماتے ہین کہ لال ہو تیری زبان کہین
پہلو دبائے بیٹھے ہین اُنکا ہم اس لئے	کروٹ شب وصال نہ لے آسمان کہین
اللہ اب تو آنکھ اُٹھانا بھی بار ہے	یہ ناز کی کھین نہ کرے ناتوان کہین
اظہار کر رہے ہین کدورت کا خیر ہو	پردے مین اس زمین کے نہو آسمان کہین
ٹیڑھی اگر ہے مجھ سے تو سیدھی رقیب سے	اُن کی نگاہ تیر کہین ہے کمان کہین
جو شاخ چھانٹتا ہون وہ گرتی ہے ٹوٹ کر	اللہ ہے بندھے جو مرا آشیان کہین
وعدہ کیا ہے تم نے تو بھاری سی ہو تم	ڈر ہے پلٹ نہ جائے تمہاری زبان کہین
زلفون کو تم سمیٹ لو ہم اپنی راہ لین	آزاد ہو اسیر کٹین بیڑیان کہین
یہ لاگ یہ لگاؤ سلامت کہ رات دن	ہم بھی تمہارے ساتھ ہین تم ہو جہان کہین
اُس بانیٔ ستم سے یہ کہتا ہے آسمان	مجھسا کہین نہ پیر نہ تجھسا جوان کہین

اس ضعف نے تو موت کا دھڑکا مٹا دیا
اٹھتے ہین اب جہان سے ترے ناتوان کہین

غم رہ پڑا ہے دل مین مرے خیر اب نہین
کھا جائے میزبان کو نہ یہ میہمان کہین

ہین سب کے بیٹھنے کو یہ دونون ملے ہوئے
کہنے کو ہے زمین کہین آسمان کہین

بلبل یہ تیری آہ کے جھونکے بلا کے ہین
تیری طرح اڑے نہ ترا آشیان کہین

دل کو جلا رہا ہے یہ کس پر پڑے گی آہ
تو اور روسیاہ نہ ہو آسمان کہین

بازار عشق سرد ہے غصے کو دیکھ کر
تیوری چڑھا رہے ہو نہ اترے کمان کہین

دنیا مین حشر اٹھے بھی تو کیا دیکھکر اٹھے
ملتا نہین مزار کا میرے نشان کہین

کیا بات بانکپن کی خدا رکھے ایک ہو
ہوتے ہین ایسے نوک پلک کے جوان کہین

مین جان بلب ہون یار کو اسکا ملال ہے
دیدے نہ جان اجل کو مرا نیمجان کہین

گلشن مین جا کے کونسا پھل ہم کو مل گیا
قسمت بھی ساتھ ساتھ گئی ہم جہان کہین

ناوک کو اسکے دیکھکے کہتا ہے مرغ روح
اس شاخ پر مزہ ہے جو ہو آشیان کہین

انبار ہو رہا ہے دعاؤن کا خیبر ہو
ڈرتا ہون مین کہ پھٹ نہ پڑے آسمان کہین

ہم سے تری کدورت دل بڑھتی جاتی ہے
دینا پڑے زمین سے نہ اے آسمان کہین

او بے وفا قسم تجھے کھانا نہ چاہیئے
منہ کی کھلائے تجھکو نہ تیری زبان کہین

حصے مین اپنے کیون نہ ہو مضمون فراق کا
ملتی بھی ہے کسی سے ہماری زبان کہین

مضمون بلند و پست جو ہین شعر مین جلیل!
اپنی غزل زمین سے ہے کہین آسمان کہین

دشمنون پر نگہ لطف و کرم ہے کہ نہین
تمہین انصاف سے کہدو یہ ستم ہے کہ نہین

سر برستے ہین جو مقتل مین تو کہتا ہے وہ شوخ
کیون مری تیغ ستم ابر کرم ہے کہ نہین

عجب بہار ہے لالے میں داغ ہونے سے
رہا ہے عیب ہنر بن کے خوش جمالوں میں

جوان ہوئے ہو اٹھا لو مزے جدائی کے
کہ وہ پھول پھل آتے نہیں نہالوں میں

چھپے گا کیا دلِ پرخون کا راز آنکھوں سے
جو ہو گا شیشے میں آئے گا وہ پیالوں میں

اُن ابروؤں سے نمایاں ہے صاف نورِ جبیں
ستارہ حسن کا روشن ہے دو ہلالوں میں

شوخ آنکھیں تمہاری تو پچھاڑے کھاتی ہیں
خواص شیر کے پاتا ہوں ان غزالوں میں

غضب کیا کہ سرِ بام وہ نکل بیٹھے
نہ آئے نالوں میں ہم ہو نہ جانے والوں میں

نگاہ میں نہیں جچتا ہے مالِ مفلس کا
ہم اپنے دل کو پھرا لائے خوش جمالوں میں

نیاز ہوتی ہے قاضی کی صبح کو اسیر
مئے شبینہ جو رہ جاتی ہے پیالوں میں

یہاں خزاں کا نہ کھٹکا نہ خوف گلچیں کا
بہارِ گل میں ہے پالا پڑے گا نالوں میں

وہ آج اپنے جگر پر جو ہاتھ رکھتے ہیں
خوشی ہے وہم ہے فریاد کرنے والوں میں

یہ سچ ہے شعر کا کہنا جلیل مشکل ہے
کبھی نہ سمجھے کہ ہم بھی ہیں کہنے والوں میں

ہائے یہ سرخ سرخ لب روشن
کالی آنکھیں بھی ہیں غضب روشن

شمعِ تربت کا حال کچھ نہ کھلا
کب بجھی گل ہوئی تھی کب روشن

چاند بنا تمہیں مبارک ہو
گھر ہمارا کرو گے کب روشن

پتلیاں بن کے پھر رہا ہے کوئی
کیا یہ آنکھیں ہیں بے سبب روشن

زلف سے آبروئے مشکِ ختن
رخ سے آئینۂ حلب روشن

طورِ سینا کبھی منور رہتا
طورِ سینہ مرا ہے اب روشن

بیچ میں مانگ اِدھر اُدھر گیسو
کہکشاں ہے میانِ شب روشن

وصل کی شب بجائے شمع و چراغ — جلتے ہیں اُن کے لعلِ لب روشن

کہتے ہیں سب ستمگر اُس مہ کو — نام سے بڑھ کے ہے لقب روشن

داغ چمکے ہمارے بوسوں سے — ہوگئے اور اُن کے لب روشن

شعلہ بار آہ کھینچ لوں تو کہوں — کیوں ہوا حال تم پر اب روشن

عشق کی آگ پر پڑیں تقسیر — جل بجھے ہم ہوئی یہ جب روشن

صاف ہے دل کا آئنہ پسِ مرگ — ہوتے ہوتے ہوا یہ اب روشن

سامنے اُن کے چاند کیا چمکے — دن کو ہوتی ہے شمع کب روشن

جلوۂ دید کی ہوس ہے فضول — حالِ موسیٰ ہے ہم پہ سب روشن

آنے والے تجھے خدا رکھے — ایسے دیوار و در تھے کب روشن

تیرے جلوے کا تصدق ہے — ورنہ یوں آئنہ تھا کب روشن

دل تو روشن ہوا تصور سے — آنکھیں ہوتی ہیں دیکھیں کب روشن

اک غزل اور اے جلیل لکھو
کہ طبیعت ہوئی ہے اب روشن

انجم و ماہِ نو ہیں کب روشن — خالِ رُخ ہیں قریبِ لب روشن

باتوں باتوں میں یہ کھلا عقدہ — دُرفشانی سے ہیں وہ لب روشن

اللہ اللہ رے فیضِ جلوۂ یار — چاند سورج ہیں روز و شب روشن

سمجھے کیا عشق کو بتِ کافر — حال روشن ہو دل ہو جب روشن

ذکرِ ابرو کروں تو ہو یہ فروغ — ماہِ نو کی طرح ہوں لب روشن

اور تارے تو اسے فلک چمکے — کوکبِ بخت ہو گا کب روشن

دردِ دل کی چمک قیامت تھی
ہو گئے داغ سب کے سب روشن

برق سے بچ کے خوش ہو کیا بلبل
آتشِ گل تو ہے غضب روشن

ذکر کرتے ہین رشتے روشن کا
راز کر دین نہ بے سحر لب روشن

لاکھ مہتاب کی جلی مشعل
نہوئی پر ہماری شب روشن

ہون جگر کا دیا نگین کی طرح
نامِ الفت مین ہوگا جب روشن

پھر نہ کہدے تمہین کوئی خورشید
منہ سے ہے کیا دمِ غضب روشن

زلف سے ہے بہار چہرے کی
دن کو کر دیتی ہے یہ شب روشن

شبِ غم ہر بلا نظر مین ہے
مشعلِ آہ سے غضب روشن

زلف بکھرا کے رُخ پہ فرمایا
دیکھی ہوگی نہ ایسی شب روشن

ماہِ کامل کا کھنچ گیا نقشہ
ہوئے ہنسنے مین دونون لب روشن

داغِ دل فیضِ عشقِ گیسو سے ہے
چاند کیا ہو بغیرِ شب روشن

زلف چھوٹی تو اور رُخ چمکا
اِس ختن سے ہوا حلب روشن

منہ چھپا کر گئے ہین وہ شب کو
صبح ہوتی ہے دیکھین کب روشن

دورِ آصف کا ہے جلیل کا نام
اب نہ ہوگا تو ہوگا کب روشن

ملجائے وہ بت مجکو جو ہے میری نظر مین
کس چیز کی اللہ کمی ہے ترے گھر مین

ایسا ہوا اب خون نہ باقی ہو جگر مین
دو روز سے وہ بات نہین دیدۂ تر مین

مین کیون یہ کہون اُنسے کہ مشتاقِ الم ہون
رکھ لین گے ابھی ہاتھ سے تلوار کمر مین

فارغ ہون ترے عشق مین راحت طلبی سے
ہے کونسی لذت جو نہین دردِ جگر مین

منظور ہے پانی ترے خنجر کا چُرانا
اچھا ہے رہے چور اگر زخم جگر مین

آنکھین سبھی اچھی مگر اس آنکھ کی کیا بات
صورت مین جو اعجاز ہو جادو ہو اثر مین

عالم جو اُن آنکھون مین ہے دیکھی جھلک اُسکی
کچھ زلف سرِ شام مین کچھ رُخ سحر مین

قاتل نے نیا جوڑ کبوتر کا نکالا
خط باندھ کے بھیجا ہے مجھے تیر کے پر مین

ہلکی ہوئی تلوار مگر آپ نہ باندھین
کیا کم ہے نزاکت کی ادا ہے جو کمر مین

سینے مین ابھی دل ہو ابھی دل سے ہو خالی
یہ بات ہے یا سحر مین یا تیری نظر مین

ہنسنے کے سوا اور وہان کام ہی کیا ہے
جب آئے نمک بھر گئے وہ زخم جگر مین

سورج کا بڑا شور تھا لیکن شبِ ہجران
مُنہ ڈالے رہا وہ بھی گریبانِ سحر مین

چھپتا نہین کچھ آنکھ مین ہنگامۂ محشر
دیکھا ہے وہ کچھ ہمنے تری راہگذر مین

کیونکر یہ کہون ہجر کی راتین ہین اندھیری
ہوتی تو ہے رہ رہ کے چمک دردِ جگر مین

فرصت ہی نہین بننے سنورنے سے کسی وقت
کیونکر وہ ملین قید ہین آئینے کے گھر مین

کیا خوب ہوا حشر گنہگارون کا واعظ
سب آگ مین ڈالے گئے زندانِ سقر مین

ہمنے تو یہ بہروپ جلیل آج ہی دیکھا
تسبیح ترے ہاتھ مین زُنّار کمر مین

ثابت کہین سے بھی نہین پاتا جگر کو مین
بیدرد کیا کہون ترے تیرِ نظر کو مین

بھر دونگا سیم و زر سے ترے نامہ بر کو مین
زندہ رہا جو وصل کی سُنکر خبر کو مین

جی مین یہ آ رہا ہے کہ دل رکھ کے سامنے
سیدھا بنا دُون آپ کی ٹیڑھی نظر کو مین

ذرا اضطرار رات اندھیری جنون کا زور
لے کر چراغ ڈھونڈ رہا ہون سحر کو مین

عالم یہ میری بے خبری بے سبب نہین
نکلا ہون اپنے گھر سے کسی کی خبر کو مین

سوتے مین کھلگئی ہے جو وہ زلفِ مشکبو / کیا کیا ملا رہا ہون نسیمِ سحر کو مین
چوری تو اُس نے کی ہے مگر اب یہ سوچ ہے / رکھون کہان چھپا کے دلِ نوحہ گر کو مین
صیاد سے چھڑا کے تو لائے مجھے نصیب / لاؤن کہان سے اہلِ چمن بال و پر کو مین
انکارِ ظلم حشر مین دے گا مزہ تمھین / شاہد کرون گا جب نگہِ فتنہ گر کو مین
پھر مُنہ پہ تیغ کے مجھے لے جائے تو سہی / سمجھے ہوئے ہون لذتِ زخمِ جگر کو مین
یا تاک تاک کر مجھے برسائین تیر آپ / یا اب ترس ترس کے رہون اک نظر کو مین
ہے بیکسی مین کون جو رو دے گا بعدِ مرگ / بس ہو تو چھوڑ جاؤن دلِ نوحہ گر کو مین
بیخود کرے نہ وصل کی لذت محال ہے / تم شام کو ملے تو ملون گا سحر کو مین
قاتل پہ آج کھول رہا ہون مین دل کا حال / مرنے پہ آج باندھ رہا ہون کمر کو مین
بزمِ طرب مین مجکو بٹھاتے ہو جان لو / رکھتا ہون اپنے ساتھ دلِ نوحہ گر کو مین

اب آپ مجھ سے آنکھ چُراتے ہین کیون جلیل / پہچانتا ہون خوب چھبیلی نظر کو مین

رکھون چھپا کے یون گلِ داغِ جگر کو مین / آئے تو دون ہوا بھی نہ بادِ سحر کو مین
یارب بنائے خوگرِ آزار تو مجھے / دیتا رہون دُعا بُتِ بیداد گر کو مین
یہ اپنا حوصلہ ہے کہ قاتل کے سامنے / ہو جائے دل نشانہ تو رکھدون جگر کو مین
دل مین سکت نہین کہ وہ اشکون کو روک لے / الزام کس قصور پہ دون چشمِ تر کو مین
گاہک شگفتہ دل کے ہین جتنے حسین ہین / کس کس کے گلے لگاؤن دلِ نوحہ گر کو مین
جانا ہی جب تمھین ہے تو رُکنے سے فائدہ / ہان اسقدر رکو کہ تھام لون اپنے جگر کو مین
اچھا نہین کہ ہو رُخِ محبوب بے نقاب / پردہ اُٹھے تو ڈالدون اپنی نظر کو مین

پھر کون کہہ سنائیگا قاتل کی داستان
رکھون نہ کھلا ہوا لب زخم جگر کو مین

مجکو تھی فکر نالۂ دل کی کہ کیا ہوا
آئی صدا کہ ڈھونڈ رہا ہون اثر کو مین

ہے ذرہ ذرہ حشر کا میدان بنا ہوا
ایسا نہ جانتا تھا تری رہگذر کو مین

قاتل کی رہگذر ہے یہان برگ گل کہان
چنتا ہون پارۂ دل و لخت جگر کو مین

صبح شب وصال کا دھڑکا فضول ہے
دیکھونگا منہ سحر کا جو ہون کبھی سحر کو مین

کیا بدگمان ہین کہ جلتا ہون شنا سے
جس وقت دیکھتا ہون کسی نوحہ گر کو مین

جب تک بغل مین ہے دل بیدار سان جلیل
کیون جاؤن ڈھونڈنے کسی بیدادگر کو مین

پوچھون گا پھر بہار چمن کی خبر کو مین
پہلے گلے لگا لون نسیم سحر کو مین

قسمت کا اپنی رنگ یہ باغ جہان مین ہے
کھلجاے ہاتھ چھو بھی اگر لون ثمر کو مین

تم اپنے تیر ناز سے پوچھو تو کیا ہوا
پاتا نہین ہون سینے کے اندر جگر کو مین

سمجھو نہ یہ کہ دل کی طرف سے ہون بیخبر
تم مجکو دیکھتے ہو تمہاری نظر کو مین

وحشت کا جب مزہ ہے کہ ہر تار ہو کوئی
کرتا ہون روز چاک گریبان سحر کو مین

سب اہل باغ پوچھینگے بربادیان مری
تھوڑی سی خاک دیدون نسیم سحر کو مین

تم خط پہ خط لکھوگے یہ کس کو یقین ہے
اتنا بھی ہے بہت کہ نہ ترسون خبر کو مین

خط کی خوشی سنے تو مجھے دیوانہ کر دیا
دون اب پتا کہان کا ترے نامہ بر کو مین

بالون مین چھپ کے قتل پہ ٹھنے تو کھل گئی
معدوم جانتا تھا تمہاری کمر کو مین

شاید ابھی وہ دیکھ کے آئے ہین آئنہ
کہتے ہین مانتا ہون تمہاری نظر کو مین

دست جنون نے کھینچدی تصویر شمع و گل
کرتا ہون چاک جیب کو دھنتا ہون سر کو مین

رس بھری آنکھون سے ہو ساقی تری ساقی گری
ورنہ جام مے لگی دل کی بجھا سکتے نہین

بیٹھنے کو بزم خوبان مین کلیجا چاہیے
ہم کسی کا غمزۂ بیجا اُٹھا سکتے نہین

کس قدر مجبور کر کے اُسنے رکھا ہے ہمین
سو رہی ہے اپنی قسمت ہم جگا سکتے نہین

ہم نے مانا نازنین تم ناتوان ہم ہین مگر
ملکے دونون بیچ سے پردہ اُٹھا سکتے نہین

کیا نزاکت ہے حسینون کے تصدق جائیے
دل مین آ سکتے ہین لیکن دل سے جا سکتے نہین

رازِ دل کہہ کر بُتِ کمسن سے خود رسوا ہوئے
جانتے تھے ہم کہ غُنچے بُو چھپا سکتے نہین

ہاتھ جینے سے اُٹھانا باغبان آسان ہے
آشیان اپنا چمن سے ہم اُٹھا سکتے نہین

ایسے کچھ کھوئے گئے ہین ہم تلاشِ یار مین
ہوش بھی اپنے اگر ڈھونڈین تو پا سکتے نہین

بیٹھ کر تربت پہ یہ کہنا کسی کا ہائے ہائے
مین نہ سمجھا تھا کہ میرا ناز اُٹھا سکتے نہین

لو جوانی آگئی اب خیر جانون کی نہین
وہ اُٹھا فتنہ جسے تم بھی دبا سکتے نہین

لاش پر رونے سے بھڑکی اور رسوائی کی آگ
خاک ڈالو خاک پانی سے بجھا سکتے نہین

غمزۂ خونریز پایا ہے بتون نے اِس لئے
نازنین ہین ہاتھ سے خنجر اُٹھا سکتے نہین

کیون نہ ہمکو رشک آئے شمع پر اے ضبطِ عشق
جل رہا ہے دل مگر آنسو بہا سکتے نہین

کیون تمھین عشاق سے ہونے لگی شرمندگی
آنکھ قاتل ہے تو ہو کیا اب چلا سکتے نہین

دردمندانِ محبت کو دوا سے کیا غرض
اے مسیحا درد کا دل ہم دکھا سکتے نہین

جب کہا کشتے جلانے کو تو بولے ناز سے
ہم سُلا سکتے تو ہین لیکن جگا سکتے نہین

آج شاید پھول ہین بلبل کے صحنِ باغ مین
اُس غنچون پر پڑی ہے مسکرا سکتے نہین

مدعی فتنے اُٹھاتے ہین اُٹھانے دو جلیل
قلب پر سکتے جو بیٹھے ہین اُٹھا سکتے نہین

لےگئے کوئے بوترابؑ مین پاؤن
دھوئیے چشمۂ گلاب مین پاؤن

یار نے سر مرا قلم کر کے
آج رکھا رہِ ثواب مین پاؤن

کیا یوہین گھر کسیکے جاتے ہین
اک مین پر ہے اک رکاب مین پاؤن

وصل کا دن ہے مختصر کیسا
لگ گئے جیسے آفتاب مین پاؤن

کیا ملا کر کے حسن کی تعریف
اُسنے دکھلا دیا جواب مین پاؤن

موجِ وحشت فلک سے کہتی ہے
کیا دھرون خانۂ حباب مین پاؤن

نیند بھی اپنی راہ لیتی ہے
کیا جمین دیدۂ پُرآب مین پاؤن

دل سے نازک ہے دیکھ موجِ روان
چھو نہ جائے کہین حباب مین پاؤن

حسرتِ دید جاے اب کیونکر
سو گئے دیدۂ پُرآب مین پاؤن

جلوۂ دیر و کعبہ کیا دیکھون
کہین ٹکتے ہین اضطراب مین پاؤن

کیا بُرا نشہ ہے جوانی کا
لڑکھڑا جاتے ہین شباب مین پاؤن

آنکھ میری دہن بھر آئی ہے
اُسنے رکھے ہین جب رکاب مین پاؤن

پڑ گیا تھا بہار کے شیشے پر
خشک کرتا ہون آفتاب مین پاؤن

تیغ پیاسون کی دستگیر ہوئی
تھک گئے جب تلاشِ آب مین پاؤن

ایک دن کر کے سیرِ کوچۂ یار
پڑ گئے ہین عجب عذاب مین پاؤن

ہاتھ چومے حنا جلیل اُن کے
چھو سکین ہم نہ جنکے خواب مین پاؤن

ناصحا! ہم ترکِ اُلفت کیا کرین
آ گئی تم پر طبیعت کیا کرین

ہو چکے بے قابو طبیعت کیا کرین
اپنا لکھا اپنی قسمت کیا کرین

ایک وہ ہین، چاہنے والے ہزار | بیوفائی کی شکایت کیا کرین
جی مین ہے اک دن قضا سے پوچھیے | ہم علاجِ دردِ فرقت کیا کرین
یار نے قدرِ محبت کچھ نہ کی | اب بتا ہم اے محبت کیا کرین
ایک دل تھا آ گیا وہ ایک پر | اب کسی سے ہم محبت کیا کرین
جانتے ہین ہے یہ سودا اسکے ساتھ | سُنکے ناصح کی نصیحت کیا کرین
آج ہم سے کل ملین اغیار سے | کہیے ایسون سے محبت کیا کرین
قابلِ جور و جفا سمجھے ہمین | شکر کی جا ہے شکایت کیا کرین
ہم تو بے پردہ تجھے دیکھین مگر | ڈالدے پردہ جو حیرت کیا کرین
اب تو کرتے ہین قیامت وہ بپا | دیکھیے روزِ قیامت کیا کرین
ہنس دیے سب زخم جب آئی بہار | اور اظہارِ مسرت کیا کرین
مہر و مہ کو حاجتِ غازہ نہین | حُسن والے کرکے زینت کیا کرین
حُسن تو بڑھتا ہی جاتا ہے ترا | اک نظر پر ہم قناعت کیا کرین

جی بہلتا ہے تڑپنے مین جلیل
شکوۂ دردِ محبت کیا کرین

رنگ لایا ہے ترے تیر کا پیکان دل مین | ایک غنچے سے کھلا ہے چمنستان دل مین
مین تو خوش تھا کہ ہوئے خیر سے مہمان دل مین | چٹکیان لینے لگے تم تو مری جان دل مین
خلشِ تازہ کا مدت سے ہے ارمان دل مین | میرے قاتل کوئی چُھبتا ہوا پیکان دل مین
دردِ دل اُس بتِ بیدرد کے آگے کہکر | کیا کہین کیسے ہوے آج پشیمان دل مین
کعبہ و دیر مین دوڑاتے ہو دھوکے دیکر | کیا کہینگے تمھین سب گبر و مسلمان دل مین

دستِ قاتل کا نہ بسمل سے علاقہ چھوٹے
تیر چٹکی مین رہے تیر کا پیکان دل مین

عاشقِ زلف کو خلوت مین ہے جلوت کا مزہ
جمع رہتے ہین خیالاتِ پریشان دل مین

زخم کے چور سے یہ جور نہین کم قاتل
چھپ کے بیٹھا ہے ترے تیر کا پیکان دل مین

ہم جو کہتے ہین کہ دل دے کے تمہین پچھتائے
وہ یہ کہتے ہین کہ ہم بھی ہین پشیمان دل مین

ہر چہ در کانِ نمک رفت نمک شد آخر
خون کی بوند ہوا ڈوب کے پیکان دل مین

آج موقع ہے کہ ہو تیر سے ترکش خالی
رہ نہ جائے مرے قاتل کوئی ارمان دل مین

دل کے اغیار سے جسنے مجھے بیچین کیا
شرم کہتی ہے کہ وہ بھی ہے پشیمان دل مین

جیسے طائر کو ہو محبوب نشیمن اپنا
اُترا آتا ہے یوہین تیر کا پیکان دل مین

بھول سکتا نہین احسان تری آنکھون کا
آج تک ہے خلشِ جنبشِ مژگان دل مین

دونون پُر خون ہین سمجھ مین نہین آتا قاتل
دل ہے پیکان مین کہ ہے تیر کا پیکان دل مین

گھر مین اللہ کے اندھیر یہ بُت کرتے ہین
آ گئے ہین کھولے ہوئے زلفِ پریشان دل مین

قتل کر کے جو ہمین آج بہت خوش ہین جلیل!
مُنہ سے چاہے نہ کہین ہونگے پشیمان دل مین

پہلے ایسے تو کھٹکتے تھے نہ ارمان دل مین
رہ گیا ہو نہ کوئی ٹوٹ کے پیکان دل مین

خون کا نام نہین اب تو مری جان دل مین
شک اگر ہو تو چبھو دیکھئے پیکان دل مین

خوبرو ناز و ادا سے ہین خرامان دل مین
مین سمجھتا ہون کہ چلتی ہین چھریان دل مین

کیون ہین چاہون کہ بتون کا لیے ارمان دل مین
اُسپہ قانع ہون جو تھوڑا سا ہے ایمان دل مین

یار در خانۂ و ما گردِ جہان می گردیم
جان ہے گرم تلاش اور ہے جانان دل مین

اپنے آرام کا پہلو کوئی دیکھا ہوگا
رہ گیا ٹوٹ کے قاتل سے جو پیکان دل مین

رہے دامن بھرا اُن کا ہمیشہ ۔۔۔ لحد پر پھول جو برسا رہے ہین

دو روزہ حُسن پہ پھولے ہین کیا گل ۔۔۔ بڑے کم ظرف ہین اترا رہے ہین

نظر سے کیا چھپے ہین چال کی ہے ۔۔۔ وہ اب آنکھون سے دل مین آرہے ہین

سُنا کر قصّۂ پروانہ و شمع ۔۔۔ ہمارے دل کو وہ گرما رہے ہین

کبھی ہم نے پیا تھا بادۂ عشق
جلیل اُسکے مزے اب آ رہے ہین

شوخ آنکھون کے اشارے اور ہین ۔۔۔ تیر جو قاتل نے مارے اور ہین

یون تو ہے سارا جہان مشتاقِ دید ۔۔۔ چاہنے والے تمھارے اور ہین

تیرے تارے بھی ہین دشمن اے فلک ۔۔۔ پر مری آنکھون کے تارے اور ہین

پوچھ کر تلوار قاتل نے کہا ۔۔۔ آئین جو آفت کے مارے اور ہین

بعدِ قتلِ عام بولی وہ نگاہ ۔۔۔ حوصلے دل مین ہمارے اور ہین

دیکھتے ہین عید کا ہر سال چاند ۔۔۔ مہ جمالون کے نظارے اور ہین

جب سے کی درخواست اُن سے رحم کی ۔۔۔ جان لینے پر اُتارے اور ہین

داغ ہین سینے پہ کیا چھوٹے بڑے ۔۔۔ یہ فلک پہ چاند تارے اور ہین

بعدِ شکر نامہ کہنا نامہ بر ۔۔۔ ایک دو ارمان ہمارے اور ہین

تیری باتون سے ہو کیا تسکین مجھے ۔۔۔ تیری چتون کے اشارے اور ہین

آئی جب فصلِ جنون پھر ہم کہان ۔۔۔ چار دن بس مین تمھارے اور ہین

مہجبینون مین گزرتی ہے جلیل
آج کل اپنے ستارے اور ہین

اُو دغا باز فسونگر سب تجھے ہم جانتے ہین،
لے گیا دل کو اُڑا کر تجھے ہم جانتے ہین

پھر گیا تو ہمین غم سے تجھے ہم مانتے ہین
کر گیا تو ہمین مضطر تجھے ہم جانتے ہین

شان مین، آن مین، رعنائی و زیبائی مین
سارے شوقون سے بڑھکر تجھے ہم جانتے ہین

ایک ہی شوخ ہے عیار ہے سنگین دل ہے
کوئی کیا جانے ستمگر تجھے ہم جانتے ہین

اور کیا وصف ترا اے مژۂ یار کرین
رگ جان کیلئے نشتر تجھے ہم جانتے ہین

جانتے ہین تجھے ہم روزِ ازل سے لیکن
یہ نہین جانتے کیونکر تجھے ہم جانتے ہین

اور اوصاف سے اخلاق سے آگاہ نہین
صف مرے یار ستمگر تجھے ہم جانتے ہین

ہان خدا کیلئے رُکنا نہ کہین اشک رے وان
کوچۂ یار کا رہبر تجھے ہم جانتے ہین

تو کہے مجھ سے بگڑ کر تجھے ہم کیا جانین
مین کہون تجھ سے لپٹ کر تجھے ہم جانتے ہین

تو وہی ہے کہ نظر کر کے چرا لین آنکھین
چلدیا مار کے خنجر تجھے ہم جانتے ہین!

ترے آگے کسی عصیان کی حقیقت کیا ہے
کریم داورِ محشر تجھے ہم جانتے ہین

تو ہے سیدھی نگہِ یار تو سب سیدھے ہین
اپنا بخت اپنا مقدر تجھے ہم جانتے ہین

پہلے مانوس نہ تھے تجھ سے خیالِ جانان
جان کے اب تو برابر تجھے ہم جانتے ہین

شاہِ آصف کی ہے تجھ پر نظرِ لطفِ جلیل
آج قسمت کا سکندر تجھے ہم جانتے ہین

دیدۂ تر مرے خونبار ہوے جاتے ہین
لالہ گون یار کے رخسار ہوے جاتے ہین

آتے جاتے جو لڑاتے ہین وہ آنکھین ہم سے
غیر سُن سُن کے یہ بیمار ہوے جاتے ہین

ہم بھی خوش ہین کہ نہین رشک کا موقع نہ رہا
ساری دُنیا سے وہ بیزار ہوے جاتے ہین

نئے انداز سے سو جھی ہے ترقی اُن کو
ہو کے دلدار دل آزار ہوے جاتے ہین

نہایت فخر سے اپنا دلِ پُر درد کہتا ہے
کہ مین رسوا ہون یار کی بیمار آنکھون مین

ادا اک دیکھنے کی ہے وہ جس سے قتل کرتے ہین
یہ خنجر ہے نگاہون مین یہ ہے تلوار آنکھون مین

یہ شانِ پردہ داری ہے کہ قدرت کا تماشا ہے
جہان دیکھو سما جاتی ہو شکلِ یار آنکھون مین

دمِ نظّارہ ہم مارے خوشی کے رو دیتے ہین
نہین آنسو بھرے ہین اشربتِ دیدار آنکھون مین

مجھے تو بیخودی سے آپکو ہے نیند کا دھوکا
کر یگی نیند کیا آکر مری بیدار آنکھون مین

روان ہین اس طرح آنسو کہ دریا جیسے بہتا ہو
مگر پھر بھی جمی ہے حسرتِ دیدار آنکھون مین

دلِ زاہد مین مستی کا گمان اللہ اللہ ایسا ہے
کہ جیسے خواب کو ڈھونڈے کوئی بیدار آنکھون مین

یہ کہکر اڑ گئی اور رہی اور بستر نیند اپنی
مجھے رہنے نہ دیگا انتظارِ یار آنکھون مین

دلِ شیدا کو اپنے مست ہوتے دیر کیا ساقی
جگہ مل جاے دم بھر کو تری سرشار آنکھون مین

پہونچکر دشتِ مجنون مین عجب حالت ہی لیلی کی
یہ کہتی ہو کہ مین جن جنگلون خار آنکھون مین

دراز ہی دیکھ کر بالون کی حیرت اسپہ ہوتی ہے
سما جاتے ہین کیونکر گیسوِ خمدار آنکھون مین

کبھی مجھ سے کبھی اغیار سے ٹھہ اٹھ کے لڑتی ہین
کہان سے آگئی طاقت تری بیمار آنکھون مین

جو دو دیدار کے ترسے کبھی آپس مین ملتے ہین
تو ہو جاتی ہین پہلے چار باتین چار آنکھون مین

یہ کن آنکھون کا متوالا چمن مین آج آیا ہے
جگہ دیتی ہے جسکو نرگسِ بیمار آنکھون مین

جلیل اپنی نگاہون نے خبر کر دی زمانے کو
چھپا رکھی تھی ہم نے دولتِ دیدار آنکھون مین

ردیفِ واو

اے مرے شاہِ باصفا! نورِ خدا نمائین تو ہو
حُسنِ ازل ہے آئینہ جلوہ نمائین تو ہو

شانِ جمالِ کبریا تاجِ وقارِ انبیا
کہتے ہیں جنکو مصطفےٰ صلِّ علیٰ تمھین تو ہو

روحِ رواں سے تم سوا حورِ جناں سے تم سوا
دونوں جہان سے تم سوا بعدِ خدا تمھین تو ہو

تم ہو خدا کو دیکھتے خلق ہے تم کو دیکھتی
قبلۂ جہاں تمھین تو ہو قبلہ نما تمھین تو ہو

آتشِ عشق سے مشتعل سوزِ دروں سے متصل
کس سے کہوں میں حالِ دل دل کی دوا تمھین تو ہو

غم سے تپاں ہیں تو ہیں خستہ جان ہیں تو ہیں
تشنہ دہاں ہیں تو ہیں آبِ بقا تمھین تو ہو

احمدِ پاک جب کہا دل کو قرار آگیا
نام میں جنکے ہے شفا نامِ خدا تمھین تو ہو

دی جو خدا سے آگہی مٹ گئی سب کی گمرہی
خضر بھی کہتے ہیں یہی راہ نما تمھین تو ہو

منہ سے کچھ اب تو بولدو قند لبوں سے گھولدو
غنچۂ دل مرا ابھی کھولدو عقدہ کشا تمھین تو ہو

دونوں جہاں میں رات دن پھیلی ہے کسکی روشنی
پردے میں مہر و ماہ کے جلوہ نما تمھین تو ہو

دستِ کرم ہے خلق پر دل سے خدا پہ ہے نظر
سب میں ملے تمھین تو ہو سب سے جدا تمھین تو ہو

حشر میں ایک شور اٹھا جب یہ جلیل نے کہا
اے مرے شاہِ باصفا نورِ خدا تمھین تو ہو

ہے یہ امیدِ رسولِ دوسرا سے مجکو
بخشوا لینگے قیامت میں خدا سے مجکو

یادِ گیسو سے بہل جائیگا دل تربت میں
چھوٹے جاتے ہیں اندھیرے میں بلا سے مجکو

ہجر سے جان نکل جاتے میں کیا باقی تھا
آپ نے آکے چھڑایا ہے قضا سے مجکو

لے اُڑے ہند سے طیبہ کو مجھے مثلِ غبار
ہے یہ امید مدینے کی ہوا سے مجکو

جانتے ہیں کہ یہ ہے میری محبت کا فقیر
دیکھتے جاتے ہیں شاہانہ ادا سے مجکو

اور ہی جلوہ سمایا ہے مری آنکھوں میں
کیوں بلاتے ہیں حسین ناز و ادا سے مجکو

میں بھی اک طالبِ دیدار ہوں موسیٰ کی طرح
ہاں لٹا دو نگہِ ہوش ربا سے مجکو

چھپا گلیں کھولوں چھالوں کی میں کانٹوں کیلیے — کہ زباں خشک کھاتے ہیں پیاسے مجھکو
آپ ہی کہدیں مرا حال خدا کے آگے — بات کرنے کی نہیں تاب حیا سے مجھکو
اس ہوا خواہ کو سرکار بلائیں تو سہی — پائینگے چار قدم آگے ہوا سے مجھکو
التجا دل کی یہ ہے میں ن تمھارا مجرم — باندھ لو پھر خدا زلف دوتا سے مجھکو
تابش مہر قیامت سے بچائے گا تجھے — ہے یقین آپکے دامان قبا سے مجھکو

نعت گوئی میں مری کیوں نہو تاثیر جلیل
فیض ہے اس میں امیر الشعرا سے مجھکو

مریضوں کو تسکین ذرا دیتے جاؤ — دعا لیتے جاؤ دوا دیتے جاؤ
دعا گر نہ دو تو سنا دیتے جاؤ — مرے پیار کا کچھ صلا دیتے جاؤ
دیا ہے جو دل مفت سمجھو نہ اسکو — خطا میں نے کی ہے سزا دیتے جاؤ سا
ستم کا ہے لپکا پھر آنا پڑے گا — مجھے زندگی کی دعا دیتے جاؤ
یہ کیونکر کہوں تم نہ جاؤ مگر ہاں — مرے درد دل کی دوا دیتے جاؤ
مرا دل تو برباد ہی کر چکے تم — کہاں اب ملوگے پتا دیتے جاؤ
گزرگاہ خوبان میں اپنی صدا ہے — کوئی بوسہ راہ خدا دیتے جاؤ
ستم ہے یہ بسمل سے دامن بچانا — ذرا زخم دل کو ہوا دیتے جاؤ
نکلتی ہے آہیں بھی شان اک وفا کی — یونہیں تم دعا پر دعا دیتے جاؤ
عدو کے یہاں جا رہے ہو جو قاصد — تو مجھکو پیام قضا دیتے جاؤ
میں کیا ایک کے سمجھاؤنگا اپنے دل کو — زبان مجھکو پھر خدا دیتے جاؤ
یہ نازک سا شیشہ ہے تم دل کے پتھر — خدا کیلیے دل مرا دیتے جاؤ

جلیل آہی جائے گا رحم اُس صنم کو
تم اللہ کا واسطا دیتے جاؤ

اپنی نگاہ مین جو وہ ترچھی نظر نہو
رہ رہ کے دردِ دل نہو دردِ جگر نہو

اُس روے صاف پر کبھی خط جلوہ گر نہو
مصحف ادب کی چیز ہے زیر زبر نہو

تم کو نہ میرے حال کی ہو کچھ خبر بجا
اُس سے کہو یہ جا کے جسے کچھ خبر نہو

آپس مین لڑ رہی ہین نگاہین شبِ وصال
دل سوچ مین پڑا ہے کدھر ہو کدھر نہو

اے ہوش تجکو آنے سے مین روکتا نہین
ساقی کو تیرے آنے کی لیکن خبر نہو

دشمن سے پوچھتے ہین مرے رنگِ رخ کا حال
وہ کیا کہے بسنت کی جس کو خبر نہو

آنکھون سے دل مین آؤ یہ خلوت کا ہے مکان
ایسی جگہ رہو کہ نظر کا گزر نہو

معشوق ہو کے اوچھی بننے کا شوق ہے
تلوار آپ باندھینگے چاہے کمر نہو

ناصح کے پند و وعظ کا ہے خامشی جواب
بکنے دو اسے جلیل اُسے تم خبر نہو

دل ہو اور اُس مین دردِ محبت کہین نہو
عبرت کا ہے محل کہ مکان ہو مکین نہو

تم آئینے مین نوک پلک دیکھتے تو ہو
ڈرتا ہون مین کہ پہلے نشانہ تمھین نہو

جاتے ہو تم تو جاؤ اسے بھی نکال کر
حسرت تمھاری کس لیے ہو جب تمھین نہو

آئینے کو بھی تیرے ابتا نہین قرار
جب تک بغل مین کوئی تجھی سا حسین نہو

دل سے کبھی اُتر نہین سکتا بُتِ حسین
اللہ اس قدر بھی کوئی نازنین نہو

پُتلی کو کیا شرف ہے جو آنکھون مین گھر کرے
اس پردہ مین کوئی بُتِ پردہ نشین نہو

بوسہ دہ دین نہ دین مگر اے جذبِ اشتیاق
اتنا تو ہو کہ ہان جو کہین پھر نہین نہو

ابر مین برق کا رہ رہ کے چمکنا کیسا
یہ بھی ایک اُسکی ہے شوخی مرے تڑپانے کو

اسمین اے پردہ نشین پردہ دری کس کی ہے
دیکھنے آتی ہے خلقت ترے دیوانے کو

خوب انصاف ہے اے بادہ کشو کیا کہنا
تم کو تسکین ہو گردش ہو جو پیمانے کو

ہے بڑی چیز لگی دل کی خدا جس کو دے
آگ مین کود پڑا دیکھئے پروانے کو

ہو کے پابندِ جنون سب سے رہائی پائی
بیڑیان لپٹی تھین لاکھون ترے دیوانے کو

کچھ جھکی تیغ تو اب یہ رکاوٹ کیسی
آپ تڑپانے کو آئے ہین کہ ترسانے کو

کوئی ایسی بھی ہے صورت ترے صدقے ساقی
رکھ لون مین دل مین اُٹھا کر ترے میخانے کو

بُتِ پندار کو توڑو تو ہو دل پاک جلیل
تم خدا خانہ بناؤ اِسی بُتخانے کو

لے گیا جوشِ جنون کون سے ویرانے کو
ہوش بھی ڈھونڈ رہے ہین ترے دیوانے کو

توبہ کرنے پہ بھی اتنا ہے علاقہ باقی
دُور سے دیکھ لیا کرتے ہین میخانے کو

دل جلانے کا ہون شاکی تو کہے پردہ نشین
شمعِ فانوس جلاتی نہین پروانے کو

ایسے موقع پہ تو غیرت تجھے آئی ہوتی
کہ لیے پھرتی ہے وحشت ترے دیوانے کو

شکوۂ دل شکنی کیجیے کیا ساقی سے
جوڑتا کون ہے ٹوٹے ہوئے پیمانے کو

اپنا شیدا جو کیا بندہ نوازی اُس کی
ورنہ کیا شمع سے نسبت کسی پروانے کو

خُلد مین بعد قیامت کے جو رونق ہو گی
آج وہ بات ہے حاصل مرے میخانے کو

ہاتھ دھونے پڑے توبہ سے جو دیکھا ہم نے
دستِ ساقی مین چھلکتے ہوئے پیمانے کو

ایسے سودے کے مین قربان جو ہو حُسن فریب
گھیرے بیٹھے ہین پری رو ترے دیوانے کو

پوچھتا کون ہے بیکس کو سوا ستون کے
بیخودی جائے کہان چھوڑ کے میخانے کو

دل شکستہ جو مین تھا پھوٹ کے رو یا کیا کیا
ساقیا دیکھ کے ٹوٹے ہوئے پیمانے کو

اپنی اللہ گنہگارون کی غیبت چھوڑو
شیخ جی بیٹھے ہو اللہ کے گھر جانے کو

دل یہ کہتا ہے کہ یون فیصلہ ہونے کا نہین
آج توبہ سے لڑا دیکھئے پیمانے کو

دم زینت انھین کیا جانئے کیا یاد آیا
آئنہ توڑ دیا پھینک دیا شانے کو

ہے سبق یاد دو عالم کی فراموشی کا
ہوش اتنا تو ہے اپنا ترے دیوانے کو

بزم ساقی مین نہین کوئی شکستہ خاطر
پھینکدیتا ہے وہ ٹوٹے ہوئے پیمانے کو

ان کو معلوم ہے جنت ہے جوانون کیلئے
حضرت شیخ بھلا جائینگے میخانے کو

کیا کہون تم پہ طبیعت مری آئی کیونکر
دیکھ لو شمع پہ گرتے ہوئے پروانے کو

مجکو بھی ساتھ گھسیٹا طرف کوچۂ زلف
دل کو سمجھاؤ یہ کیا سوجھی ہے دیوانے کو

محتسب میکدہ کہتی ہے یہ مجھ سے کہ جلیل
دل سے شیشے کو لگا آنکھ سے پیمانے کو

ردیف ہائے ہوز

داد کیا حسن سے کیا شان ہے اللہ اللہ
دل تو کیا جان بھی قربان ہے اللہ اللہ

دیکھئے دیکھئے ماہ مدنی کا جلوہ
شان کے ساتھ عجب آن ہے اللہ اللہ

فرش سے عرش تک اک نور کا عالم دیکھا
وصل محبوب کا سامان ہے اللہ اللہ

آج کیا ذکر فرشتون کا کہ اللہ کو بھی
دیکھنے کا ترے ارمان ہے اللہ اللہ

دونون عالم مین بچھا خوان کرم ہے جسکا
آج وہ عرش پہ مہمان ہے اللہ اللہ

فرق پر جسکے ہوا تاج شفاعت موزون
دیکھنا یہ وہی سلطان ہے اللہ اللہ

دنیا کی نہ خواہش ہے نہ عقبیٰ کی تمنّا	وہ اور ہوا ہے جو مرے سر میں بھری ہے
سختی ہے بہت ہجر میں بیخود مجھے کر دے	اس وقت خبر لینے کا اے بیخبری ہے
نام آپکا لے لے کے جو کرتا ہوں میں نالے	عالم کو تماشا مری شوریدہ سری ہے
کیا ہوشربا ہے ترے روضے کا نظارہ	بے پردہ و در پردہ وہی جلوہ گری ہے
قربان ہوئی جاتی ہے احمدؐ یہ خدائی	اے حسنِ ازل سب یہ تری جلوہ گری ہے

کہتے ہیں شہِ دین کہ خبر لوں تری کیونکر
تجکو تو جلیل آٹھ پہر بے خبری ہے

سوزِ دل کی مجھے مل جائے دوا تھوڑی سی	یا نبیؐ دیجئے دامن کی ہوا تھوڑی سی
حال مستوں کا ترے دیکھ کے رشک آتا ہے	اس طرف بھی نگہِ ہوشربا تھوڑی سی
کیوں کوئی دولتِ دارین خدا سے مانگے	دل میں ہو الفتِ محبوبِ خدا تھوڑی سی
جان بلب ہو کے چلا ہوں میں زیارت کیلئے	دے مری عمر کو اللہ بقا تھوڑی سی
جان سے بڑھ کے مجھے داغِ محبت ہے عزیز	کاش اس پھول میں ہو بوئے وفا تھوڑی سی
بوئے محبوب جو پاؤں تو میں جی جاؤں ابھی	تو ہی تکلیف کر اے بادِ صبا تھوڑی سی
لوٹنے کی قدمِ پاک پہ حسرت ہی رہی	دو اجازت مجھے اے بہرِ خدا تھوڑی سی
دربدر پھر کے میں آیا ہوں درِ اقدس پر	بیٹھ رہنے کو مجھے چاہئے جا تھوڑی سی
مانگتا ہے کوئی دُنیا کوئی عقبیٰ تم سے	عرض میری بھی ہے شاہِ دوسرا تھوڑی سی
زائرو! جلوہ گہِ پاک ہے مقبول جگہ	مانگ لینا مرے حق میں بھی دعا تھوڑی سی
پاسکے میں ساقیِ کوثر کو یہ کرتا ہوں سوال	اے عطا پاش ادھر بھی ہو عطا تھوڑی سی
میں تمھیں دیکھ کے تڑپا جو بھری محفل میں	ہے خطا دل کی سوا میری خطا تھوڑی سی

حضرتؐ آئے مرے دمِ نزع زیارت کرلون
مجکو آئینۂ خاطر کی جلا کرنا ہے

کاش اس دم مجھے مہلت دے قضا تھوڑی سی
یا نبیؐ چاہیئے خاکِ کفِ پا تھوڑی سی

لے لیا ہمنے صلے مین چمنِ خُلد جلیل
کرکے موزون شہِ والا کی ثنا تھوڑی سی

مجھے دردِ دل کی دوا چاہیے — غبارِ رہِ مصطفیٰ چاہیے
مدینے تک آگئے ہین مرمر کے ہم — پئے قبر تھوڑی سی جا چاہیے
یہ کہتی ہین آنکھین کہ دیدار کو — جمالِ حبیبِ خدا چاہیے
محبت نے جو کچھ کیا دل کے ساتھ — مزے کا ہے قصہ سُنا چاہیے
جسے چاہتے تھے اُسے پا گئے — اب اسکے سوا اور کیا چاہیے
مدینے پہونچنا ہے دشوار کیا — دلِ زار فضلِ خدا چاہیے
سفر مین توجہ رہے ساتھ ساتھ — کہ ہون نابلد رہنما چاہیے
یہ پیکِ تصور سلامت رہے — نہ قاصد نہ بادِ صبا چاہیے
صبا کیا کھلائے گی دل کی کلی — تمھاری گلی کی ہوا چاہیے
طبیبون سے مین کیا کہون دردِ دل — مجھے کوئی درد آشنا چاہیے
ہوس نعمتِ دو جہان کی نہین — مجھے خواجۂ دوسرا چاہیے
مزے سے کوئی درد خالی نہین — مگر اپنے دل مین مزا چاہیے
یہ کہتی ہے پابوس کی آرزو — کہ دل مین ترا نقشِ پا چاہیے

بلالین گے حضرتؐ تمھین بھی جلیل
مگر صدقِ دل سے دُعا چاہیے

خواب ہی مین ہو کسی دن جلوہ گر یا مصطفٰے
ڈھونڈتی ہے تمکو آنکھون مین نظر یا مصطفٰے

مسکرا کر دیکھ لو گر اک نظر یا مصطفٰے
پھول ہو جایئں مرے زخمِ جگر یا مصطفٰے

دردمندون پر ہو کچھ ایسی نظر یا مصطفٰے
درد خود ہو جائے اپنا چارہ گر یا مصطفٰے

نام لیوا آپ کا ہون اور کچھ آتا نہین
رات دن یا مصطفٰے شام و سحر یا مصطفٰے

گر نگاہِ خلق سے پردہ تمھین منظور ہے
میری آنکھون مین رہو مثلِ نظر یا مصطفٰے

ہو نمک افشان کسی دن آپکا حُسنِ ملیح
چاہتا ہون لذتِ زخمِ جگر یا مصطفٰے

ایک خلوت گاہ ہے اور اک تجلّی گاہ ہے
دیدۂ دل آپکے دونون ہین گھر یا مصطفٰے

چشمِ تر کے کر چلے ہین ہم زیارت کے لئے
اس سے چھڑکینگے تمھاری رہگذر یا مصطفٰے

آپکی فرقت مین دو ٹکڑے دلِ پُر داغ ہے
بہ نیا روشن ہوا شق القمر یا مصطفٰے

اِک ذرا گوشِ توجہ اپنے بسمل کی طرف
کہہ رہے ہین کچھ لبِ زخمِ جگر یا مصطفٰے

زندگی اپنی جو یون گزرے تو پھر کیا بات ہے
ہم تو ہون بیمار تم ہو چارہ گر یا مصطفٰے

شوق مین ہم یاد کرتے ہین تمھین کس کس طرح
یا نبی یا شاہ یا خیر البشر یا مصطفٰے

اور ہے وہ کون جو سردار جنّت کا بنے
آپ ہین یا آپکے نورِ نظر یا مصطفٰے

ڈھونڈ لینا تم کو محشر مین کوئی مشکل نہین
تم جدھر ہو گے خدا ہوگا اُدھر یا مصطفٰے

کون ہے جو آپکے جلوے کا دیوانہ نہین
رات دن چکّر مین ہین شمس و قمر یا مصطفٰے

اور تو کوئی نہین ہے میرے رونے کا علاج
پائے اقدس سے ملون ہین چشمِ تر یا مصطفٰے

خواب مین دیکھا ہے جب سے بڑھ گیا ہے شوقِ دید
نکلی پڑتی ہے اب آنکھون سے نظر یا مصطفٰے

میرے دل مین چھپ رہے آنے کو تصور آپ کا
پھر اُٹھا تعظیم کو دردِ جگر یا مصطفٰے

کہہ گئی کیا زیرِ لب تیغِ تبسم آپ کی
مسکرائے کیون مرے زخمِ جگر یا مصطفٰے

دردِ دل کا کوئی کیون پوچھے مسیحا سے علاج	وہ بھی کہتے ہین کہ تم ہو جاؤ گر یا مصطفےٰ

اس جلیلِ خستہ جان کا خاتمہ بالخیر ہو
دم نکل جائے تمھارے نام پر یا مصطفےٰ

بات ساقی کی نہ ٹالی جائیگی
اگر سکے توبہ توڑ ڈالی جائیگی

وہ سنورتے ہین مجھے اسکی ہے فکر
آرزو کس کی نکالی جائیگی

دل لیا پہلی نظر مین آپنے
اب ادا کوئی نہ خالی جائیگی

تیغ قاتل سے گلے مل لینگے آج
حسرتِ دل یون نکالی جائیگی

اب تو وعدے کی بھی مدت ہو چکی
کب غریبون کی دعا لی جائیگی

آتے آتے اُن کو آئیگا خیال
جاتے جاتے بے خیالی جائیگی

پڑ گئی جھپکے یہ میری چشمِ شوق
اب نقاب اُن سے نہ ڈالی جائیگی

لے تمنا تجکو رو لون شام وصل
آج تو دل سے نکالی جائیگی

کیا خبر تھی عشق کے بازار مین
دل سی شئے بھی دیکھی بھالی جائیگی

کیا کہون دل توڑتے ہین کس لئے
آرزو شاید نکالی جائیگی

باندھتے جاتے ہین بلبل آشیان
ایک دن پھولون کی ڈالی جائیگی

اپنی پلکون سے تم اتنا پوچھ دو
پھانس دل کی کب نکالی جائیگی

جان لی تم نے ہمین شکوہ نہین
جانتے تھے جانے والی جائیگی

جو تجھے دیکھیگا اُس سے بعد مرگ
آنکھ حورون پر نہ ڈالی جائیگی

کفرِ زاہد توڑنا کیا بات ہے
صرف اِک مے کی پیالی جائیگی

کچھ حیا کا بھی رہے شوخی مین پاس
ورنہ یہ نازون کی پالی جائیگی

ہم نہ کہتے تھے یہ تم سے اے کلیم
آنکھ بجلی پر نہ ڈالی جائیگی

بے سبب اپنی جگر کا دی نہین
عشق کی بنیاد ڈالی جائیگی

دل تو نذرانے مین بوسے کے گیا
کہتے ہین قیمت جدا لی جائیگی

قبر مین بھی ہوگا روشن داغ دل
چاند پر کیا خاک ڈالی جائیگی

گر یہی نظارہ بازی کا ہے شوق
باغ سے نرگس نکالی جائیگی

دیکھتے ہین غور سے میری شبیہ
شاید اُس مین جان ڈالی جائیگی

فصل گل آئی جنون اچھلا جلیل
اب طبیعت کیا سنبھالی جائیگی

حشر مین اس چال سے آئے وہ اٹھلاتے ہوئے
فتنے سب اُٹھ اُٹھ کے بھاگے ٹھوکرین کھاتے ہوئے

وہ ڈھٹائی سے یہ کہہ اُٹھتے ہین اتراتے ہوئے
ہم چلینگے حشر مین بھی یون ہی اٹھلاتے ہوئے

ناز سے چلتے ہوئے شوخی سے اٹھلاتے ہوئے
تیر بھی آئے تو سینے پر دل کو تڑپاتے ہوئے

آپ کی پیاری حیا پامال ہو کر رہ گئی
اور چلئے ناز سے جوبن پہ اتراتے ہوئے

گھر کیا آنکھون مین جب تک یاں نہ پردے کا خیال
آج لیتے ہو حیا کی سامنے آتے ہوئے

کیون نہ کھینچے رشک کانٹون مین دل اُچھال کر
ہاے مین شانے کو دیکھون زلف سلجھاتے ہوئے

جان کی ہو خیر یارب وہ اُڑا کر دل مرا
پھر ادھر آتے ہین کچھ غمزے کو سکھلاتے ہوئے

ایسی جنس بے بہا اور اک نگہ پر بیچ دی
شرم بھی آئی نہ دل کا مول ٹھہراتے ہوئے

دل کی اُلجھن ہے یہ تیری زلف کی اُلجھن نہین
عمر گزری ہے مری جان اسکو سلجھاتے ہوئے

رات ہم بھی کوے جانان کو چلے کس شان سے
درد و غم ہمراہ نالے شمع دکھلاتے ہوئے

جانِ من صدقے تمھاری شوخیون پر جان و دل
پھر اسی انداز سے آجاؤ اٹھلاتے ہوئے

کیون نہ ڈھانکون منہ کفن سے مین سراپا جرم ہون — شرم آتی ہے خدا کے سامنے جاتے ہوئے
آؤ بیٹھو شوق سے دل مین مگر اس شرط سے — ساتھ لے لینا کوئی ارمان بھی جاتے ہوئے

دل تڑپ جاتا ہے جب مین یاد کرتا ہون جلیل!
ہاے وہ مڑ مڑ کے اُس کا دیکھنا جاتے ہوئے

موجود تھے ابھی ابھی روپوش ہو گئے
اے مست ناز تم تو مرے ہوش ہو گئے

سوتے مین صبح جو مجھ سے ہم آغوش ہو گئے
چھننے لگے تھے خوابِ فراموش ہو گئے

جلوہ ترا تھا یا کوئی دار وے بیہوشی
ہم تو نقاب اُٹھتے ہی بیہوش ہو گئے

وعدے کی رات آئی قضا اس ادا کے ساتھ
دھوکے مین تیرے اُس سے ہم آغوش ہو گئے

برسون ہوے نہ تم نے کیا بھول کر بھی یاد
وعدے کی طرح ہم بھی فراموش ہو گئے

تم تھے یہان تو عیش تھا راحت تھی لطف تھا
یہ سب تمھارے جاتے ہی روپوش ہو گئے

آمد ہوئی جو اُن کی خبر آکے غش نے دی
قربان مجھ سے پہلے مرے ہوش ہو گئے

آنکھون مین بھی جو آے تو اللہ رے حجاب
بنکر نظر نظر سے وہ روپوش ہو گئے

کیا کیا زبان دراز چراغ انجمن مین تھے
دامن کشان تم آے تو خاموش ہو گئے

ساقی اب اُنکا آپ مین آنا محال ہے
تجھپر نثار سب ترے مینوش ہو گئے

یارانِ رفتہ بات کا دیتے نہین جواب
کیا کہہ دیا قضا نے کہ خاموش ہو گئے

فریادِ عندلیب تھی اک فسانہ تھا
گلشن کے پھول سب ہمہ تن گوش ہو گئے

وہ بھی تمھاری طرح نہ نکلے حجاب سے
ارمان دل کے پردے مین روپوش ہو گئے

اے جان ماہ کے لئے ہالہ بھی حسن ہے
اچھا ہے تم جو زینتِ آغوش ہو گئے

سونی ہوئی نہ قبر مری بات رہ گئی
گُل ہو گئے چراغ جو خاموش ہو گئے

جس آئینے کی آنکھ اُس پر پڑی ہے — نظر اُس سے مری برسوں لڑی ہے
نگاہ و تیغ دو کی دونوں خونریز — کوئی کچھ نرم ہے کوئی کڑی ہے
نظر تیری ہے ایسی شوخ دیدہ — یہ مجھ سے کیا زمانے سے لڑی ہے
رقیبوں سے جہاں بگڑی ہے اُنسے — وہاں کیا کیا مری قسمت لڑی ہے
ڈری ہے کیا تمھاری چتونوں سے — یہ چوٹی کس لئے پیچھے پڑی ہے
میں کہتا ہوں کہ جلد آؤ چلا میں — وہ کہتے ہیں کہ جلدی کیا پڑی ہے
وہ میرے دل میں، دل رنج والم میں — تری اُلفت بھی آفت میں پڑی ہے
اُلجھ کر اپنی چوٹی سے وہ بولے — کہ دیوانی یہ کیوں پیچھے پڑی ہے
شہید زلف و مژگاں کی یہ تعظیم — کہیں پھانسی کہیں سولی کھڑی ہے
اُٹھاتے ہو تو سب کو اُٹھا دو — یہ چلمن کس لئے در پر پڑی ہے
پڑا دیکھا جو دل بولے گھٹا سے — اُٹھا لے تیری بجلی گر پڑی ہے
خجالت اُٹھ رہے احسانِ اجل کی — زمیں میں لاش غیرت سے گڑی ہے
ادا چلتی ہوئی لے کر مری جان — قضا اب کیوں سرِ بالیں کھڑی ہے
غضب تھا جو سنا لب کا شبِ وصل — زباں سے وہ زباں گھڑیوں لڑی ہے
شبِ غم کی درازی سنکے بولے — مرے گیسو سے بھی کیا وہ بڑی ہے
قیامت سے ڈراؤں کیا میں اُن کو — قیامت کو الگ اپنی پڑی ہے
تری گات اور تیری بات ہے اور — وہ سینے میں تو یہ دل میں گڑی ہے
دمِ نزع آمد آمد سنکے اُن کی — قضا بالیں پہ گھبرائی کھڑی ہے
قیامت کو وہ ٹھکرا کر یہ بولے — اسی کی خلق میں شہرت بڑی ہے

تری خاطر گرے قدمون پہ اُن کے
جلیلؔ ایسی کسی کو کیا پڑی ہے

گلے سے ملکے جو وہ تیغ سُرخرو ہوتی
لپٹ لپٹ کے تصدق رگِ گلو ہوتی

تمھارے ہاتھ مین ہے کتنی خوشنما تلوار
یہ ہوتی اور کسی کی رگِ گلو ہوتی

بھلے کو ساتھ مرے دل نہین مٹا میرا
وگرنہ آج کہان تیری آرزو ہوتی

ڈری نہوتی اگر میرے دل کی آہون سے
گلے سے لپٹی نہ وہ زلفِ مُشکبو ہوتی

شبیہِ یار سے کہتے ہین دیکھنے والے
بجاے مردمک آنکھون مین کاش تو ہوتی

وہ آئنہ ہے کہ مُنہ پر کچھ اور پیچھے اور
بجاے اُنکے جو کچھ ہوتی وہ رو برو ہوتی

خیالِ زلف کی بو چھوٹ نکلی آخر کار
ذرا سے دل کو تو ننھی سی آرزو ہوتی

وہ ہم سے دیکھنے والون سے کب روبرو ہی رہا
نہ تھے کلیم جو پردے سے گفتگو ہوتی

ملے نہ خوب ہوا ورنہ ہوش ہی جاتے
ابھی تو اُن کی ہے پھر اپنی جستجو ہوتی

جما ہوا تھا وہان رنگ خونِ عاشق کا
حنا تھی ایسی کہان کی جو سُرخرو ہوتی

تمھارے چھپنے سے کیا یار پردہ ہو جاتا
تمھاری شکلِ خیالی نہ رو برو ہوتی

جواب تیغ سے دیتے جو مانگتا بوسہ
بڑے مزے کی مرے اُنکے گفتگو ہوتی

مزہ تھا جب کہ وہ ناوک کو کھینچتے دل سے
اور اُس سے لپٹی ہوئی اُنکی آرزو ہوتی

جو تو ملا تو نظر اب تری نہین ملتی
اسی کی کاش ہمین پہلے جستجو ہوتی

سر اور جسم کا جھگڑا جو پیش ہو جاتا
بتا تو کس طرف اے تیغِ ناز تو ہوتی

اُمیدِ وصل سے کہتا ہے یہ دلِ مایوس
مرا کوئی بھی نہوتا برا ایک تو ہوتی

بگڑتی دونون مین عارض پہ لوٹنے کے لئے
ادھر نگاہ اُدھر زلفِ مُشکبو ہوتی

نہ سوجھا زلف سے یا ناگنی نے ہی لیا بوسہ — محبت سے بلا انسان اندھا ہو ہی جاتا ہے

جلیل اکثر کیا کرتے ہین توبہ شعر کہنے سے
مگر چرچے سے دل مین جوش پیدا ہو ہی جاتا ہے

یہ کہہ گیا بتِ نا آشنا سُنا کے مجھے — کہ آپ مین نہین رہتا ہے کوئی پا کے مجھے
کرین ہلاک نہ تیور ترے ڈرا کے مجھے — دکھا رہی ہین بھوین نیمچے قضا کے مجھے
نقاب کہتی ہے مین پردۂ قیامت ہون — اگر یقین نہ ہو دیکھ لو اُٹھا کے مجھے
بلند نام نہ ہو گا ستم شعاری سے — تم آسمان نہو جاؤ گے ستا کے مجھے
لچک کے تیغ یہ کہتی ہے دستِ قاتل مین — کہ پیار کرنے گلے سے کوئی لگا کے مجھے
ادا سے کھینچ رہا ہے کمان وہ تیر انداز — قضا پکار رہی ہے ذرا بچا کے مجھے
مین اُن کی سنگدلی روزِ حشر کہہ گزرا — بہت بتون نے دئے واسطے خدا کے مجھے
نتیجہ ظلم کا گردش نہین تو پھر کیا ہے — فلک سے پوچھئے کیا پا گیا ستا کے مجھے
اُٹھا رہے ہین وہ قرآن عشقِ دشمن پر — اور اُسپہ تہر یہ ہے سامنے بٹھا کے مجھے
ہر اک سے پوچھتے کیا ہو خدنگِ ناز کا توڑ — تم آزما ہی نہ لو ایک دن لگا کے مجھے
ملونگا خاک مین آنسو کی طرح یاد رہے — ملو نہ ہاتھ کہین آنکھ سے گرا کے مجھے
ترے حساب مین تیری قبا کا دامن ہون — کہ جب مزاج مین آیا چلا لٹا کے مجھے
یہ جوشِ عشق جوانی مین ہم سے کہتا ہے — کہ آپ رکھین گے کب تک دبا دبا کے مجھے
مین ڈر رہا ہون تمھاری نشیلی آنکھون سے — کہ لوٹ لین نہ کسی روز کچھ پلا کے مجھے
ستم تو دیکھو خود اٹکھیلیون کی چال چلے — جو حشر اُٹھا تو الگ ہو گئے بتا کے مجھے
تمھارے واسطے اس دل کا مول ہی کیا ہے — ادا سے دیکھ لو اک دن نظر اُٹھا کے مجھے

وہ فتنہ گر کوئی فتنہ سے مجھے سمجھتا تھا / کہ خوش ہوا ہے بہت بزم سے اٹھا کے مجھے

نظر مین کھب کے یہ کہتی ہے یار کی تصویر / کہ دیکھتے ہی رہو آئینہ بنا کے مجھے

بتون کو تاکتے گزری ہے شرم آئے گی
جلیل سے نہ چلو سامنے خدا کے مجھے

کہہ کے بیٹھا ہے ہم آنکھون مین ٹھہرنے کیلئے / پاؤن پھیلاتے ہین اب دل مین اترنے کیلئے

آنکھین ساقی کی سلامت مرے دشمن ترسین / دھرے میخانے ہین نیت مری بھرنے کیلئے

دل اڑانے کیلئے ہاتھ بڑھایا تھا مگر / مین نے پوچھا تو کہا سینے پہ دھرنے کیلئے

تیری تصویر کو نظرون پہ چڑھاؤن کیونکر / ہائے یہ تو ہے کلیجے مین اترنے کیلئے

کھینچ کر شکل مری دنگ ہے نقاش ازل / رنگ ملتا نہین تصویر مین بھرنے کیلئے

پھوٹ کر روئے ہم اشکون کی پریشانی پر / کیا خبر تھی کہ یہ موتی ہین بکھرنے کیلئے

پڑ گیا صبر مرے دل کی پریشانی کا / اب وہ گیسو بھی ترستے ہین سنورنے کیلئے

شوخیون سے نگہ ناز کہین رکتی ہے / چلتے جادو سے کہے کون ٹھہرنے کیلئے

درد و دل دونون ملے ساتھ ازل مین مجکو / وہ ٹھہرنے کیلئے یہ نہ ٹھہرنے کیلئے

پھر دکھا دو مجھے عالم کی دورنگی کا سمان / زلفین پھر کھول دو گالون پہ بکھرنے کیلئے

دل چراتے ہوئے آنکھین وہ چرا لیتے ہین / خوب پہلو یہ نکالا ہے مکرنے کیلئے

خالی اغیار ہی کرتے نہین برہم ان کو / زلف بھی تو ہے لگی کان سے بھرنے کیلئے

نیند کیون شام ہی سے مانگ رہی ہے رخصت / کوئی آتا ہے ان آنکھون مین ٹھہرنے کیلئے

کس مسیحا کی ہے مقتل مین الٰہی آمد / موت بھی آج مری جاتی ہے مرنے کیلئے

میرے مرنے کی خوشی کیون ہو قیامت ہے قریب / زندہ ہو جاؤنگا پھر آپ پہ مرنے کیلئے

آئینے پر مری آنکھون کو نہ کیون رشک آئے
سب اسی نے تو مزے تیرے سنورنے کیلئے

کوئی بن ٹھن کے اُٹھا ہے مرے گھر آنے کو
بگڑے بیٹھے ہین نصیب آج سنورنے کیلئے

گیسوؤن کو بھی مری طرح ہے شوقِ پابوس
لوٹتے ہین ترے شانے سے اُترنے کیلئے

دل مین آنے کی جو سوجھی لگے اُڑنے مجھ سے
وہ پری بن گئے شیشے مین اُترنے کیلئے

دم مرا یاد تری دونون ہین مہمانِ عزیز
کوئی آنکھون مین کوئی دل مین ٹھہرنے کیلئے

بارِ سر سے وہ سبکدوش کئے جاتے ہین
بوجھ احسان کا سر پر مرے دھرنے کیلئے

اُن کی تصویر مین دی داغِ جگر کی رنگت
خوب سوجھی یہ مجھے رنگ اُبھرنے کیلئے

مژہ یار سے بچنے کی ہے کیا شکل جلیل
کتنے نشتر ہین رگِ جان مین اُترنے کیلئے

قیس و فرہاد کے بعد آپ غنیمت ہین جلیل
جیتے جی یار پہ سو جان سے مرنے کیلئے

تصویرِ شوخ یار کی کیا چال کر گئی
اندر ہی اندر آنکھ سے دل مین اُتر گئی

اے تیغِ ناز چل بھی جو گزری گزر گئی
اب پانی لینے آئی ہے جب پیاس مر گئی

اشکون سے جب یہ جوش بھری آنکھ بھر گئی
دل سے مرے چڑھی ہوئی گنگا اُتر گئی

آمد ہوئی جو اُن کی تو لینے کو راہ مین
دل مجھ سے آگے دل سے بھی آگے نظر گئی

جادوگری کو ناموری کا ہوا جو شوق
شوخی بنی اور آپ کی آنکھون مین بھر گئی

جل جائینگے جاتے جاتے یہ قسمت کے پیچ ہین
کیا زلف ہے کہ ہاتھ لگا اور سنور گئی

مین خوش ہون اب رہیگا نہ دل مین ترے ملال
جتنی جگہ تھی غیر کی اُلفت سے بھر گئی

ہے تیری زلف مین بھی کنھیّا کا خاصّہ
یان دل پہ چھائی وان ترے رخ پر بکھر گئی

برچھی کا کام کر گئی عرضی رقیب کی
تیری نظر سے میرے جگر سے گزر گئی

اُس رُخ پہ دونوں گُتھ گئیں بوسے کے واسطے — آئی اُدھر سے زلف اِدھر سے نظر گئی

حیرت سے تھا جلوہ دلدار کس قدر — دم بھر میں بیقرار طبیعت ٹھہر گئی

جب تک کہ دم رہا نہ گلے سے ہوئی جُدا — تیغ اُن کی وضعدار تھی اپنی سی کر گئی

تیری کمر چھپی تو وہ چھپنے کی چیز تھی — ملتی نہیں نگاہ یہ ظالم! کدھر گئی

دیکھو تو دل کا رشک جو رخصت ہوا وہ شوخ — خود بھی گیا یہ ساتھ جہاں تک نظر گئی

کیا جانے کیسی کل ہے جلیل اُنکے ہاتھ میں
جب رکھ دیا جگر پہ طبیعت ٹھہر گئی

دل سے نکل کے آہ کی قسمت سنور گئی — بن بن کے زلف رُخ پہ کسیکے بکھر گئی

بارش میں حُسن دخترِ رز کا نہ پوچھیے — چھینٹا پڑا تو اور بھی رنگت نکھر گئی

آئی تھی چشمِ تر میں شبیہ اُنکی سیر کو — ٹھنڈی جگہ پسند جو آئی ٹھہر گئی

تم نے تو میری جان کو سایہ بنا لیا — چلتے ہوئے۔ چلی گئی۔ ٹھہرے۔ ٹھہر گئی

ممکن نہیں کہ اُس کی ملاحت کا وصف ہو — جسکی ہنسی نمک مرے زخموں میں بھر گئی

گھبرا کے اُٹھ کھڑی ہوئی تعظیم کیلئے — وہ چال تم چلے کہ قیامت بھی ڈر گئی

اُلجھن ہوئی بلا سے ہوئی فکر زلف میں — اتنا تو ہو گیا کہ طبیعت سنور گئی

یاد آ گئیں مجھے کسی کمسن کی شوخیاں، — بجلی تڑپ کے اور بھی بیتاب کر گئی

عصمت نے یہ بھی کی کہ نکلے نہ گھر سے آپ — اور حُسنِ پاکباز کی گھر گھر خبر گئی

میرا خیال آتے ہی دشمن جو آ گیا — چڑھتے ہی چڑھتے یار کی تیوری اُتر گئی

دل کی طرح ہے جان بھی مشتاقِ دیدِ یار — آنکھوں میں جاتے جاتے جو پہنچی ٹھہر گئی

سارا جہان آئینہ خانہ ہے یار کا — آیا وہی نظر جدھر اپنی نظر گئی

خود مر رہے تھے موت نے کیا آ کے کر لیا
احسان دھر لے آئی تھی احسان دھر گئی

گلرنگ آنکھین ہوگئین ساقی کی یاد مین
فصلِ بہار آ کے مرے جام بھر گئی

ٹھہرے نظر مین جسکی اُسی کا یہ مال ہے
لو دل کے دام چُک گئے قیمت ٹھہر گئی

دشمن پہ بھی نظر تھی وہی اور مجھ پہ بھی
اُمیدوار اُسے مجھے مایوس کر گئی

ہر ایک سے یہ کاکُلِ لیلیٰ کا تھا گلہ
مجنون کی آہ مجھکو پریشان کر گئی

بن ٹھن کے وہ اِدھر سے گزرنا کسی کا ہائے
کیا کہیے اے جلیل! جو دل پہ گزر گئی

شاہِ خوبان جو ترا چاند سا مکھڑا دیکھے
کیون نہ وہ اوج پہ قسمت کا ستارا دیکھے

ہر جگہ شان نئی آن نئی رنگ نیا
کیا کرے دیکھنے والا ترا کیا کیا دیکھے

اُنکی زلفون مین جو عالم ہے وہ ہم جانتے ہین
قیس کی آنکھ سے کوئی رُخِ لیلیٰ دیکھے

سامنا برقِ جہان سوز کا آسان نہین
کوئی کس آنکھ سے اُس شوخ کا جلوا دیکھے

جو قیامت کا نہ قائل ہو یہ اس سے کہدو
کھول کر آنکھ تمھارا قدِ رعنا دیکھے

دل کو ہوتا ہے جنون اور بھی سمجھانے سے
جو اسے جھوٹ سمجھتا ہو۔ وہ سمجھا دیکھے

تم ہو پردے مین تمھین کون حسین جانے گا
حُسن کا لطف تو جب ہے کہ زمانا دیکھے

وہ نکلتے بھی ہین گھر سے تو حجابِ شب مین
چاہتے ہین کہ نہ مجھکو مرا سایا دیکھے

نیمجان اُس نے کیا دیکھ کے اکبار مجھے
وار پورا ہو۔ اگر مڑ کے دوبارا دیکھے

دیکھنا جلوۂ دلدار کا مشکل ہے جلیل!
ہو نہ باور جسے وہ حالتِ مُوسیٰ دیکھے

گوش زد گر مری پُر درد کہانی ہو جائے
تم تو انسان ہو پتھر ابھی پانی ہو جائے

بند یارب مرے اشکون کی روانی ہوجاے / مجھ کو ڈر ہے نہ کلیجا کہین پانی ہوجاے
اسکو دل دیتے ہین آئندہ مقدر اپنا / دوست ہوجاے کہ وہ دشمن جانی ہوجاے
دیدیا حکم مرے قاتل دریا دل نے / وقف پیاسون کیلئے تیغ کا پانی ہوجاے
دل مین ہے کثرت اندوہ خدا خیر کرے / دل سے باہر نہ کہین راز نہانی ہوجاے
شمع کہتی ہے محبت ہے سزاوار اُسے / گرمی عشق سے گھل گھلکے جو پانی ہوجاے
کھینچ اس رنگ سے تصویر مری اے بہزاد / دیکھ کر شکل عیان درد نہانی ہوجاے
سینچ لون نخل تمنا ترے صدقے قاتل! / لطف تھوڑا سا مجھے تیغ کا پانی ہوجاے
صورتین لاکھ سہی آئینہ ہستی مین، / غیر ممکن ہے کہ پیدا ترا ثانی ہوجاے
سب کے دعوے ہے محبت کا جو تم لو تلوار / دودھ کا دودھ ہے پانی کا پانی ہوجاے
حسن ہو عشق کے پردے مین تو پردہ کیسا / چڑھ کے سولی پہ عیان راز نہانی ہوجاے
کوہکن غم کے دن کاٹ رہا ہے ورنہ / کھینچے اک آہ تو پتھر ابھی پانی ہوجاے
چاہتا ہون کہ نہ منت کش فریاد ہون مین / آپ سے آپ عیان درد نہانی ہوجاے
ہجر غم کے ہین جو ڈبڈبے انکھین کیا ڈر قاتل / سر سے اونچا تری تلوار کا پانی ہوجاے
یہی قاصد ہین خبر دل کی جو پہنچاتے ہین / اور یارب ابھی اشکون کی روانی ہوجاے
کمسنی مین وہ مہ نو ہے مگر ایسا ہے / کہ تصدق مہ کامل کی جوانی ہوجاے
پھل تو ہم کھا چکے خنجر کا ترے اے قاتل! / اب عنایت ہمین تلوار کا پانی ہوجاے
اشک خون آنکھ نے ٹپکاے یہ کہکر مجھ سے / تیرے دامن پہ محبت کی نشانی ہوجاے
کر کے دیوانہ مجھے چھپتے ہو تم پردے مین / وقت ایسا ہے کہ عیان راز نہانی ہوجاے
بڑھتے جاتے ہین خریدار محبت تیرے / کیا تعجب ہے کہ سودے کی گرانی ہوجاے

صحبتِ پیرِ مغان سے نہین قابل وہ جلیل
جس سے مستی مین عیان رازِ نہانی ہو جاے

مہربان مجھپہ جو وہ ظلم کا بانی ہو جاے
آسمان کو ہو یہ صدمہ خفقانی ہو جاے

واعظ آیا ہے برستا ہوا میخانے مین
مجکو ڈر ہے کہ گلرنگ نہ پانی ہو جاے

ہوش مین شیخ نہین دخترِ رز کو پاکر
جیسے حاصل کسی بوڑھے کو جوانی ہو جاے

اشکِ حسرت ہے وہ طوفان جو نچوڑون دامن
نہ زمین ہو نہ فلک پانی ہی پانی ہو جاے

چاہنے والون کو تم بھول نہ جانا اُس وقت
جب لڑکپن سے ہم آغوش جوانی ہو جاے

تم جو آؤ تو روان ہون ابھی اشکِ شادی
آتشِ دل کی دوا آنکھ کا پانی ہو جاے

کیا مقدر ہے کہ سیراب ہو عالم قاتل
[illegible] سے لئے تلوار کا پانی ہو جاے

پونچھ کر اشک مرے ہاے یہ کہنا اُن کا
دیکھ افشا نہ کہین رازِ نہانی ہو جاے

تشنہ لب جتنے ہین قاتل کو یہ دیتے ہین دعا
تیری تلوار مین دریا کی روانی ہو جاے

تیغِ ابرو کا تصور ہے دمِ فکرِ سخن
اس غرض سے کہ طبیعت مین روانی ہو جاے

مین تو قائل ہون جب اے اشکِ محبت تیرا
شعلہ خو یار مرا آگ سے پانی ہو جاے

مختصر وصف یہ ہے ناز بھری چتون کا
اک اشارے مین فنا عالمِ فانی ہو جاے

دُرِ غلطان اگر اشکون کا ڈھلکنا دیکھے
وہ خجالت ہو کہ پھر پانی کا پانی ہو جاے

مین یہ سمجھون کہ ملے گوہرِ مقصود مجھے
دردِ دل سُنکے اگر اشک فشانی ہو جاے

غیر کی بات تو ہو آپ کے نزدیک حدیث
دردِ دل ہم جو کہین قصہ کہانی ہو جاے

ایسی حالت مین کہ ہے مشغلہ آہ و فغان،
مین لکھون نامہ تو دیوانِ فغانی ہو جاے

وہ اندھیرا ہے شبِ ہجر کہ دم گھٹتا ہے
تم جو آجاؤ یہی رات سہانی ہو جاے

پھر تجھے بھول گیا وہ ستم ایجاد جلیل
کھینچ اک نالہ کہ پھر یاد دہانی ہو جائے

ہم نے شبِ غم کونسی آفت نہین دیکھی
اب کہہ نہین سکتے کہ قیامت نہین دیکھی

زاہد تری نظرون مین بہت ہین مرے عصیان
تو نے ابھی اللہ کی رحمت نہین دیکھی

کیسے وہ خفا دیکھنے والون سے ہوئے ہین
مدت ہوئی آئینے کی صورت نہین دیکھی

جب رُخ سے نقاب اُسنے الٹ دی ہے چمن مین
پھر ہمنے کسی پھول مین نکہت نہین دیکھی

اب تک یہ صدا آتی ہے موسیٰ کی لحد سے
آواز سُنی ہے تری صورت نہین دیکھی

کیا خوب مصیبت کی ہمین داد ملی ہے
کہتے ہین ابھی تم نے مصیبت نہین دیکھی

پتھر کے نظر آتے ہین بت کدے والے
کیونکر یہ کہون مین تری صورت نہین دیکھی

یہ کیا ہے جو تم پوچھنے بیٹھے مرے آنسو
پھر کہتے ہو تاثیرِ محبت نہین دیکھی

میری نگہِ شوق پہ ناحق کا ہے الزام
کیا آپ نے آئینے مین صورت نہین دیکھی

زنجیرِ تصور مین اُسے باندھ رہی ہے
لیلیٰ نے ابھی قیس کی وحشت نہین دیکھی

کیا تم نے کوئی خون کیا جسکی خوشی ہے
ایسی تو کبھی چہرے کی رنگت نہین دیکھی

ایسا نہین کوئی جو نہ ہو محوِ تجلّے
وہ بھی ہین جنھون نے تری صورت نہین دیکھی

افسردہ دلی کُشتۂ حسرت کی عیان ہے
روشن کبھی شمعِ سرِ تربت نہین دیکھی

کر دیتی ہے بیہوش ہمین لذتِ دیدار
جی بھر کے کبھی یار کی صورت نہین دیکھی

آشوبِ جہان آفتِ جان فتنۂ دوران
دیکھے وہ تجھے جس نے قیامت نہین دیکھی

بلبل بھی بھڑکتے ہین جلیل اپنی زبان پر
کہتے ہین کہ پھولون مین یہ رنگت نہین دیکھی

شب کوئی مثالِ شبِ فرقت نہین دیکھی ‏— دیکھی ہے مگر ایسی مصیبت نہین دیکھی

اُٹھتی ہوئی دنیا مین قیامت نہین دیکھی ‏— شاید ابھی اُسنے مری تربت نہین دیکھی

مُدّت ہوئی اب تک نہ کُھلا طور کا عقدہ ‏— دیکھی ہے کہ مُوسیٰ نے وہ صورت نہین دیکھی

کمبخت مرا دل ہے کہ زندانِ بلا ہے ‏— ابتک تو نکلتی کوئی حسرت نہین دیکھی

کہتے ہو کہ دشمن کا ہمین سوگ نہین ہے ‏— تمنے مگر آئینے مین صورت نہین دیکھی

جو دیکھنے والے ہین ترے اُنکا بیان ہے ‏— ل بھر تری آنکھون مین مروّت نہین دیکھی

کیا تجھ سے کہون شیخ جمالِ بُتِ رعنا ‏— کچھ کبھی نہین دیکھا جو وہ صورت نہین دیکھی

کُھلا گئے وہ مین نے کہا پھول جو اُن کو ‏— دیکھے تو ہین نازک یہ نزاکت نہین دیکھی

حُسنِ بُتِ مغرور بھی ہے وصل کا دشمن ‏— ملتی کسی صُورت سے وہ صورت نہین دیکھی

آؤ تپشِ دل کی تمھین سیر دکھا دین ‏— پھولون کی اگر تم نے شرارت نہین دیکھی

نالے سے غرض اپنی ہے اظہارِ محبّت ‏— مانا کہ اثر کی کبھی صُورت نہین دیکھی

پتھر مین بھی کرتا ہے اثر حُسن وہ شے ہے ‏— کیا آپنے آئینے کی حیرت نہین دیکھی

آئینے مین آئی ہے یہ تصویر کہان سے ‏— اب کہیے کسی نے مری صورت نہین دیکھی

سو بار سمان حشر کا جب تک نہین دیکھا ‏— ان آنکھون نے صبحِ شبِ فرقت نہین دیکھی

یہ بات ہے کیا جو ہین ترے دیکھنے والے ‏— اُن کو بھی ہے اقرار کہ صورت نہین دیکھی

گرمی کا زمانہ ہو کہ جاڑون کا زمانہ ‏— ہمنے کبھی چھوٹی شبِ فرقت نہین دیکھی

حیرت ہے کہ تشبیہ تجھے دیجیے کس سے ‏— یوسف کی قسم ہم نے یہ صورت نہین دیکھی

آئینے مین کیا چیز ابھی دیکھ رہے تھے ‏— پھر کہتے ہو اللہ کی قدرت نہین دیکھی

کھینچا ہے کس اُستاد نے دنیا کا مُرقّع ‏— ایک ایک سے ملتی ہوئی صورت نہین دیکھی

آکر مرے آغوش مین اُس شوخ کا کہنا
واللہ جلیل ایسی بھی قسمت نہین دیکھی

کیا کیا شبِ غم ہم نے مصیبت نہین دیکھی
اتنی ہے کمی صبحِ قیامت نہین دیکھی

موسیٰ تو اُسے دیکھ کے بیہوش ہوئے تھے
ہم لوٹتے ہین اور وہ صورت نہین دیکھی

اے غیرتِ خورشید کچھ اُنپر بھی نظر ہے
جن آنکھون نے صبحِ شبِ فرقت نہین دیکھی

اللہ رے تاریکیِ شبہاے جُدائی
آنکھون نے کبھی خواب کی صورت نہین دیکھی

دل ہے ترے پیکان مین تو پیکان ترا دل مین
دو دل مین کہین ایسی محبت نہین دیکھی

جو اُن کے رُخِ صاف کا ہے دیکھنے والا
اُسنے کبھی آئینے مین صورت نہین دیکھی

اب دیکھنے آئے ہو مریضِ تپِ غم کو
کیا اپنی گلی مین کوئی تربت نہین دیکھی

ناصح مرا ذی ہوش ہے دیوانہ نہین ہے
بات اتنی ہے اُسنے تری صورت نہین دیکھی

مقصود ہے اتنا کہ خرامان ہون ادا سے
کہتا ہون مین اُنسے کہ قیامت نہین دیکھی

ہوتا ہے مقابل جو تمھارے یہ سبب ہے
آئینے نے اپنی کبھی صورت نہین دیکھی

بجلی نگہِ شوخ ہے لیکن ہے جبھی تک
جب تک دلِ بیتاب کی حالت نہین دیکھی

دم جس پہ نکلتا ہے نہ پوچھو کہ وہ کیا ہے
ہم نام سے آگاہ ہین صورت نہین دیکھی

کیا جانئے کیا آج وہ ہین مانگنے والے
ایسی تو کبھی اُن کی عنایت نہین دیکھی

یہ کہہ کے وہ ٹھکرا گئے ایک ایک لحد کو
کل کو نہ کہے کوئی قیامت نہین دیکھی

وان سوگ ہے دشمن کا پہنچ کیا ہو کسی کی
مدت ہوئی آئینے نے صورت نہین دیکھی

یون ناز بھری آنکھون مین کاجل نہ لگاتے
تم نے کسی بیمار کی حالت نہین دیکھی

دل آنکھون سے آزردہ ہے آنکھین ہین نظر سے
جسدن سے مری جان تری صورت نہین دیکھی

مہندی کو نہ بھولے سے بھی وہ ہاتھ لگاتے
بچپن ہے ابھی خون کی رنگت نہین دیکھی

گو حسن ترا چار طرف جلوہ نما تھا
حق یہ ہے کسی نے تری صورت نہین دیکھی

اظہار محبت پہ یہ ارشاد ہوا ہے
آتی ہوئی ہم نے تو طبیعت نہین دیکھی

اک درد نے دل کے جو ہمین لطف دکھایا
سو داغ جگر مین بھی وہ لذت نہین دیکھی

دیکھے ہین طرحدار جلیل آنکھ سے لاکھون
دل جس کا ہے آئینہ وہ صورت نہین دیکھی

ہے خبر پچھلے پہر وہ بے نقاب آنے کو ہے
صبح سے پہلے مرے گھر آفتاب آنے کو ہے

مژدہ اے دل دور مین جام شراب آنے کو ہے
آج چکر مین فلک پر آفتاب آنے کو ہے

انکو کوٹھے سے اترتے دیکھ کر کہتی ہے خلق
آسمان سے اب زمین پر آفتاب آنے کو ہے

کہہ رہی ہے پھول سے گالون پہ سرخی کی نمود
دور طفلی ہو چکا عہد شباب آنے کو ہے

ایسی آفت کیا ہے اے دل اور تھوڑا صبر کر
نامہ بر جانے کو ہے خط کا جواب آنے کو ہے

آنکھ ساقی کی اشارون مین یہ مجھ سے کہہ گئی
ہو مبارک دور مین جام شراب آنے کو ہے

دیکے مژدہ آمد جانان کا قاصد نے کہا
حشر بھی اس فتنہ گر کے ہمرکاب آنے کو ہے

وصل مین بھی اپنی قسمت جاگنے والی نہین
شام ہی سے یار کی آنکھون مین خواب آنے کو ہے

آمد آمد محتسب کی سنکے کہتے ہین یہ رند
آج رحمت کے عوض ہم پر عذاب آنے کو ہے

چتونین کہتی ہین اب موقع نہین ہے چھیڑ کا
شوخیان رخصت ہوئین شرم و حجاب آنے کو ہے

شافع عصیان کے قدمون پر گرو چلکر جلیل
حشر برپا ہو گیا وقت حساب آنے کو ہے

بوئے لیلے جو صبا لائی ہے
دشت مجنون مین بہار آئی ہے

تھک کے بیٹھوں تو یہ کہتا ہے جنون
دو قدم کوچۂ رسوائی ہے

ہوئی مدت کہ چمن چھوٹ گیا
اب ہمیں کیا جو بہار آئی ہے

آپ اور سوگ مرا کیا کہنا
دیکھیے لب پہ ہنسی آئی ہے

تیرا جلوہ تو رہا ایک طرف
ہے تماشا جو تماشائی ہے

قبر پر روتے ہیں کھولے ہوئے بال
منہ برستا ہے گھٹا چھائی ہے

گر کے ٹوٹا ہے جو ساغر میرا
ہائے ساقی کی صدا آئی ہے

کون محفل میں جگہ دے مجکو
ساتھ میرے مری رسوائی ہے

بزمِ ماتم میں ہے شرکت اُن کی
میرے پھولوں میں بہار آئی ہے

ہاتھ رکھ دو دلِ نالاں پہ مرے
ورنہ رکھی ہوئی رسوائی ہے

ہو گیا ہے جو مسیحا بیدرد
اور بھی درد کی بن آئی ہے

ہم ہیں بیمارِ محبت جب سے
نہ مسیحا، نہ مسیحائی ہے

غش جو آیا ہے قفس میں ہم کو
بوئے گل لے کے صبا آئی ہے

آئنہ کیا اُسے سمجھے گا غیر
جو ادا تیری مجھے بھائی ہے

ایک تم کیا ہو جلیل ایک جہان
مستِ خمخانۂ مینائی ہے

کیا پری بن کے بہار آئی ہے
ہر کلی چشمِ تماشائی ہے

گھر مرے جب شبِ وصل آئی ہے
صبح کو ساتھ لگا لائی ہے

آئنہ کر کے مری حیرت کو
آپ اپنا وہ تماشائی ہے

دے گئے داغ مرے سب غمخوار
نہ سکوں ہے نہ شکیبائی ہے

باغِ ہستی سے بہت دُور تھے ہم
بو کسی گل کی لگا لائی ہے

اشکِ خون کا سرِ دامن ہر داغ
یادگارِ شبِ تنہائی ہے

پھانس کہتے ہین کلیجے کی جسے
آرزوے دلِ شیدائی ہے

داغ جو تم نے دیا ہے مجکو
وہ چراغِ شبِ تنہائی ہے

دیکھکر داغِ دلِ مجنون کا
عرقِ خون لالۂ صحرائی ہے

وا ہوا ہے جو درِ چاکِ جگر
کوے جانان کی ہوا آئی ہے

نور ہی نور ہے صورت تیری
جب تو آنکھون مین جگہ پائی ہے

اے جنون رنگِ پریدہ میرا
غازۂ چہرۂ رُسوائی ہے

اُسکے نیرنگ پہ ہم مرتے ہین
بے نشان ہو کے جو ہرجائی ہے

قیس محوِ رُخِ لیلےٰ ہو کر
اپنی صورت کا تماشائی ہے

کہنے بیٹھو گے تو کیا ہوگا جلیل
خامشی مین تو یہ گویائی ہے

دل و دلدار مین یکجائی ہے
آکس مزے کی مری تنہائی ہے

کالی کالی جو گھٹا چھائی ہے
زلفِ ساقی مجھے یاد آئی ہے

اب نہین کا نہین موقع ساقی
پھول لا پھول بہار آئی ہے

بال کھولے ہین یہ کس مہوش نے
صبح سے آج گھٹا چھائی ہے

ایک بلبل بھی نہین گلشن مین
ہاے کس وقت بہار آئی ہے

گھر مرا بھول گئی تھی شاید
بعدِ مُدت شبِ وصل آئی ہے

گُدگُدا دیتی ہے دل کو ظالم
شوخ کتنی تری انگڑائی ہے

بدگمانی سے وہ یہ سمجھے ہین
آرسی چشم تماشائی ہے

حسن اور عشق مین ہے فرق یہی
وہ تماشا یہ تماشائی ہے

دل مین آئے جو مرے فرمایا
خوب یہ گوشۂ تنہائی ہے

کیون گلہ کیجئے تنہائی کا
بارہا آپ کی یاد آئی ہے

دلِ آزردہ کا سمجھانا کیا
تم یہ کہدو مرا شیدائی ہے

جسپہ سو انجمنین صدقے ہون
وہ مرا گوشۂ تنہائی ہے

ہم جو مر مر کے جیا کرتے ہین
یہ محبت کی مسیحائی ہے

وہ ہے پردے مین مگر پھر بھی جلیل
سارے عالم سے شناسائی ہے

میکدے پر جو گھٹا چھائی ہے
یہ بھی پینے کے لئے آئی ہے

لطف دیکھو جو ہے قاتل میرا
اُس کو دعوائے مسیحائی ہے

جب سے چھوٹا ہے گلستان ہم سے
روز سنتے ہین بہار آئی ہے

آئنہ خانہ ہے اور وہ خودبین
یہ نئی انجمن آرائی ہے

کیا تماشا ہے کہ لیتے ہین وہ جان
لوگ کہتے ہین مسیحائی ہے

بزمِ خوبان مین صدا ہے اپنی
کہین میرا دلِ شیدائی ہے

سوتے ہین کھل جو گئی ہے وہ زلف
کیا دبے پاؤن نسیم آئی ہے

جستجو کی ہے مجھے کیا حاجت
اُس کا طالب ہون جو ہرجائی ہے

غُل یہ کرتی ہے ہماری زنجیر
جس کو سودا نہ ہو سودائی ہے

صورتِ یار ہے آپ اپنی نظیر
آئنہ شاہدِ یکتائی ہے

تم پہ جس روز سے آیا ہے شباب
باغ عالم میں بہار آئی ہے

مجھ سے کیا ہوگا تماشائے جمال
اسکو دیکھوں جو تماشائی ہے

پیرہن جب سے ہوا نذر جنون
زیب تن جامۂ رسوائی ہے

تم نے چھوڑا ہے گلستان جب سے
پتی پتی پہ خزان چھائی ہے

سبب حیرت آئینہ نہ پوچھ
کسی جلوے کا تماشائی ہے

تو بھی ہو لوٹ اسے گر دیکھے
جو ادا تیری تجھے بھائی ہے

خاک آئینے کو دیکھے لیلےٰ
اب تو مجنون کی تماشائی ہے

ایک دو ہون تو کرے رشک کوئی
سارا عالم ترا شیدائی ہے

ہم ادھر آپ سے باہر ہیں جلیل
وہ ادھر محو خود آرائی ہے

ترا شباب رہے ہم رہیں شراب رہے
یہ دور عیش کا تا دورِ آفتاب رہے

نہ یار پردہ اٹھائے نہ بے نقاب رہے
یہ سب قبول اگر ہم سے بے حجاب رہے

اجازت اسکی نزاکت نے کس طرح دیدی
کہ تیرے پھول سے رخسار پر نقاب رہے

ہزار مجھ پہ ستم ہو یہی دعا دونگا
کہ چرخ پیر رہے جبتک ترا شباب رہے

پکارے کہتے ہیں ان کے یہ آتشین رخسار
کہ دامن اپنا بچائے ہوئے نقاب رہے

کسی کی راہ شب وعدہ دیکھنا ہے مجھے
الگ تھلگ مری آنکھوں سے آج خواب رہے

یہ ایک چوٹ تھی گھونگٹ پہ شمع محفل سے
جو رات منہ پہ وہ ڈالے ہوئے نقاب رہے

چلا ہے گھر سے وہ مست شباب لازم ہے
قدم قدم پہ سنبھالے ہوئے حجاب رہے

نمود رنگ حیا ہو چلی ہے چہرے سے
عجب نہیں ہے کہ بنکر یہی نقاب رہے

وہ باز آئے تغافل سے کیونکر اس سن مین
شباب کا ہے تقاضا کہ مست خواب ہے

غضب کا نور رخِ پُر ضیا سے چھنتا ہے
نقاب پر بھی ہے لازم کوئی نقاب ہے

دروزہ حسن تو لاکھون کی جان لیتا ہے
نجانے کیا ہوا اگر کچھ دنون شباب ہے

کسی کو تاب کہان تھی کہ سامنے آتا
برہنہ تیغ رہے وہ جو بے نقاب ہے

عدو کے مرنے کا اتنا ملال کیون ہے تجھے
بہت مرینگے سلامت ترا شباب ہے

خفا نہو جو مری آنکھ پڑگئی رخ پر
نظر گزر کے لئے کوئی تو نقاب ہے

یہ عذر خوب نکالا ہے بے حجابی کا
بھری ہے آنکھ مین شوخی کہان حجاب ہے

وہ سامنے مرے آئین تو شرم کہتی ہے
نگاہِ شوق کو روکے ہوئے نقاب ہے

نگاہ مین ہے جو مستی وہ جا نہین سکتی
تم آنکھ بند بھی کر لو تو پینکے خواب ہے

یہی بہت ہے مرے لوٹنے تڑپنے کو
نظر کے سامنے اُس شوخ کی نقاب ہے

ادا ادا مین ہے قدرت کی دی ہوئی مستی
شراب کی تمھین حاجت ہے کیا شباب ہے

یہ رند کہتے ہین لے لیکے بیخودی کے مزے
کہ ہم رہین نہ رہین نشۂ شراب ہے

تمھین کہو یہ تڑپنے کی بات ہے کہ نہین
مری نظر تو نہ رُخ پر رہے نقاب ہے

اُبھار دے جو مرا دستِ شوق شوخی کو
نہ یہ نقاب رہے پھر نہ یہ حجاب ہے

ہم اک نگاہ کو ترسین خدا کی قدرت ہے
اور اُن کی آنکھون مین آکے وہ خواب ہے

ضیائے شمع ہے فانوس مین بھی رہ کے وہی
فضول ہے ترے رخ پر اگر نقاب ہے

جلیل! اب ہوس مے کہان بقولِ امیر
مزے شراب کے تا عالمِ شباب ہے

رُکی رُکی جو چھری دستِ نازنین مین رہی
تڑپ تڑپ کے تمنا دلِ حزین مین رہی!

برہنہ تیغ جو اُس دستِ نازنین مین رہی
قضا چھپائے ہوئے مُنہ کو آستین مین رہی

ہمارے دیدۂ تر اب نصیب کو رو ئین
جنون کے ہاتھ سے دھجّی نہ آستین مین رہی

عجیب لطف سے کٹتی ہے تیغ قاتل کی
کبھی کمر مین کبھی دستِ نازنین مین رہی

یہ کم نہین دلِ شیدا کے فخر کرنے کو
نگاہِ ناز مرے واسطے کمین مین رہی

عدو کو دیکھ کے چینِ جبین مٹی تو نہین
تری جبین سے نکلکر مری جبین مین رہی

پڑا یہ بار کہ پس پس گئی نزاکتِ یار
جو دو گھڑی بھی حنا دستِ نازنین مین رہی

کہانتک اشکون کے موتی لٹائین گی آنکھین
جگہ ذرا بھی نہ دامان نہ آستین مین رہی

لڑے گی برقِ سرِ طور سے یہی شوخی!
جو چار دن بھی تری چشمِ سرمگین مین رہی

ہزارِ تیرگیِ بخت تھی مگر پھر بھی
تجھے کیا تھا جو سجدہ چمک جبین مین رہی

وفا پرست تھی اُس شوخ کی شرارت بھی
مزاج سے جو گئی رُوے آتشین مین رہی

تڑپ سکی نہ مرے سامنے خجالت سے
گری فلک سے جو بجلی گڑی زمین مین رہی

جگر کی آگ یہ بھڑکی کہ چشمِ تر کیسی
تری نہ جیب نہ دامن نہ آستین مین رہی

صبا نہ آئی کبھی بوے دلربا لے کر
اسیر وہ بھی مگر زلفِ عنبرین مین رہی

جلیل مٹ گئی جب یار کی نظر سے نظر
نہ آرزو کوئی باقی دلِ حزین مین رہی

عدم سے سوے ہستی تیرے کوچے کی ہوا لائی
کہان تھا آشیان میرا کہان مجکو اُڑا لائی

سلامت اے صبا تو لانے والی بوے جانان کی
مرے دل کی خوشی لائی مرے غم کی دوا لائی

جدا ہونا خیالِ یار کا کس کو گوارا ہے
چلا جب روٹھ کر دل سے مری حسرت منا لائی

تجھے زاہد نفر ہے تو ہو صانع کی صنعت سے
مجھے تو ان بتون کے سامنے یادِ خدا لائی

نگاہِ ناز کے صدقے ہجومِ عاشقاں دیکھو
تمھاری اک نظر ساری خدائی کو لگا لائی

نچھاور کر دئے داغِ جگر کے پھول چُن چُن کر
بہارِ وصلِ جاناں کی خبر جس دم صبا لائی

نگاہِ مستِ ساقی کا یہ ادنیٰ سا تصرف ہے
مجھے دم بھر میں سیرِ عالمِ بالا دکھا لائی

اجل بے وقت کیوں آتی شہیدانِ محبت کی
تری ترچھی نظر لائی تری بانکی ادا لائی

بہت خوش ہیں وہ میرا خون ملکر اپنے ہاتھوں میں
ہر اک سے کہتے پھرتے ہیں کہ رنگ اچھا حنا لائی

درِ دلدار پر مرنا میسّر کس کو ہوتا ہے
بہت خوش ہوں کہ مجھکو تیرے کوچے میں قضا لائی

نہ کعبہ ہی چھُٹا ہم سے نہ چھوٹا کوئی بُت خانہ
جلیل اُس بے نشاں کی جستجو گھر گھر پھرا لائی

یہ کہنا اُس سے لے قاصد سمجھ خود پرستی ہے
کہ تیرے دیکھنے کو آنکھ مدّت سے ترستی ہے

بنے ہیں جب سے وہ ساقی مزے کی مے پرستی ہے
اِدھر مے ہے پیالوں میں اُدھر آنکھوں میں مستی ہے

تری آنکھوں کے صدقے ایک دنیا ان میں بستی ہے
فسوں ہے سحر ہے اعجاز ہے شوخی ہے مستی ہے

تباہی دل میں رہتی ہے خرابی دل میں بستی ہے
یہی آباد بستی ہے - یہی ویران بستی ہے

نگاہوں سے ملاتا ہوں نگاہیں اس تمنّا میں
وہ مے سرک کر دل میں آ جائے جو اُن آنکھوں میں مستی ہے

وہ جنسِ دل کی قیمت پوچھتے ہیں میں بتاؤں کیا
یہی مہنگی سی مہنگی ہے یہی سستی سی سستی ہے

نہ صُہبا ہے نہ ساغر ہے نہ مینا ہے نہ خُم ساقی
مجھے جو مست کرتی ہے تری آنکھوں کی مستی ہے

ازل سے حق پرستی بت پرستی سنتے آتے ہیں
مگر یہ آپ کا مشرب نرالا خود پرستی ہے

جوانی نے دئے ہیں اُنکو لاکر ہمنشیں کیا کیا
ادا ہے ناز چتون میں حیا آنکھوں میں مستی ہے

مدارِ زندگی ٹھہرا نفس کی آمد و شد پر
ہوا کے زور سے روشن چراغِ بزمِ ہستی ہے

تماشا ہے مری رندی کہ ساغر ہاتھ میں لیکر
ہر اک سے پوچھتا ہوں میں کہیں تھوڑی سی مستی ہے

مین تو منہ کھولون نہ اظہارِ محبت کیلئے
پر ہے مشکل بند ہو جائے لبِ فریاد بھی

زلف کھولے آئے ہین قیدی بنانے کیلئے
قید آنکھون پر مگر جب ہو کوئی میعاد بھی

ہمسے نو آموز سے صیاد راضی ہو چکا
نغمہ سنجی اِک طرف آتی نہین فریاد بھی

مرتبہ حضرت کا روشن ہے زمانے پر جلیل
تھے امیرِ ملکِ معنی بھی جگت استاد بھی

اِس شان سے وہ آج پئے امتحان چلے
قتلون نے پاؤن چوم کے پوچھا کہان چلے

کیا پوچھتے ہو بجکے بلاسے کہان چلے
آتے نہین پلٹ کے جہان سے وہان چلے

کس صید پہ لئے ہوئے تیر و کمان چلے
مین تو یہان ہون سینہ سپر تم کہان چلے

نالہ اِدھر کھچا اُدھر اشکِ روان چلے
جیسے صدا جرس کی ہوا اور کاروان چلے

اپنی ادائے نیم نگاہی کا واسطہ
لے بیخبر خبر کہ ترے نیمجان چلے

کچھ تو لحاظ ساتھ کا منزل مین چاہیے
ہم ناتوان ہین تیز نہ عمرِ روان چلے

کیا یاد ہم کرینگے کہ آئے تھے وقتِ نزع
اتنا بھی تو نہ آپ نے پوچھا کہان چلے

بیٹھے ہین لوگ دیر سے آمادۂ سفر
چلنا اگر ہے تیغ کو قاتل تو ہان چلے

ہر گھونٹ پر نکلتی ہے دل سے مرے دُعا
تا دورِ آفتاب پینے کی دُکان چلے

اُٹھتا ہون مین جو دشت سے جانے کو اے جنون
کہتے ہین خار تھام کے دامن کہان چلے

اپنی رگِ گلو ہے کہ اک شاہراہ ہے
خنجر چلے چھُری چلے تیغ روان چلے

احسان ہے کتنا کششِ امید و بیم کا
اے جان آج تک جو ترے نیمجان چلے

آنکھون مین کون آکے الٰہی نکل گیا
کس کی تلاش مین مرے اشکِ روان چلے

کتنی ہی دیر رہ کے وہ جانے کا نام لین
کہتا ہے دل یہی کہ ابھی سے کہان چلے

رکھے خدا سدا تمھین حاجت روائے خلق
رکھنا ہمین بھی یاد جو تیغِ رواں چلے

گویا تھا انتظار تمھارا ہر ایک کو
چھریان چلین کٹار چلی تم جہان چلے

سودائے زلفِ یار سے پیچھا نہ چھوٹ سکا
سائے کی طرح ساتھ چلا ہم جہان چلے

راہِ طلب مین شوق کا اپنے یہ حال ہے
بیٹھا کہین مین تھک کے تو اشکِ رواں چلے

سنتے ہین پہونچے گورکنارے ترے مریض
اتنا بھی گر چلے تو بہت ناتوان چلے

ہمراہ ساتھیون کے ہمارا یہ حال ہے
جیسے غبارِ راہ پسِ کاروان چلے

بحرِ جہان کی سیر بھی ہونا ضرور ہے
آہستہ اپنی کشتیِ عمرِ رواں چلے

جتنے اُٹھے تھے خاک سے پھر خاک ہو گئے
محشر مین اس ادا سے وہ دامن کشان چلے

جیسا گرے وہین کے رہے تیرے ناتوان
نقشِ قدم کی چال پسِ کاروان چلے

قاتل گلوے خشک دکھاؤن نہ کیا کرون
دریا کی موج بن کے جو تیغِ رواں چلے

کیا بات ہے پہونچکے جو منزل پہ لے قرار
کوئی چلے تو صورتِ عمرِ رواں چلے

جینے کی بات کوئی مجھے سوجھتی نہ تھی
احسان آپکا ہے کہ دے کر زبان چلے

دم توڑتا ہے عشق مین جب کوئی دردمند
کہتا ہے درد چھوڑ کے مجکو کہان چلے

جب مین چلون تو سایہ بھی اپنا نہ ساتھ دے
جب تم چلو زمین چلے آسمان چلے

ذکرِ حبیب سے ہو نہ غفلت کبھی جلیل!
چلتا رہے یہ کام بھی جبتک زبان چلے

دل کی آہین نہ گئین رات کے نالے نہ گئے
میرے دلسوز مرے چاہنے والے نہ گئے

اپنے ماتھے کی شکن تم سے مٹائی نہ گئی
اپنی تقدیر کے بل ہم سے نکالے نہ گئے

آج تک ساتھ ہین سرکارِ جنون کے تحفے
سر کا چکر نہ گیا پاؤن کے چھالے نہ گئے

قربان مین اس جنبش ابرو کے ستمگر
تلوار جب ایسی ہو تو اک وار بہت ہے

نرگس کو ذرا آنکھ دکھا آؤ چمن مین
سنتے ہین اُسے حسرت دیدار بہت ہے

کیونکر نہ جلیل آپ سے امداد طلب ہو
یا شافع محشر وہ گنہگار بہت ہے

خانۂ دل مین غم عشق کی مہمانی ہے
میزبانی کے لئے بے سروسامانی ہے

ہم نہ کہتے تھے کہ زلفون مین نہ رکھو دل کو
اب یہ بیکار گلہ ہے کہ پریشانی ہے

اپنی محفل مین بٹھاتا نہین کوئی مجکو
جانتے ہین کہ مرے ساتھ پریشانی ہے

پردہ ڈالے ہوے ابتک ہے لڑکپن اُنکا
دولت حُسن جوانی کی نگہبانی ہے

جلوۂ یار سے ہر آنکھ کو روشن دیکھا
لاکھ آئینون مین اک صورت نورانی ہے

اشکباری مین خدا را مجھے سمجھو معذور
دل پہ صدمہ ہے کچھ ایسا کہ جگر پانی ہے

اُسکا جلوہ ہے مرے آئنۂ دل مین جلیل
جسکا ہمسر ہے نہ کوئی نہ کوئی ثانی ہے

ستم ہے غیر کی چاہت کا ہوتا ہی بیان ہم سے
جو کچھ کہیے تو کہتے ہین لڑتے ہو زبان ہم سے

مخالف ہو گئے آخر ہمارے رازدان ہم سے
پھرین آنکھین کھچے نالے جلا سوز نہان ہم سے

ذرا سا دل اُسے بھی وہ چھپا کر رکھ نہین سکتے
نظر ملتے ہی کہدیتی ہین اُنکی شوخیان ہم سے

کمانین کھچ گئین ابرو کی دل جب سامنے آیا
نگاہین بول اُٹھین جاتا ہے ابکے کہان ہم سے

کہان کی نیند سونا دشمنون کا خواب ہو جاتا
کسی دن تم جو سُن لیتے ہماری داستان ہم سے

بڑی جاسوس ہین آنکھین بڑی غماز ہین آنکھین
دلون کا حال کہتی ہین وہان تم سے یہان ہم سے

چمک کر اُٹھ کھڑے ہونا ٹھہر جانا تو تڑپانا
بتاتا ہے تمھارا روٹھنا دردِ نہان ہم سے

کسی پہلو سے ہو مطلب تو دل کا لوٹ جانا ہے
یہی کہہ دو نزاکت سے نہیں کھنچتی کمان ہم سے

چلے تو ساتھ ہی سے کل در محبوب سے اٹھ کر
مگر یاد اب نہیں آتا کہ دل چھوٹا کہاں ہم سے

نگاہیں دیکھنا دشمن کی اور پھر کس ڈھٹائی سے
جو کہیے یا اشارے تم سے ہیں کہتے ہیں ہاں ہم سے

تمھیں مشکل ہے جانا دل سے ہم کو آپ میں آنا
نہ تم سے ناز میں ہونگے نہ ہونگے ناتوان ہم سے

بہاران خوشنما پھولوں کی دو دن دیکھ لینے دے
چمن میں پھر جو ہم آئیں قسم لے باغبان ہم سے

یہ سب آتش کے پرکالے ہیں جتنے پیچ ڈالے ہیں
لگاتے رہتے ہیں ظالم وہاں اپنے یہاں ہم سے

تلاش یار میں اچھا دیا ساتھ اشکباری نے
ہمیشہ دو قدم آگے رہے اشک روان ہم سے

یہ تیر اب کیون یہان آتے ہیں کیا رکھا ہے پہلو میں
کہ دل تو لے گیا پہلے ہی وہ ابرو کمان ہم سے

یہ کیا تم کہہ گئے مہر و وفا کا نام عنقا ہے
ذرا سوچو تو دل میں ایسی باتیں مہربان ہم سے

جو میں تڑپا تو وہ چلتے ہوئے اک تیغہ جڑ کر
کہا دیکھا نہیں جاتا ہے کوئی نیم جان ہم سے

ہمارے ساتھ دل نے ہجر کی راتیں یوہیں کاٹیں
کہی کچھ سرگذشت اپنی سنی کچھ داستان ہم سے

یہ جی میں ہے چھپا لیں تم کو اپنے دل کے پردے میں
پتا بھی دیں نہ پھر پوچھے اگر سارا جہان ہم سے

گلے پر میرے چلکر ناز سے کہتا ہے وہ خنجر
غنیمت ہے ہمارا دم جہان میں پھر کہان ہم سے

سنا کرتے ہیں دل سے شکوۂ جانان کے فسانے
کیا کرتا ہے باتیں رات بھر اک بے زبان ہم سے

جلیل اُن کو ہمارا نام لیتے شرم آتی ہے
یہ کہتے ہیں کہ رکھتا ہے محبت اک جوان ہم سے

یہ الجھن ہے کہ دل کا ذکر کرنا ہم کو مشکل ہے
وہ کہتے ہیں دکھاؤ چیر کر پہلو کہاں دل ہے

کہے مشکل ہماری سخت جانی سے یہ مشکل ہے
فقط اتنا سہارا ہے کہ دل کا سخت قاتل ہے

تمہارے تیر کے دشمن ہیں گھٹ گھٹ کے ترکش میں
خدا رکھے جگر ہے عاشقوں کا سینہ ہے دل ہے

کس قدر گھبرا رہا ہے دم مرا بے ہمنشین | کاش دو اک تیری پہلو مین آکر بیٹھتے
شعلۂ آواز ہی سے پھونکے دیتے ہین مجھے | ہاے کیا کرتے جو پردے سے نکلکر بیٹھتے
عمر بھر ہم غمزۂ بیجا اٹھاتے شوق سے | یہ نہ تھا ممکن کہ انکا شکوہ لیکر بیٹھتے
آپ جلدی اٹھ گئے کیون مین بھی تو بیتاب تھا | دیکھ لیتے دم نکلنا اور دم بھر بیٹھتے
چار ہی باتون مین ایسے ہو گئے تم لوٹ پوٹ | درد دل سننے جو بیٹھے تھے سنبھلکر بیٹھتے
بیٹھنے کے واسطے کیا کم تھا سکہ آپ کا | آپکے دشمن ہر اک محفل مین جاکر بیٹھتے
کہتے ہین اچھا ہوا پوچھا نہ ہمنے درد دل | تم ذرا پاتے اشارہ لے کے دفتر بیٹھتے

پاس سے اٹھنا نہین منظور انھین تیرا جلیل
ورنہ کیون دامن وہ زانو سے دبا کر بیٹھتے

کس لطف سے سلوک کا اظہار ہم سے ہے | اک تو ہی کامیاب ہمارے ستم سے ہے
تیور مین ہے جو بانکپن ابرو کے خم سے ہے | قاتل کی ساری نوک اسی خنجر کے دم سے ہے
معشوق کے لئے کج ادائی ضرور ہے | کاکل جو ہے بری تو فقط پیچ و خم سے ہے
ممکن نہین کہ جھوٹ ہو عہد وصل مین | ہارا ہوا یہ قول تمھاری قسم سے ہے
ہے ایک ہی نگاہ مگر اُف رے طرز دید | اقرار مدعی سے ہے انکار ہم سے ہے
لکھا ہے جب سے حال ترے دلفگار کا | جاری لہو کی دھار شگاف قلم سے ہے
ملکر مرے گلے سے کہا تیغ یار نے | اب تو نہ یہ کہو گے کبھی تو بھی ہم سے ہے
کہتا ہے جب وہ ترک کہ مقتل ہے اک چمن | رگ رگ پکارتی ہے کہ بلبل کے دم سے ہے
ہر بات مین ہے مصحف رخسار کی قسم | کیا جھوٹ کو فروغ تمھاری قسم سے ہے
پلے پہ تیر ناز کے آتا نہین کبھی | سہما ہوا فلک بھی تمھارے ستم سے ہے

اُس رشکِ گل کو لیکے جو آئے ہین باغ مین
جو گل ہے مُنہ پُھلاے ہوئے آج ہم سے ہے

مجھ سے گناہگار کو بھی حشر مین جلیلؔ!
اُمید مغفرت کی خدا کے کرم سے ہے

شرم ایسی ہے نقاب رُخِ یار کیلئے
آئینے بھی ترستے ہین دیدار کیلئے

تلوار اُگلی پڑتی ہے قاتل کی میان سے
رحمت تڑپ رہی ہے گنہگار کیلئے

چُبھ جاے دل مین ایسی نہ برچھی نہ تیر ہے
یہ بات ہے فقط نگہِ یار کیلئے

چہرے سے عاشقون کے اُڑاتا ہے رنگ عشق
غازہ بنائے کو ترے رُخسار کیلئے

اُس قدر سے عشق کرکے پڑے ہم عذاب مین
سولی کھڑی ہے روز گنہگار کیلئے

دشمن کے دیکھنے سے بچاؤ تم آنکھ کو
پرہیز کچھ تو چاہیے بیمار کیلئے

رحمت اُسکی اُسکے غضب کی پناہ ہے
اچھی سپر یہ نکلی ہے تلوار کیلئے

ساقی شرابخانے مین آئے ہین آج شیخ
لانا ذرا مزے کی مے یار کیلئے

غنچے مین کیون رہین نہ جیبون کے ہم جلیلؔ
کانٹا بھی کوئی چاہیے گلزار کیلئے

بہا کر خون میرا مجھ سے بولے
کہ لے جینے سے اپنے ہاتھ دھولے

جو دل پایا ہے تو چار اشک رولے
زمین اچھی ملی ہے بیج بولے

صدا اپنی ہے بازارِ جنون مین
دل اپنا مفت کا سودا ہے جو لے

وہ جاتے ہین اکیلے میرے گھر سے
نکلکر جان تو ہی ساتھ ہولے

کھُلے گی زلف سے خود دل کی چوری
وہ جادو کیا نہ جو سر چڑھ کے بولے

تجھے ہے اختیار آ یا نہ آ نا
دلِ مضطر کا کہنا مان تو لے

اجل بولی یہ تربت مین لٹا کر
گھٹا ئین جھومتی ہین میکدے پر

بہت جاگا ہے اب جی بھر کے سولے
کہ پریان اُڑ رہی ہین بال کھولے

کسی کو دے دیا دل مُفت اپنا
جلیلؔ ایسے ہی تو ہین آپ بھولے

ہان ہان لگاؤ تیر مرا دل یہی تو ہے
مرتے تو ہین ہمین پہ ہمین کیون ہے ناگوار
اب لوٹ کیون ہو دل کی تڑپ دیکھ دیکھ کر
آنکھ اپنی اُسنے دیکھ کے آئینے مین کہا
دیکھین لگی وہ دل کی بُجھاتے ہین یا نہین
کیا اپنا حق اجل کے لئے وقف کر دیا

کچھ اور فائدہ نہ سہی دل لگی تو ہے
اپنی پسند اپنی نظر اپنا جی تو ہے
اِترا کے جس کو پھینکدیا تھا وہی تو ہے
بیمار سب بتاتے ہین اچھی بھلی تو ہے
اِک زہر کی بجھی ہوئی جُھنجلا کے لی تو ہے
بالین سے کیون تم اُٹھ کے چلے جان ابھی تو ہے

لوٹے گا اور کون درِ میکدہ پہ یون
یہ کام ہے جلیلؔ کا دیکھو وہی تو ہے

سرِ محفل وہ ادا سے جو خرامان ہونگے
ہر طرح داغ محبت کے نمایان ہونگے
ہمنے تو جان کے زلفون کی بلائین لے لین
چٹکیان لینے سے تیرے جو کلیجے مین ہین نیل
چھالے کھا کھا کے محبت کے سنور جائینگے ہم
ناز اشکون کے اُٹھاتا تو ہون آنکھون سے مگر
جان جائے گی محبت مین بلا سے جائے

ناز و انداز اُٹھائے ہوے دامان ہونگے
پردہ کرنے سے چراغِ تہِ دامان ہونگے
اور ہونگے جو بلاؤن سے پریشان ہونگے
خال بنکر ترے چہرے پہ نمایان ہونگے
زلف بن بنکے حواس اپنے پریشان ہونگے
سمجھے بیٹھا ہون کہ اک دن یہی طوفان ہونگے
سوگ مین آپ کے گیسو تو پریشان ہونگے

میرے دامن مرے چھالے جو سلامت ہین جنون
تنگ بھوکے نہ کبھی خارِ بیابان ہونگے

بوسے لینے کو بکھر جائینگے رُخ پر گیسو
کھول کر بال بہت آپ پریشان ہونگے

آپ آئین تو سہی آپ کو چھیڑینگے نہ ہم
آپ کی عمر دراز آپ پہ قربان ہونگے

قتل ہو کر بھی سبکدوش نہ ہونگا قاتل
سر جو گردن پہ نہ ہوگا ترے احسان ہونگے

غیر کا سوگ اُنھین ہوگا مجھے جان کا روگ
اس طرف حال اُدھر بال پریشان ہونگے

ملکے ہاتھون سے کیا ہے مجھے بسمل اُسنے
پھول ہو جائینگے وہ زخم جو خندان ہونگے

بکھرے بالون سے کہو لیتے ہین کیون دل میرا
اور بھی مل کے پریشان سے پریشان ہونگے

پیاس مشتاقِ شہادت کی بجھائینگے وہ کیا
آپ ہی خون کے پیاسے ترے پیکان ہونگے

زلف سے بڑھ کے ہے قصہ مری بربادی کا
نہ سنین آپ اسے ورنہ پریشان ہونگے

وصل مین وہ مرے سینے سے لپٹ کر بولے
آج رخصت ترے دل سے کے ارمان ہونگے

جطرح ڈالیون مین پھول چُنے جاتے ہین
تیرے دیوانون کے دامن مین گریبان ہونگے

رنگ لائینگے مرے داغِ دل و داغِ جگر
ابھی دو پھول ہین دو دن مین گلستان ہونگے

اب گلے شکوے حسینون کے ہین بیکار جلیل
ہم نہ کہتے تھے بہت آپ پشیمان ہونگے

خود نمائی سے تری شکل چھپائی نہ گئی
گئی جس بزم مین لیتی ہوئی آئینہ گئی

آئنہ دیکھتے ہی لوٹ گیا وہ خود بین
چوٹ تھی سامنے کی اُس سے بچائی نہ گئی

صبح کر دی مگر اکدم کو نہ جوڑا کھولا
بات تو اتنی بڑھی رات بڑھائی نہ گئی

سُن کے پیغامِ اجل جان ہی دیدی ہمنے
ناتوان تھے جو بہت بات اُٹھائی نہ گئی

اُسنے دیدار قیامت پہ اُٹھا رکھا ہے
ہائے نالون سے قیامت بھی اُٹھائی نہ گئی

وصلِ دشمن جو کھلا کیسے پریشان وہ ہوے
زلف بگڑی ہوئی تھی بات بنائی نہ گئی

ہنس دئیے سن کے مری موت کجا دلسوزی
پھول تربت پہ چڑھے شمع جلائی نہ گئی

سامنے تیغ کے مقتل مین نہ ٹھہرے اغیار
منہ کی کھایا کئے منہ پر کبھی کھائی نہ گئی

آنکھین دو جام ہی نہی بلکہ ہین دو میخانے
ہمکو تو آپ سے دو گھونٹ پلائی نہ گئی

بس بس اے دیدۂ گریان تجھے ہم دیکھ چکے
آجتک دل کی لگی تجھ سے بجھائی نہ گئی

وعدۂ وصل پہ کس طرح قسم وہ کھاتے
طبع نازک تھی قسم جھوٹی تھی کھائی نہ گئی

مجکو زخمی تو کیا تیغ سے ٹھنڈا نہ کیا
آگ جو تم نے لگائی، وہ بجھائی نہ گئی

تیغ اٹھتی جو نہ تھی تیر ہی مارا ہوتا
جانِ من تم سے نظر بھی تو اٹھائی نہ گئی

کیا وفا دار ہے یاد اس شہِ خوبان کی جلیل
گوشۂ دل مین یہ جس روز سے آئی نہ گئی

لاگ کی آگ کسی طرح بجھائی نہ گئی
آنکھ جس دن سے لگی آنکھ لگائی نہ گئی

آگیا یاد مرا خون دمِ آرایش
آنکھ بھر آئی حنا اُن سے لگائی نہ گئی

تیرے پردے کا تو رنجش مین بھی چھوٹا نہ لحاظ
بات جو دل مین تھی لب تک کبھی لائی نہ گئی

میل جول اُنسے کسی سے جو نہ تھا چھپتے کیون
صاف بنتے تھے مگر آنکھ ملائی نہ گئی

لگیا دل کا پتا آنکھ سے جب آنکھ ملی
تیری چوری تری چتون سے چھپائی نہ گئی

رات بھر آپ ہی لوٹا کئے وہ اپنی بہار
آرسی آنکھ کے آگے سے ہٹائی نہ گئی

پھر گئی آنکھ مری پھیر کے نہ دیکھا اُسنے
میری آئی نہ ٹلی اُنکی رکھائی نہ گئی

چل بھی اے تیغ روانی تری دیکھی ہم نے
ہم ترستے ہی رہے پیاس بجھائی نہ گئی

پی گئے پند کو ہم لب پہ نہ لائے توبہ
تھی کڑی ایسی یہ منھ سے لگائی نہ گئی

کم نگاہی کا گلہ سُنکے بہانہ سوجھا — بولے بیمار جو تھی آنکھ اُٹھائی نہ گئی
اپنے کُشتے سے نہ سیدھی ہوئی پھر کر وہ نگاہ — اُنکی روٹھی ہوئی تلوار منائی نہ گئی
ڈالدی جلوۂ دیدار نے پھوٹ آنکھون مین — آجتک رشک سے آپس کی جدائی نہ گئی
ہمکو دعویٰ تھا کہ اُلفت مین اُٹھا لینگے پہاڑ — وقت پر بول گئے بات اُٹھائی نہ گئی
جان دیتے ہی بنی ناز بھری چتون کو — آنکھ کا تھا جو لحاظ آنکھ چُرائی نہ گئی

عمر سب کٹ گئی باتین ہی بنانے مین جلیل
اپنی بگڑی ہوئی افسوس بنائی نہ گئی

اُڑا لیتی ہے دل کیا کہیے چشمِ یار کیسی ہے — نشیلی ہے مگر نامِ خدا ہشیار کیسی ہے
جو بسمل ہو چکے ہین وہ بڑی تعریف کرتے ہین — ذرا ہم بھی تو دیکھین آپکی تلوار کیسی ہے
خود آرائی کہان تک آنکھ سے اب آنکھ ملنے دو — اُٹھاؤ آئنہ یہ بیچ مین دیوار کیسی ہے
تصدق بھولے پن کے حشر کتنے ہو چکے برپا — خبر ابتک نہین اُنکو مری رفتار کیسی ہے
وہ در پردہ مسیحائی کا یون اظہار کرتے ہین — صبا سے پوچھتے ہین نرگسِ بیمار کیسی ہے
شرابِ عشق کی ناصح بُرائی ہم نہ مانینگے — ذرا چکھ لے تو پھر تجھسے یہ پوچھین یار کیسی ہے
فدا مین اپنے دردِ دل کے ایسے بخت کے ہین — وہ کہتے ہین تری حالت اے بیمار کیسی ہے
ملے ابرو کا بوسہ تو کردون تعریف بھی قائل — مین کیا جانون بُری ہے یا بھلی تلوار کیسی ہے
جو کرتا آہ و زاری مین تو وہ مجھپر برس لیتے — نہ بارش ہے نہ چلتی ہے ہوا بوچھار کیسی ہے
یہ کہکر جسم کا پشتارہ پھینکا رُوح نے آخر — مرے سر مفت کی آٹھون پہر بیگار کیسی ہے
محبت مین بھرا رہتا ہے دامن لعل و گوہر سے — خدا رکھے مری سرکار اچھی سرکار کیسی ہے
نگاہِ ناز پر قربان ہوجانے دو عالم کو — ابھی سے پوچھتے کیا ہو مری تلوار کیسی ہے

جو جلکھتا ہے مزہ تیر اتڑپ کر رہی جاتا ہے | یہ شیرینی مین تلخی شربت دیدار کیسی ہے

جلیل آسان نہین ہے بوسۂ لب مانگنا اُن سے
ذرا سی بات ہے کہنے کو پر دشوار کیسی ہے

مٹاتا ہے کس کو ارے دل یہی ہے | مری جان تری عیش منزل یہی ہے
ادھر لاؤ رو لین گلے سے لگا کر | ہمارا قدیم آشنا دل یہی ہے
چلا تھا وہ خنجر کہ موت آکے بولی | گلے سے اُتر تیری منزل یہی ہے
علاقہ نہو قطع کٹ جاے گردن | سہارا غریبون کا قاتل یہی ہے
حب اُس تیغ کے گھاٹ اُترے تو سمجھے | کہ دریاے اُلفت کا ساحل یہی ہے
تصور ہی مین اُسکو ہر پھر کے رہنا | مرے ماہ کامل کی منزل یہی ہے
وہی بیقراری ہے دل کی لحد مین | جو مر کر بھی تڑپے وہ بسمل یہی ہے
کوئی ٹھوکر اسکو بھی قدمون کا صدقہ | ارے جانے والے مرا دل یہی ہے
لہو ہو کے دل عاشقون کے بہینگے | اگر جانِ من رنگِ محفل یہی ہے
مرے خون کا رنگ دیکھا تو بولے | کہ ہان میری مہندی کے قابل یہی ہے
تری جو ادا ہے وہ آفت ہے ظالم | کسے مین بتاؤن کہ قاتل یہی ہے
کہا وصل مین چھیڑ کر مین وہی ہون | جسے تم یہ کہتے تھے قاتل یہی ہے
کہا اُسنے دیکھا جو عکس آئینے مین | حسینون مین اپنا مقابل یہی ہے
دوبارہ دیا بوسہ لیکن یہ کہکر | نہین جسکو غیرت وہ سائل یہی ہے

بُلاتے ہین یون مجکو خوبانِ عالم
جلیل آؤ پریون کی محفل یہی ہے

تڑپ کر اُن کا فرمانا ستم ہے
ستم ہے تیرا افسانا ستم ہے

ترے وعدے سے ہے تسکین، لیکن
مرے سر کی قسم کھانا ستم ہے

بھری برسات مین یہ بخل ساقی،
ارے پیاسون کو ترسانا ستم ہے

چُھری لی ہے تو قاتل پھیر بھی دے
مجھے بے ذبح، تڑپانا ستم ہے

ہمین نے ناز کا سکّہ بٹھایا
ہمین سے ناز اُٹھوانا ستم ہے

کسی کمسن کو بہلانا ہے آسان
دلِ نادان کو سمجھانا ستم ہے

تجھے دیکھا اور آپے سے گئے ہم
کرم ہے یا ترا آنا ستم ہے

ہجوم یاس مین دل کھو گیا ہے
بھری محفل مین لُٹ جانا ستم ہے

کمر مین رہ کے نازک ہو گیا ہے
ترے خنجر کا بل کھانا ستم ہے

پڑے پھرتے ہین دل کیا مارے مارے
بندھے جوڑے کا کُھل جانا ستم ہے

وہ کہتے ہین کہ تم بیخود ہی اچھے
تمھارا آپ مین آنا ستم ہے

جلیلِ زار کی حالت نہ پوچھو
کسی پر دل کا آجانا ستم ہے

چیر کر پہلو کو رکھ لون دل مین پیکان تو سہی
اپنے ہاتھون سے نکالون اپنا ارمان تو سہی

دلجلون کا صبر تو اسے آسان لیتا تو ہے
پھونکدے تجھکو کسی دل کی آہِ سوزان تو سہی

داغ کھانے کے لیئے اتنا سا دل تھوڑا نہین
ایک غنچے سے کھلین لاکھون گلستان تو سہی

کھول کر جوڑا نکلنا اِس ہوا مین قہر ہے
مُنہ تمھارا چوم لے زلفِ پریشان تو سہی

تم چھپا سکتے نہین چوری دلِ پُر داغ کی
بن کے بدنامی کا ٹیکا ہو نمایان تو سہی

باغ مین دامن اُٹھا کر تم چلو تو دو قدم
غنچہ و گل چاک کر ڈالین گریبان تو سہی

حسرت و غم کے سوا کچھ خاک بھی سینہ مین نہین
تم مرا دل لے کے دل مین ہو پشیمان تو سہی

پھر مرے دل سے تڑپنے کے لئے اصرار ہے
پھر کلیجا تھام کر بیٹھو مری جان تو سہی

جو کلیجے مین اتر آئے وہ صورت ہے یہی
منہ تمھارے چڑھ کے ہو آئینہ حیران تو سہی

چاندنی مین کیا تکلف ہے اٹھا بھی دو نقاب
گرد پھر پھر کر فدا ہو ماہِ تابان تو سہی

خنجرِ قاتل کی چالون پر ابھی ہنستے تو ہین
منہ پہ دامن رکھ کے روئین زخمِ خندان تو سہی

شعر کیا رنگین کہے ہین صفتِ لب مین اے جلیل
خون تھوکے رشک سے لعلِ بدخشان تو سہی

کھو کے دل میرا تمھین ناحق پشیمانی ہوئی
تم سے نادانی ہوئی یا مجھ سے نادانی ہوئی

ایک دن بھی تو نہ اپنی رات نورانی ہوئی
ہمکو کیا اے مہ جبین گر چاند پیشانی ہوئی

مجھکو بوسہ دیکے سب ہے کیون پشیمانی ہوئی
اتنی سی تو بات ہے کہدو کہ نادانی ہوئی

سرد مہری کا تری ساقی نتیجہ تھا یہی
آگ کے مولون جو بکتی تھی وہ مے پانی ہوئی

خاکِ صحرا دامنِ مجنون سے یہ شوخی رہے
مجھ سے اڑتی ہے مری سو بار کی چھانی ہوئی

دل تو سودائی سڑی ہے اسنے کھینچی ہوگی آہ
آپکی زلفون کو اتنی کیون پریشانی ہوئی

اللہ اللہ پھوٹ نکلا رنگ چاہت کا مری
زہر کھایا مین نے پوشاک آپکی دھانی ہوئی

ہمکو ہو سکتا نہین دھوکا ہجومِ حشر مین
تیری صورت ہے ازل سے جانی پہچانی ہوئی

مجکو چکر آگیا وہ ہاتھ سے چھٹکر گری
کشتیِ صہبا بھنور مین پڑ کے طوفانی ہوئی

مے اڑی گھونگٹ کے اندر سے نگاہِ مست ہوش
آج ساقی نے پلائی مے ہمین چھانی ہوئی

جان کر دشمن جو لپٹے جان مین جان آگئی
بارک اللہ کس مزے کی تم سے نادانی ہوئی

رات کو چھپکر نکلجاتی ہے میری آنکھ سے
سیر دیکھو نیند بھی کمبخت سیلانی ہوئی

چومتے ہی منہ پڑی رخ پر پسینے کی نقاب
ایک نادانی سے دونون کو پشیمانی ہوئی

کیا ضرورت کیون کہے دشمن زبان سے دل کی بات
ہے مری جانی ہوئی اور آپ کی بانی ہوئی

لے صبا مین اور کیا دون قبر مجنون کے لئے
خاک تھوڑی سی چڑھا دینا مری چھانی ہوئی

قبر پر رو رہنس گئے وہ صورت شمع و چراغ
کچھ گل افشانی ہوئی کچھ گوہر افشانی ہوئی

دل مین گھر کرنا پھر اپنے گھر کے جانے کا خیال
واہ صاحب یہ بھی کیا گھر جانی من مانی ہوئی

اشکباری پر مری ہنستے ہین یون ہر صبح کو
کہیے حضرت رات کیا کیا گوہر افشانی ہوئی

پھانسنا چاہا تھا دل کو رہ گئی خود دل مین لٹ
بدلے یوسف کے زلیخا آپ زندانی ہوئی

یار کے ہاتھون ہوا جو کچھ ہوا اے تیغ یار
تیری عریانی ہوئی یا میری قربانی ہوئی

آکے شیشے کے گلے تک پھیلی پڑتی ہے یہ شوخ
دختر رز بھی سیانی ہو کے مستانی ہوئی

رفتہ رفتہ دیدۂ تر کو ڈبویا اشک نے
پانی رستے رستے کشتی میری طوفانی ہوئی

کر گئی دیوانگی ہم کو بری ہر جرم سے
چاک دامانی سے اپنی پاک دامانی ہوئی

رہ گئے تم آنکھون ہی آنکھون مین اہدے اڑا
دختر رز کی مغبچہ اچھی نگہبانی ہوئی

خون کی چادر مبارک باحیا تلوار کو
میان سے باہر نکلکر بھی نہ عریانی ہوئی

شعبدے کیا کیا دکھاتی ہے اثر کر دل مین لٹ
سمٹی تو الجھن ہوئی پھیلی پریشانی ہوئی

باڑھ دی بانکی اداؤن نے جو خنجر کو جلیل!
ذبح کرنے مین مرے قاتل کو آسانی ہوئی

وہ خود بھی لوٹ ہے صورت کچھ ایسی بھولی بھالی ہے
جب اپنے آرسی دیکھی ہے آنکھون سے لگالی ہے

لطافت سے مرا محبوب تصویر خیالی ہے
وہ پہلو مین ہے اور پہلو مرا خالی کا خالی ہے

قضا اک غیر تھی سو وہ ادا پر مرنے والی ہے
بس اب کیا سوچ ہے لو میان میدان خالی ہے

اِک مرے دم کیلئے کتنے ہین گھر — آشیانہ ہے قفس ہے دام ہے

حور کیسی جانِ من کیسی پری — وہ لقب تیرا یہ تیرا نام ہے

مجکو ٹھہراتے تو ہو یہ جان لو — ساتھ میرے گردشِ ایّام ہے

مُنہ ترا دیکھے جو سوتے جاگتے — صُبح اُسکی ہے اُسی کی شام ہے

زلفِ پیچان سے نہ دل نکلے نہ بل — جو وہان ہے وہ اسیرِ دام ہے

نزع مین ہون مجکو ہوش اتنا نہین — جان ہے لب پر کہ تیرا نام ہے

پردۂ محمل ہین مجنون کے رقیب — شہرِ لیلےٰ مفت مین بدنام ہے

بسملِ تیغِ نگاہِ لُطف ہون — کچھ ہے بیچینی تو کچھ آرام ہے

مست ہے قاتل تماشا دیکھ کر — رقصِ بسمل ہے کہ دورِ جام ہے

آمد اُس خورشید رو کی یا نصیب — دیکھنا یہ صبح ہے یا شام ہے

مین دعا مانگون وہ ہو یارب قبول — یہ مری کوشش وہ تیرا کام ہے

جان دیتے ہین ہم اتنی بات پر — جان نثارون مین ہمارا نام ہے

کربلا کی صبح کا عالم وہ ہاے — سوگوار اب تک سوادِ شام ہے

کیا عجب ہو صاحبِ باطن جلیل
گو بظاہر رندِ مے آشام ہے

رُخ پہ بکھری زلفِ عنبر فام ہے — مثلِ بلبل گُل اسیرِ دام ہے

بچکے جائینگے کہان صیاد سے — ہم ہین آگے پیچھے پیچھے دام ہے

آنکھ مین ڈورون کا عالم دیکھیے — یہ نیا آہو اسیرِ دام ہے

پینے والے کرتے ہین توبہ کا خون — دخترِ رز مُفت مین بدنام ہے

اُن کی صورت دیکھ لی خوش ہو گئے
اُن کی سیرت سے ہمین کیا کام ہے

میکدے مین جتنے ہین مست ہین
ہان ذرا چلتا ہوا اِک جام ہے

رُخ پہ نکلے گا کبھی خطِ سیاہ
جان لو تم ہر سحر کی شام ہے

دیدہ و دل سب ہین مشتاقِ جمال
گوشے گوشے مین تمھارا نام ہے

نغمۂ بلبل نے جادو کر دیا
اب تو خود صیاد اسیرِ دام ہے

کچھ سمجھ کر آہ مین کرتا نہین
وہ سمجھتے ہین مجھے آرام ہے

دونون آنکھین دو ہین چھُریان قہر کی
اس کا فتنہ اُس کا جادو نام ہے

ظلم کرنا بھی نہ ظالم چھوڑ دے
کیون کہون تکلیف مین آرام ہے

مے ہو کتنی ہی کڑی لیکن ہمین
پھول ہے ساقی اگر گلفام ہے

یاس لپٹی ہے مری اُمید سے
صبح سے دستِ گریبان شام ہے

تجھ سے اے قاتل مین کچھ کہتا نہین
ہان تری تلوار سے کچھ کام ہے

ہر حسین کے لب پہ ہے نامِ جلیل!
اللہ اللہ! کیا پیارا نام ہے

اک سوا تیرے نظر ہوشربا کس کی ہے
جان دے جس پہ قضا ایسی ادا کس کی ہے

آئنہ دیکھ کے جھیپے یہ ادا کس کی ہے
سامنے اپنے نہ آئے یہ حیا کس کی ہے

دیکھئے آج وہ بن ٹھن کے کدھر جاتے ہین
ہم بھی ہین غیر بھی دونون مین قضا کس کی ہے

آہین کرتا ہوا پھرتا ہے یہ کون اے بلبل!
تیرے گلشن مین بندھی آج ہوا کس کی ہے

دیکھئے بوسہ تو اب دیتے ہو دشنام مجھے
وہ دوا تھی مرے دل کی یہ دوا کس کی ہے

شورِ بلبل پہ ذرا بھی تو نہ مُنہ سے پھوٹا
تجھ مین اے غنچۂ سربستہ حیا کس کی ہے

تجکو چاہا تو خطا اس مین ہماری کیا ہے
جیسی صورت ہے تری ماہ لقا کس کی ہے

تو بھی قاتل ترا خنجر بھی یہ کھاتا ہی نہین
دم نکل جاتا ہے جس پر وہ ادا کس کی ہے

ستم و جور سے تم ہاتھ اُٹھا بیٹھے کیون
وہ تو اُلفت کی سزا تھی، یہ سزا کس کی ہے

خون میرا جو بہایا تھا تمھین یاد نہین
یہ لگائی ہوئی ہاتھون مین حنا کس کی ہے

دامن گل کی ہے بو باس عجب روح فزا
یہ قبا اُتری ہوئی یا دِصبا کس کی ہے

اپنی تعریف وہ سننے کو یہ فرماتے ہین
تیرے دل مین ہے محبّت تو بتا کس کی ہے

جان کیا چیز ہے جس کو مین کہون تجھ سے عزیز
تو سلامت رہے یہ تیرے سوا کس کی ہے

آنکھ دلبر سے لڑی دل ہے مصیبت مین جلیل
کس کو ملتی ہے سزا اور خطا کس کی ہے

وقتِ دید آنکھون مین جانِ زار ہے
ہاے کیا شے لذّتِ دیدار ہے

عشق لے دل جانستان آزار ہے
کہہ چکے ہم آگے تو مختار ہے

یا خدا تیری بڑی سرکار ہے
چُلبلا اک بُت مجھے درکار ہے

دیکھیے کس کی ادا کرتی ہے کام
حور ہے قاتل پری تلوار ہے

اُن سے کہتا ہون دکھا کر آئینہ
اک حسین ایسا مجھے درکار ہے

تھی کوئی صورت ان آنکھون مین کبھی
جس جگہ اب حسرت دیدار ہے

جب پڑا پورا پڑا قاتل کا ہاتھ
اِس نزاکت پر بھی کیا تیار ہے

آئینے کے گھر مین آنا دیکھیے
اُن کے آگے در ہے جو دیوار ہے

اب تو اک تارِ گریبان بھی نہین
دستِ وحشت کیون گلے کا ہار ہے

چرخ ہر سے لاگ رکھے یا لگاؤ
پھر غنیمت ہے پُرانا یار ہے

آنکھ ہین وہ مستِ دُنبالہ دار
میان سے نکلی ہوئی تلوار ہے

ابر کی صورت رُلاتا ہے ہمین
چاند کا ہالہ گلے کا ہار ہے

ہوکے بسمل کچھ تو آنسو پُچھ گئے
زخم جو کھایا ہے دامندار ہے

تیغ ہی کے گھاٹ اُترنا ہے ہمین
جب لگا دو ہاتھ بیڑا پار ہے

جان دینے کا ہوا نہ پر کیا اثر
جانتے ہین جان سے بیزار ہے

کوہکن پتھر اگر کاٹے تو کیا
ہجر کے دن کاٹنا دشوار ہے

کاش تم بھی اپنی چتون دیکھتے
بیوفائی کا جسے اقرار ہے

دیکھنے والون کو سکتہ ہوگیا
آج وان پردہ سر بازار ہے

وصل ہی کا نام جب ٹھہرا وصال
آرزوے مرگ بھی بیکار ہے

مین نے باہین ڈالدین یہ کہکے رات
اس گلے کے واسطے یہ ہار ہے

رند سُن لینگے واعظ کی مگر
سُنکے پی جانا ذرا دشوار ہے

چال کرکے مجھ سے کہتا ہے وہ شوخ
اب زمانے کی یہی رفتار ہے

جس کا جتنا حوصلہ اُتنی تلاش
تجکو عالم مجکو تو درکار ہے

تیشۂ فرہاد کی فریاد تھی
عاشقی کا ہمکو ہے بیگار ہے

اب تو وحشت بھی وہ اگلی سی نہین
طوق کیون میرے گلے کا ہار ہے

لاکھون عاشق ہین مگر اللہ رے مین
میرے ہی دل پر نگاہِ یار ہے

نیر ہم اس کو کہین کیا دیکھ کر
ہم سے تو ٹیڑھی نگاہِ یار ہے

تو ہی تو ہر سو نظر آنے لگا
لن ترانی اب تری بیکار ہے

دیکے جنبش اُسنے ابرو کو کہا
لے یہ میرے نیمچے کا وار ہے

کیا نقص جو بوسون کے نشان پڑ گئے رُخ پر	کیا داغ مری جان مہ کامل مین نہین ہے

باتون مین جلیل آپ تو کر لیتے ہین تسخیر
یہ بات کسی مرشدِ کامل مین نہین ہے

مری طرف سے یہ بیخیالی، نہ جانے اُن کو خیال کیا ہے
کبھی نہ پوچھا ملال کیا ہے، کبھی نہ دیکھا کہ حال کیا ہے

مبارک اغیار سے تعلّق، نئی ہے چاہت، نیا تعشّق،
بلا سے ہم ہو گئے تصدّق، تمھین اب اس کا ملال کیا ہے

تجھی کو جانا تجھی کو مانا، تجھی پہ دی جان غائبانہ
چھپا نہین کچھ مرا فسانہ یہ اب جواب و سوال کیا ہے

وصال ہو یا رہے جدائی، تمھاری اے جان جیسی مرضی
جو اپنی حالت تھی مین نے کہدی، اب آگے میری مجال کیا ہے

نظر اُٹھائین جو آرسی سے تو اُن سے پوچھون یہ مین ہنسی سے
لگائی ہے آنکھ کیا کسی سے، کہو تو یہ دیکھ بھال کیا ہے

درِ محبّت کا اِک گدا ہون، پری کا طالب نہ حور کا ہون،
تجھی کو تجھ سے مین چاہتا ہون بس اور میرا سوال کیا ہے

کہان تک اے واعظو! یہ جھگڑے، مزے اُٹھانے دو بیخودی کے
جو ہوش مین ہون تو مین یہ سمجھون حرام کیا ہے حلال کیا ہے

بس اب محبّت سے ہاتھ اُٹھاؤ بھلے کو کہتے ہین مان جاؤ
نہ آپ کو اِس طرح مٹاؤ جلیل! دیکھو تو حال کیا ہے

رات دل سے مرے اِس درد کے نالے نکلے
گھر سے سر اپنے وہ کلیجے کو سنبھالے نکلے

عکس کو پیار سے جب دیکھتے دیکھا تو کہا
لیجئے یہ بھی مرے چاہنے والے نکلے

میری حسرت وہ نہین میری مصیبت وہ نہین
میرے سر ٹالے جو ٹلے تیر سے نکالے نکلے

بادل اُڑتے ہوئے دیکھے تو کہا مستون نے
لو ہوا کھانے حسین گیسوؤن والے نکلے

آ گئے آنکھ مین اب خیر نہین اشکون کی
ہائے کیون دل سے مرے نازونکے پالے نکلے

ناز و انداز نے تنہا اُنھین چلنے نہ دیا
ساتھ سب گوشۂ دامن کو سنبھالے نکلے

جو نہ مشتاق تھے وہ بھی ہوئے مشتاق جمال
مُنہ پہ آنچل وہ اس انداز سے ڈالے نکلے

ہائے رخصت کی وہ ساعت وہ اُداسی گھر کی
ہم سنبھالے اُنھین وہ ہم کو سنبھالے نکلے

پھول لانے کے کھلے ہمنے یہ جانا ساقی
رند ہاتھون پہ لئے مے کے پیالے نکلے

دل کا پہلو سے نکلنا تھا کہ اُس کے ہمراہ
میرے آنسو مری آہین مرے نالے نکلے

کاش نکلے جو مرے دل سے تمھارا ناوک
ساتھ اپنے کوئی ارمان بھی مرا لے نکلے

میری اک جان پر اللہ رے یورش مژگان کی
غول کے غول رسالے کے رسالے نکلے

جانِ من خیر تو ہے آج کدھر شام کو آپ
زلفین سلجھائے ہوئے مانگ نکالے نکلے

بات مطلب کی نہین کوئی فقط باتین ہین
نامۂ یار بھی منطق کے رسالے نکلے

بیوفا ہوتے ہین معشوق پر اتنے بھی نہین
اِک تمھین سارے زمانے سے نرالے نکلے

اب کے صوفی بھی نہین صاف دل افسوس جلیل
مسجدین جن کو مین سمجھا تھا شوالے نکلے

اپنے رہنے کا ٹھکانا اور ہے
یہ قفس ہے آشیانا اور ہے

یون ہی بجلی ہے سمندِ حُسنِ یار
اُس پہ شوخی تازیانا اور ہے

موت کا آنا بھی دیکھا، بار ہا — پر کسی پر دل کا آنا اور ہے
نازِ اُٹھانے کو ہم اُٹھاتے ہین سبھی — اپنے دل کا ناز اُٹھانا اور ہے
سُنکے جسکو دل بہل جائے مرا — داستان گو وہ فسانا اور ہے
دردِ دل سُنکر تمھین نیند آچکی؟ — بندہ پرور یہ فسانا اور ہے
رات بھر مین شمعِ محفل جل بجھی — عاشقون کا دل جلانا اور ہے
دل کو تڑپا کر جو وہ جانے لگے — جان بولی اک نشانا اور ہے
بے وفا نکلے زمانے کے حسین، — اک تجھی کو آزمانا اور ہے
مست تیرے ہرچہ نکنے والے نہین — جانِ من جادو جگانا اور ہے
چرخ نے رکھا نہ کچھ نام ونشان — اک مری تربت مٹانا اور ہے
جان دینا ہے حیاتِ جاودان — عشق! تیرا کارخانا اور ہے
ہم کہان پھر باغبان! گلشن کہان — ایک دو دن آب و دانا اور ہے
چھوڑ دون کیونکر درِ پیرِ مغان — کوئی ایسا آستانا اور ہے؟
بھولی بھولی اُن کی باتین ہو چکین — اب خدا رکھے زمانا اور ہے

یارِ صادق ڈھونڈتے ہو تم جلیل
مشفقِ من یہ زمانا
اور ہے

فیضِ آصف سے دکن مین وہ بہار آئی ہے — بڑھتی دولت کی گھٹا چار طرف چھائی ہے
کیا مزے کی سرِ میخانہ گھٹا چھائی ہے — بال کھولے ہوئے گویا یہ پری آئی ہے
دل کے دشمن بھی دل آزار بھی بیت ہین مگر — کوئی تو بات ہے جو دل مین جگہ پائی ہے
زلف مین دل جو نہین ہے تو اُلجھنا کیسا — آج یہ پھر کسی وحشی کو لگا لائی ہے

صفِ عشاق اِدھر مجمعِ اغیار اُدھر — حشر کا ہیکو یہ ہے انجمن آرائی ہے
ہوگئی خواب شبِ وصل پر اتنا ہے یاد — اُنکا کہنا کہ نہ چھیڑو ہمین نیند آئی ہے
کھُب کے آنکھون مین چُھبی جاتی ہو دل مین ظالم — تیری تصویر نے کیا نوک پلک پائی ہے
سب کی آنکھون مین ہمیشہ اِسے پھرتے دیکھا — تو تو پردے مین ہے صورت تری ہرجائی ہے
کنگھی بالون مین جو کی کھُل گئی چوری دل کی — کیسی اُلجھی ہوئی بات آپنے سُلجھائی ہے
کہین ملتا نہین صحرا مین پتا مجنون کا — روحِ لیلےٰ اُسے ہر سمت پکار آئی ہے
اِک ذرا دھیان بٹا اور قیامت آئی — پھر وہی عالمِ وحشت وہی تنہائی ہے
ہر کلی کرتی ہے یون بادِ صبا کا شکوہ — اسی کمبخت نے چولی مری مسکائی ہے
عشق کا دم بھی عجب دم ہے کہ اِک مجنون کیا — خاک کتنون سے مرے یار نے چھنوائی ہے

کیسے بیچین ہوے دیکھکے وہ حالِ جلیل
بولے ہے ہے یہ ہمارا وہی سودائی ہے

بہانا تھا نہ آنسو چشمِ تر سے — کہ مین رو رو دیا وہ ایسے برسے
کروگے قتل کس کس کو نظر سے — نزاکت ہو چکی لو اب کمر سے
چڑھاتے تو ابھی ہو دل کو سر پر — گراؤگے اسے کس دن نظر سے
تُلے ہو قتل پر کس بیگنہ کے — وہ دیکھو کھُل پڑا خنجر کمر سے
خوشی سے جان دینے کو ہون حاضر — وہ دیکھین تو محبت کی نظر سے
لگی ہے آگ بجلی سے گھٹا مین — الٰہی آتشِ تر آج برسے
وہ اکثر چھوڑ کر دونون مین اک تیر — لڑا یا کرتے ہین دل کو جگر سے
لچکنے کی ادا تلوار ٹھہری — لگا رکھا ہے اسکو بھی کمر سے

جو بیٹھا ہے کوئی پہلو دبائے
اُٹھا جاتا نہین درد جگر سے
وہ اُس پہلو مین آبیٹھے ہین جسدم
تڑپ کر جا ملا ہے دل جگر سے
پڑی ہے حشر کو اُٹھنے کی اُٹھے
ہم اُٹھین گے نہ تیری رہگزر سے

ہنسی ہوگی جو کوئی دیکھ لے گا
جلیل آنسو تو پونچھو چشمِ تر سے

وہ ہم کو ہم اُن کو اگر دیکھتے
عجب سیر اہلِ نظر دیکھتے
اگر وہ مری چشمِ تر دیکھتے
نہ آئینہ دو دو پہر دیکھتے
جھلک اُنکے رُخ کی جدھر دیکھتے
اُسی رُخ کو ہم عمر بھر دیکھتے
ترے آنسوؤن مین جو ہوتا اثر
یہ دن کیون ہم اے چشمِ تر دیکھتے
پڑھائی تھی پٹی تمھین غیر نے
مرا خط وہ کیون نامہ بر دیکھتے
کمر باندھنا تھا نہ بیداد پر
ذرا اپنی نازک کمر دیکھتے
مزہ تھا سماتے جو آنکھون مین تم
تمھین دیکھتے ہم جدھر دیکھتے
تمھین اپنے ہنسنے سے فرصت کہان
وہ کیون میرے زخمِ جگر دیکھتے
چھلاوا تھا بجلی تھا سیماب تھا
اُسے کیا جما کر نظر دیکھتے
رہی آرزو اسکی اے شامِ غم
کبھی ہم بھی روے سحر دیکھتے
نہ تم بیٹھے رہتے جو چھپ کر کہین
ہمین لوگ کیون دربدر دیکھتے
اُسے دیکھ لیتا جو تو آنکھ سے
تجھی کو ہم اے نامہ بر دیکھتے
مجھے حال پر اپنے کیا ہو نظر
گزرتی ہے اُن کی نظر دیکھتے
ترا حُسن سُنکر تو یہ حال ہے
قیامت ہی ہوتی اگر دیکھتے

بہت رہ چکے حضرتِ غم یہاں
کرم کرتے اب اور گھر دیکھئے

مرنے مین گزرتی اگر ہم جلیل!
رخ و زلف، شام و سحر دیکھتے

لطفِ صحبت مے و معشوق سے دن رات رہے
سالہا سال الٰہی یونہین برسات رہے

میری اُلفت مری صورت سے وہ پہچان گئے
اب خدا ہے جو مرے اُنکے ملاقات رہے

مین نے مانا کہ مری یاد نے سونے نہ دیا
خیر اب یہ تو ہو ارشاد کہان رات رہے

شمع و پروانہ ہون یا بلبل و گل ان سب مین
تیرے افسانے رہے میرے حکایات رہے

ہم نے جانا نہ شبِ وصل کا آنا جانا
آسے وہ رات گئے جلد نہ کچھ رات رہے

جان جاتی ہے کسی کی تو بلا سے جائے
اُن کو اِس بات کی ضد ہے کہ مری بات رہے

جب تجھے مست ہی ٹھہرے تو ہمین یکسان ہے
مسجدون مین رہے یا وقفِ خرابات رہے

وہ دمِ صبح گئے کرکے قیامت برپا
ہمنے چاہا تھا کہ تا حشر یہی رات رہے

حاصلِ عمر ہے دم بھر ہو اگر دل یکسو
ہائے وہ دل جو تری یاد مین دن رات رہے

کہتے ہین وصل مین تم چھیڑتے ہی جاتے ہو مجھے
گالیان کچھ ابھی پڑجائین تو کیا بات رہے

جب وہ ملتے ہین تو گھڑیون نہین ملتا ہے مزاج
ایسے مغرور سے کیا رسم ملاقات رہے

انجمن کا تھا مزہ گوشۂ تنہائی مین
ایک دل اور ہزارون ہی خیالات رہے

حضرتِ عشق یہ سمجھاتے ہین ناصح بنکر
بات وہ کر کہ زمانے مین تری بات رہے

اُٹھ کے ہم دیر سے جاتے ہین جو کعبے کو جلیل
سب یہ کہتے ہین کہان قبلۂ حاجات رہے

پھر اثر اصفت مرے لب پر جو دعا آئی ہے
در و دیوار سے آمین کی صدا آئی ہے

جھوم کر آج جو متوالی گھٹا آئی ہے
یاد کیا کیا تری مستانہ ادا آئی ہے

بوے گل لیکے قفس مین جو صبا آئی ہے
آگ مین آگ لگانے یہ ہوا آئی ہے

ہاے وہ کھول کے جوڑا یہ کسی کا کہنا
آئیے سو رہین اب رات سوا آئی ہے

تو بھی ٹھنڈا رہے قاتل جو کیا دل ٹھنڈا
کوچۂ زخم سے جنّت کی ہوا آئی ہے

جانئے یہ بھی تصدّق کسی معشوق کا ہے
جان لینے کی قضا کو جو ادا آئی ہے

دل جلانا مرے ماتم مین کچھ آسان نہین
شمع کے ساتھ ہی تربت پہ ہوا آئی ہے

شام غربت وہ ہماری تھی جو لیلےٰ بنکر
نجد مین قیس کو دیوانہ بنا آئی ہے

مدتون تیغ رہی ہے کمر قاتل مین
جب کہین اسکو لچکنے کی ادا آئی ہے

دیکھتا یہ ہون کہ ان ناز بھری آنکھون مین
راہ پائی ہے کہان سے جو حیا آئی ہے

ایسے نازک کہین پابندِ حنا ہوتے ہین
ہاتھ دھو ڈالے ہین رنگت جو ذرا آئی ہے

تم بھی رخسار پہ زلفون کو ذرا بکھرا دو
کالی کالی سوے گلزار گھٹا آئی ہے

خشک پھولون کا مری قبر پہ اتبک ہے یہ رنگ
جسنے سونگھا ہے انھین بوے وفا آئی ہے

نہین معلوم کدھر آج گری برقِ جمال
ہاے دل ہاے کلیجے کی صدا آئی ہے

توبہ کرنا ہی تھا مئے سے کہ فلک ٹوٹ پڑا
کیا برستی ہوئی رندون پہ گھٹا آئی ہے

کچھ جوانی کا پتا دیتی ہین کچھ بچپن کا
ساتھ شوخی کے جن آنکھون مین حیا آئی ہے

دیکھ بلبل کوئی گلشن مین شگوفہ نہ کھلے
بات کیا ہے جو دبے پاؤن صبا آئی ہے

مجھ مین یہ جان کہان تھی کہ مین نالہ کرتا
تم نے توڑا ہے جو دل اُسکی صدا آئی ہے

ہمکو کیا بلبل و گل مین ہے کوئی بات اگر
یہ صبا تھی جو زمانے مین اُڑا آئی ہے

کسکا دل خون نہین ہے چمنِ عالم مین
پتّی پتّی سے ہمین بوے حنا آئی ہے

حسن اخلاق بھی ہے حسن جوانی کی طرح — جھک گئی ہین تری آنکھین جو حیا آئی ہے
جیسے مجنون سے گلے ملنے چلی ہو لیلےٰ — اس طرح تا کمر زلف رسا آئی ہے

ایک برچھی سی لگی ہے جگر و دل پہ جلیل!
کبھی غربت مین وطن کی جو ہوا آئی ہے

تیر آیا ہے یہ کہتا کہ قضا آئی ہے — مین سمجھتا ہون مرے دل کی دوا آئی ہے
آنکھ مین اُن کی قیامت کی حیا آئی ہے — زلف کے حصّے مین چوٹی کی ادا آئی ہے
قیس کی خاک بھی کیا اپنے محل پر پہنچی — قبر لیلےٰ پہ صبا اسکو چڑھا آئی ہے
دل کے ہوتے ہوے کیون اور کو پامال کرو — میرے تلوون سے لگی ہے جو حنا آئی ہے
سچ ہے تم نے تو لگا یا نہین مُنہ غنچون کو — ان مین پھر کس کے تبسّم کی ادا آئی ہے
طور و موسیٰ کا بھی قصّہ ہے زمانے سے جدا — بعد کو برق گری پہلے صدا آئی ہے
لاش مجنون نہ رہی گور و کفن کی محتاج — خاک اُڑاتی ہوئی صحرا کی ہوا آئی ہے
رات بھر گریۂ شبنم سے جو غنچے تھے اُداس — صبح ہوتے ہی ہنسانے کو صبا آئی ہے
پابوسی ہو میسّر یہ کچھ آسان نہین — اُن کے قدمون مین تو پس پسکے حنا آئی ہے
بزم ماتم مین کوئی کھینچ رہا ہے دم سرد — اللہ اللہ مرے پھولون مین صبا آئی ہے
پھونکے دیتی ہے مجھے یاد مرے ساقی کی — آگ برساتی دھواندھار گھٹا آئی ہے
جیتے جی وہ نہین ملتے کبھی مشتاقون سے — آدمی زاد مین حورون کی ادا آئی ہے
دونون ہین دشمن جان آگ ہو یا پانی ہو — غصّہ تم کو ترا ہے تو اب اُنکو حیا آئی ہے
کیون نہ فرہاد کو شیرین کی خبر کا ہو یقین — کوہ سے بھی وہی کمبخت صدا آئی ہے
دامن شام جدائی مین ہے وسعت کیسی — یہین آئی ہے فلک سے جو بلا آئی ہے

اِک سوا اپنے زمانے سے وہ بیگانہ ہین ‏ دل کبھی آیا ہے کسی کا تو حیا آئی ہے
اِک ذرا ترچھی نظر کی کہ پڑی دل پہ چھُری ‏ ایسی ہی آئی ہے جو اُسکو ادا آئی ہے
یہی برسات تو ہے نشو و نما کا موسم ‏ دل بڑھاتی ہوئی مستون کا گھٹا آئی ہے
ہم تو اس بات کے ہین دیکھنے والے شیخ! ‏ کہ حسینون مین کہان سے یہ ادا آئی ہے

شعر خوانی پہ تری سب کو گمان ہے یہ جلیل
بزم مین روحِ امیر الشعرا آئی ہے

نجانے نیند اُڑی کس کی فغان سے ‏ خفا ہین آج اپنے پاسبان سے
کہون کیا اضطراب دل زبان سے ‏ رہے جاتے ہین سب پہلو بیان سے
بھوین ہین کس لئے قاتل کشیدہ ‏ کھچے ہین سمجھے کیون نیجان سے
مری جو بات ہے وحشت بھری ہے ‏ کہ آئی دل مین اور نکلی زبان سے
نگاہین کہہ رہی ہین راز دل کا ‏ اِدھر مجھسے اُدھر اُس بدگمان سے
اُنھین چمکا رہا ہون چاند کہکر ‏ عوض لینا ہے مجکو آسمان سے
کسی کا راز ہے برسون سے دل مین ‏ اب اُسکو ہم نکالین کیا زبان سے
وہ نازک ہاتھ رکھتے ہین جو دل پر ‏ اُٹھا جاتا نہین دردِ نہان سے
زمینِ شعر ہم کرتے ہین آباد ‏ چلے آتے ہین مضمون آسمان سے
ہم ایسے ناتوان وہ ایسے نازک ‏ اُٹھائے کون پردہ درمیان سے
شمیمِ گُل نے بڑھ کر جال مارا ‏ قدم باہر جو رکھا آشیان سے
تڑپ میری ترقّی کر رہی ہے ‏ زمین ٹکرا نجائے آسمان سے
مژہ پر لختِ دل قدرت خدا کی ‏ مرے کانٹون مین پھول آئے کہان سے

یہ رنگت اُن کی باتون مین نہ کیون ہو
جگر مین چٹکیان لی ہین زبان سے

خدا رکھّے چمن کا پھول ہو تم
ہنسو کھیلو نسیم بوستان سے

عروج اپنا ہے وجہ خاکساری
زمین ہم نے نکالی آسمان سے

وہ باتون مین دیا کرتے ہین تسکین
ٹھہر جاتا ہے دل چلتی زبان سے

زبان تو دیچکے ہین دشمنون کو
کرین اقرار اب وہ کس زبان سے

بڑا لت گر تھا شعر و شاعری کا
اُٹھا کیونکر جلیل ناتوان سے

کریگی سرخرو آج امتحان سے
ٹپکتا ہے یہ تیغ خونچکان سے

نگاہ گل سے بلبل یون گری ہے
گرے جس طرح تنکا آشیان سے

تمھاری چشم جادو مین ہے کیا وصف
اسے پوچھو کسی جادو بیان سے

کھلین کچھ اور بھی راہین ستم کی
مرے نالے جو گزرے آسمان سے

کہا محفل مین اُن کو شمع محفل
کہ وہ کچھ کہہ اُٹھین جلکر زبان سے

تمھاری نذر کو ہم نے سر اپنا
لگا رکھا ہے سنگ آستان سے

جھڑینگے پھول ہی منہ سے تمھارے
کہو تم لاکھ سخت اپنی زبان سے

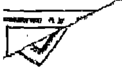
ہزارون مین اُنھین چنکر دیا دل
نکالا ہم نے یوسف کاروان سے

نگاہ شوخ اُٹھا کر کس نے دیکھا
گری پڑتی ہے بجلی آسمان سے

پڑے تھے در پہ پردے وہ نہ اُٹھّے
اُٹھایا اک مجھی کو آستان سے

ادا اک یہ بھی ہے دل مانگنے کی
وہ کچھ کہتے نہین اپنی زبان سے

خدا سے پوچھ دے اے شیخ انشا
بتون مین شوخیان آئین کہان سے



کہان اب چھوٹی قسمت لیکے جائین — یہین سر پھوڑین سنگِ آستان سے
کلی سے بُو کلی کی پھوٹ نکلی — اُڑی جاتی ہے بلبل آشیان سے
لگاکر تیر اک دل پر وہ بولے — ادا ہوتا نہ تھا مطلب زبان سے

جلیل ایسا نہ سمجھے تھے تمھین ہم
یہ باتین آگئین تم کو کہان سے

دیدار کی ہوس ہے نہ شوقِ وصال ہے — آزاد ہر خیال سے مستِ خیال ہے
دستِ فلک سے باغِ جہان پائمال ہے — بلبل شکستہ بال ہے گُل خستہ حال ہے
بدنامیون کے خوف سے جینا وبال ہے — اپنا نہین خیال تمھارا خیال ہے
جائے کبھی نہ دل سے وہ تیرا خیال ہے — آئے کبھی نہ دل مین وہ تیری مثال ہے
تم خود نہو اسیر کہین مجھکو پھانس کر — دل مین سماکے دل سے نکلنا محال ہے
فتویٰ دیا ہے مُفتیِ ابرِ بہار نے — توبہ کا خون بادہ کشون کو حلال ہے
کہدو یہ کوہکن سے کہ مرنا نہین کمال — مر مر کے ہجرِ یار مین جینا کمال ہے
آنکھین بتا رہی ہین کہ جاگے ہو رات کو — ان ساغرون مین بوے شرابِ وصال ہے
کیونکر نباہ تجھسے ہُوا اے دشمن آشنا — تیرا خیال کچھ ہے مرا کچھ خیال ہے
یہ اشکِ خون نہین جو ٹپکتے ہین آنکھ سے — کچھ ماجرا جگر کا ہے کچھ دل کا حال ہے
رحمت کا جس نے حشر مین دریا بہادیا — وہ ایک قطرۂ عرقِ انفعال ہے
ان گُلرخون سے مِل کے ہوا کون سُرخرو — ہم ہاتھ مل رہے ہین حنا پائمال ہے
زینت ہے مدعا ہے کہ آنکھون مین گھر کرین — رخسار پہ جو خال ہے کاجل کا خال ہے
برساؤ تیر مجھپہ مگر اتنا جان لو — پہلو مین دل ہے دل مین تمھارا خیال ہے

تم کو اٹھا کے رکھ لوں کلیجے میں آنکھ میں — لیکن تمھارے ناز م اٹھانا محال ہے

اس سادگی پہ لاکھ تکلف نثار ہوں — مہندی نہیں لگائی مگر ہاتھ لال ہے

آنکھیں لڑا کے اُن سے ہم آفت میں پڑ گئے — پلکوں کی ہر زبان پہ دل کا سوال ہے

یہ کہہ کے ہائے شمع بھی خاموش ہو گئی — دل کی لگی زبان پہ لانا محال ہے

پھندوں میں وہ پھنسا گئے دیکر زبانِ جلیل — اک دل ہے اور لاکھ طرح کا خیال ہے

نقشِ قدم پکارتے ہیں کوئے یار میں — بیٹھا جو اس جگہ اُسے اُٹھنا محال ہے

بنتے ہیں اپنے منہ سے مسیحا بنا کریں — روشن ہے خلق پر جو مریضوں کا حال ہے

پانی میں جیسے پھول کنول کا کھلا ہوا — یوں دیدۂ پُر آب میں وہ نونہال ہے

جب بدر ہو کے چاند گھٹا یار نے کہا — وہ تھا ترا کمال یہ میرا کمال ہے

میں دامنِ نیاز میں اشکِ چکیدہ ہوں — کوئی اٹھا کے دیکھ لے اُٹھنا محال ہے

بُت کہہ دیا جو میں نے تو اب بولتے نہیں — اتنی سی بات کا تمھیں اتنا ملال ہے

دریا سے دور رہنے میں قطرے کا ہے وجود — پایا تجھے تو آپ کو پانا محال ہے

اس محویت پہ آپ کی قربان اے جلیل — اتنا نہیں خیال کہ کس کا خیال ہے

پوچھا جو اُن سے جانتے ہو تم جلیل کو
بولے کہاں وہ شاعرِ نازک خیال ہے

اور اُن آنکھوں نے بس کے دل کی حالت زار کی — ہو نہیں سکتی دوا بیمار سے بیمار کی

تخمِ دل میں گل کی رنگت لائے دل میں گل کی بو — دل میں رہ کر سیر کرتا ہے کوئی گلزار کی

قتل کر ڈالا دھم بسمل اداؤں نے مجھے — آج ان چھریوں نے رکھ لی آبرو تلوار کی

دیکھ اے پیرِ مغاں جامِ گلرنگ سے — کیا گری ہے لوٹ کر توبہ ترے میخوار کی

ہماری آنکھ پھری نزع میں وہ کہتے ہیں
یہ روٹھ جانے کی ہم کو ادا نہیں آتی

مزار والے قیامت کی نیند سوتے ہیں
پکارتا ہوں میں کب سے صدا نہیں آتی

یہ کیا بلا ہے کہ دل پر تو چھائی جاتی ہے
ہمارے ہاتھ وہ زلف رسا نہیں آتی

جھک کے آئی ہے کیا سر پہ نازنین تلوار
قضا کبھی آتی ہے پر یہ ادا نہیں آتی

وہ ہاتھ بھی نہیں اسکو لگاتے ہیں جبتک
کسی کے خون میں پس کر حنا نہیں آتی

خدا کی شان ہمیں تیر وہ لگا ہیں گے
کسی سے آنکھ بھی جن کو لگا نہیں آتی

نکل ہی آئے گا پہلو مرے تڑپنے کا
ادا سے کہدو کہ ہم کو ادا نہیں آتی

گلی تک آپکی جاتا صبا کو دو بھر ہے
یہ مشت خاک ٹھکانے لگا نہیں آتی

بھڑک ہی جائیگی جو آگ ہے دبی دل میں
جگر کے چاک سے کیدن ہوا نہیں آتی

عدو سے مل کے مجھے خاک میں ملا دیتے
ہزار شکر کہ ان کو وفا نہیں آتی

حلال کرتے ہیں وہ بھولے پن کی باتوں سے
پھر اس پہ کہتے ہیں مجکو جفا نہیں آتی

جلیل یوں تو وہ باتیں بہت بناتے ہیں
کسی غریب کی بگڑی بنا نہیں آتی

ہمارے درد کی ان کو دوا نہیں آتی
جفا تو آتی ہے لیکن وفا نہیں آتی

دل و جگر کے دھڑکنے سے خاک تسکین ہو
لگے ہیں سینے میں پنکھے ہوا نہیں آتی

پیامبر پہ ہمارے نجانے کیا گزری
ترے جیبی کی ادھر سے صدا نہیں آتی

یہ ایک کھیل تھا دل میں جو چٹکیاں لے لیں
بہت ہی بھولے ہیں ان کو جفا نہیں آتی

وہ دیکھو آئینے میں کوئی گھورتا ہے تمھیں
حیا کی لیتے ہو اب کیوں حیا نہیں آتی

بہت نہ شوخ مزاجی کرو یہ محشر ہے
تمھیں خدا سے بھی تمکو حیا نہیں آتی

مین جانتا ہون ہوا دشمنون نے باندھی ہے
ادھر جو تیری گلی کی ہوا نہین آتی

نگاہین پردے ہی پردے مین کام کرتی ہین
یہ تیر چلتے ہین لیکن صدا نہین آتی

سبھی کو خوف ہے میری شبِ جدائی کا
پکارتا ہون قضا کو قضا نہین آتی

بلا کی زلف ہے آنکھین بلا، نگاہ، بلا
مرے سران مین سے کوئی بلا نہین آتی

شبِ فراق کو اے آسمان نگل جائے
ہمارے گھر کوئی ایسی بلا نہین آتی

مرے تو ہوش ہی اُڑتے ہین دیکھکر ساقی
پری یہ آتی ہے اُڑ کر گھٹا نہین آتی

ادائے یار سے ہشیار اے دلِ نادان
کہین پکار کے ظالم قضا نہین آتی

فراقِ آتش تر مین وہ کونسا دن ہے
کہ دل مین آگ لگانے گھٹا نہین آتی

ہُوا ہون کون سے پردہ نشین کا مین بیمار
نکلکے دل سے زبان تک دعا نہین آتی

اداکے ہوتے قضا کی دعا مین کرتا ہون
یہ دیکھتا ہون کہ آتی ہے یا نہین آتی

اب آپ غیر کا دل لیکے سونگھتے کیا ہین
ہر ایک پھول مین بوے وفا نہین آتی

کلی کی طرح جو وہ منہ پھلائے بیٹھے ہین
کچھ اُن سے بادِ صبا تو لگا نہین آتی

شگفتہ خاک ہو بستر مین غنچۂ خاطر
جلیل اپنے چمن کی ہوا نہین آتی

اُنھین عادت ہین لذتِ ستم کی
اُدھر شمشیر ادھر تقدیر چمکی

کہون کیا دردِ دل کب سے بڑھا ہے
نگاہِ لطف تم نے جب سے کم کی

قدم چومینگے تیرے ہوکے پامال
چلین گے چال ہم نقشِ قدم کی

مری آنکھون سے آنسو کیون نہ برسین
گھٹا چھائی ہوئی ہے دل پہ غم کی

سرون پر چلتی پھرتی اسکی تلوار
نظر آتی ہے چھان ابرِ کرم کی

شبیہ اُس مست کی لیتا ہے مانی / مزہ دیجاے گی لغزش قلم کی
جو چلنے مین کمر نے جھونک کھائی / بلائین زلف نے لین قدم کی
ہوسے جو سرخرو اُن کی دعا ہے / کہ دونی باڑھ ہو تیغ دو دم کی
الٰہی عمر دشمن مجکو ملجاے / مصیبت جھیلنی ہے شام غم کی
جو خط مین نام محبوب آگیا ہے / زبان چوسی ہے کاغذ نے قلم کی
یہان تک اُن کے وعدے جھوٹ نکلے / قسم کو بھی ہوئی حاجت قسم کی
وہ زُلفِ مشکبو بکھری ہوئی تھی / کھُلی چوری نسیم صبحدم کی
یہان تک اُن کو رازِ خط کا تھا پاس / کہ خامے کی زبان پہلے قلم کی
بھر آئے درد سے گو دل ہمارا / جگہ پھر بھی نکل آتی ہے غم کی
کدورت دل مین ہے مجھسے ملین کیا / کھچی ہے بیچ مین دیوار غم کی
شباب آیا غضب ڈھاؤ گے اب اوس / وہ پھوٹین کونپلین نخلِ ستم کی

جلیل اُس زلفِ شبگون کی جو ہے یاد
درازی بڑھ گئی ہے شام غم کی

چلی جاتی ہے مشق اُن کے ستم کی / بڑھی جاتی ہے آبادی عدم کی
کیا وعدہ لیا اخفا کا وعدہ / زبان دیکر زبان میری قلم کی
بجا ہے تم کو دردِ دل سے کیا کام / سنین دشمن تمھارے بات غم کی
اندھیرے مین وہ جا نکلی کہین اور / سحر گم ہوگئی ہے شام غم کی
زمین پر اس ادا سے پاؤن رکھا / کہ آنکھین کھل گئین نقشِ قدم کی
شبیہ اُسکی نہ بول اُٹھی تو بہزاد / زبان مانی نہ جائے گی قلم کی

ہمیشہ قول تیرا جھوٹ نکلا
قسم کھائی ہے کیا سچی قسم کی

ازل سے آسمان چکرا رہا ہے
یہ پہلی مشق ہے اُن کے ستم کی

۸ مرا خط دیکھکر وہ ہنس رہے ہین
نئے گُل شاخ لائی ہے قلم کی

یہ شوخی ہے کہ دل پس پس کے ہون خاک
نہ میلی آنکھ ہو نقشِ قدم کی

تمھاری تیغ سر برسا رہی ہے
مزے کی ہے جھڑی ابرِ کرم کی

اُنھون نے راہ لی اور گردِ اُٹھکر
بلائین لیتی ہے نقشِ قدم کی

جگر کے زخم کیا کیا ہنس رہے ہین
مرے گھر مین خوشی پھیلی ہے غم کی

لکھا ہر چند حالِ گریہ لیکن
زبان سوکھی کی سوکھی ہے قلم کی

کہان پیری مین وہ ردشن بیانی
زبان گو ہے چراغِ صبحدم کی

نہ پوچھو دردِ دل دردِ جگر کو
چمک دونون مین ہے تیغِ دودم کی

کہان ہم اور کہان بخشش ہماری
جلیل اک موج تھی ابرِ کرم کی

اب کون پھر کے جائے تری جلوہ گاہ سے
او شوخ چشم بچ نکل رے برقِ نگاہ سے

جو بجلیان لڑی ہین تمھاری نگاہ سے
وہ بھی پناہ مانگتی ہین میری آہ سے

کس شان سے چلا ہے مرا شہسوارِ حُسن
فتنے پکارتے ہین ذرا ہٹ کے راہ سے

اچھا ہوا کہ دُور ہوا آنکھ سے رقیب
کانٹا نکل گیا مرے پائے نگاہ سے

محشر ترے حجاب سے محشر نہین رہا
اُٹھ اُٹھ کے فتنے دب گئے نیچی نگاہ سے

جھپکی پلک تو برق فلک سے زمین پہ تھی
سنبھلا نہ کوئی گر کے تمھاری نگاہ سے

دلچسپ ہو گئی ترے چلنے سے رہگزر
اُٹھ اُٹھ کے گردِ راہ لپٹتی ہے راہ سے

آئینے آرسی تو فقط دیکھنے کے ہین ۔۔۔ دیکھو تم اپنے حسن کو میری نگاہ سے

نکلا ہے کیا تڑپ کے ترے گیسوؤن سے دل ۔۔۔ بجلی گری ہے کوند کے ابرِ سیاہ سے

ہم کیا کہین کسی سے کہ دیکھا ہے کیا وہان ۔۔۔ نکلے ہین ہوش کھو کے تری جلوہ گاہ سے

آئینگے آج ہار مین بھی جیت کے مزے ۔۔۔ رحمت کا ہے مقابلہ میرے گناہ سے

دیکھو پھر ایسے دیکھنے والے نہ پاؤ گے ۔۔۔ کیون خاک مین ملاتے ہو نیچی نگاہ سے

ہم اور کیا کہین تری مخمور آنکھ کو ۔۔۔ آئی ہے حور اُٹھ کے ابھی خوابگاہ سے

کیا قہر ہے اس ابر مین بجلی کا کوندنا ۔۔۔ توبہ ہے آج دست و گریبان گناہ سے

کس چشمِ مست کا ہے پیالہ پیے ہوے ۔۔۔ مستی ٹپک رہی ہے جو ابرِ سیاہ سے

آب و ہوا یہان کی موافق نہین اُسے ۔۔۔ تاثیر بھاگتی ہے مرے اشکِ آہ سے

ڈرتا ہے اُس کی مست خرامی سے خضر بھی ۔۔۔ چلتا ہے ساتھ ساتھ مگر بچکے راہ سے

پایہ بلند کیون نہ ہمارا ہوا جلیل !
پایا ہے فیض امیر سخن دستگاہ سے

اے دل پڑے نہ کام کہین دودِ آہ سے ۔۔۔ کیون بھاگتا ہے سایۂ زلفِ سیاہ سے

تاثیر رو رہی ہے گلے ملکے آہ سے ۔۔۔ واقف یہ اب ہوئی مرے حالِ تباہ سے

کیا بانکپن کی شان ہے قربان جائیے ۔۔۔ برچھی لگائی جاتی ہے ترچھی نگاہ سے

نظرون مین پھر رہا تھا کوئی وقتِ واپسین ۔۔۔ کیونکر نکلتی جان نہ آنکھون کی راہ سے

جاتے ہو قتل کرکے ذرا مڑکے دیکھ لو ۔۔۔ ٹھکراتے جاؤ لاش کو پائے نگاہ سے

بھڑکی ہے اور آتشِ گل اس ہوا سے آج ۔۔۔ گلشن مین آگ لگ گئی بلبل کی آہ سے

تارون کے ٹوٹنے کا سمان رات ہی کو ہے ۔۔۔ افشان چھڑا رہے ہین وہ زلفِ سیاہ سے

بیٹھے ہین کیسے چھپے ہوے پیش آئنہ
فوٹو حیا کا لیتے ہین نیچی نگاہ سے

جل جل کے کتنے خاک ہوے طالب جمال
اُٹّھا کبھی دُھوان نہ تری جلوہ گاہ سے

تسخیر سحر اُس آنکھ کی چھوٹا نہین کوئی
جادو بھی ہے بندھا ہوا تار نگاہ سے

ہو کر مری گلی سے گئے وہ عدو کے گھر
مجھ سے چلے تو چال مگر راہ راہ سے

ہمکو ڈراے آتش دوزخ نہ اسقدر
ہم آپ پانی پانی ہین شرم گناہ سے

حسرت ہماری لیکے نہ جاؤ تو بات ہے
دیکھو تو دیکھتے ہین تمھین کس نگاہ سے

ڈالا مجھے عذاب مین شرم نجات نے
اچّھی یہ درگزر ہوئی میرے گناہ سے

بھیدی نے گھر کے دل کا پتا دیدیا اُسے
میری نگاہ مل گئی تیری نگاہ سے

ہمپر زمانہ تنگ نہ ہوتا اگر جلیل!
آتے نہ سوے میکدہ ہم خانقاہ سے

جھُرمٹ مین تجلیون کے ہے دل آہ آہ سے
کیا ہو گیا یہ گر کے تمھاری نگاہ سے

دل لوٹتا ہے اُسنے جو دیکھا ہے چاہ سے
ظالم نے تیر مارے ہین سیدھی نگاہ سے

چشم سیہ مین شوخ نگاہی بلا کی ہے
بجلی کہین گرے نہ اِس ابر سیاہ سے

کیونکر کہون کہ تم نہین مجھ سے بھرے ہوے
دیکھو ٹپک رہا ہے تمھاری نگاہ سے

کثرت سے مے جو پی ہے نظر ہے مآل پر
رعشہ نہین ہے کانپ رہا ہون گناہ سے

مارا اسے اشارے مین اُسکو جلا دیا
دو دو وہ کام لیتے ہین اک اک نگاہ سے

دل ہو کہ آنکھ جان کو دونون عذاب ہین
جھگڑے مین کس نے ڈالدیا اک نگاہ سے

آکر مری لحد پہ جو آتے ہین بات پر
سب کچھ وہ کہہ گزرتے ہین نیچی نگاہ سے

ہوتی ہے واہ واہ تمھاری جہان مین
اونچا ہوا ہے نام مری آہ آہ سے

پڑ جائے خاک میری خطا پر عجب نہین
مین گڑ گیا زمین مین شرمِ گناہ سے

روزن سے مجھ تک آئے مین گنتی ہے کیون نگاہ
واقف ابھی نہین ہین محبّت کی راہ سے

ہین عرش پر بھی آنکھ کا تارا بنے ہوے
جاتے وہ کیا بلند ہماری نگاہ سے

میزان کھڑی ہوئی مرے آگے نہ روزِ حشر
دبنا پڑا اُسے مرے بارِ گناہ سے

کیونکر ملائین آنکھ نزاکت کا عذر ہے
کہتے ہین وہ اُٹھا نہین جاتا نگاہ سے

چُن چُن کے غیر قتل ہوے مٹ گئی خلش
کانٹے ہٹائے تم نے محبّت کی راہ سے

یہ زلف کیا نکالے گی کجراہ دل کے بل
سیدھا بناؤ تم اسے ٹیڑھی نگاہ سے

اُٹھی حجاب وہ درد کی دل تھام کر پھرے
آئے نہ خالی ہاتھ تری جلوہ گاہ سے

دیتے ہین وہ دُعا مجھے ٹھنڈا رہے جلیل
محفل ہے اُن کی گرم مری سرد آہ سے

دل کی حالت کہی نہین جاتی
کوئی اُمید کی نہین جاتی

اُن کو سینے سے بھی لگا دیکھا
ہائے دل کی لگی نہین جاتی

غصّہ رُکتا نہین تو کہتے ہین
یہ کڑی مے ہے پی نہین جاتی

خوب چھیڑے وہ یہ سُنا کے مجھے
تیری حالت سُنی نہین جاتی

طنز ہے میری سخت جانی پر
جان پیاری ہے دی نہین جاتی

بات کرتے وہ قتل کرتا ہے
بات بھی جس سے کی نہین جاتی

دل لگانے کے ذکر پر بولے
آپ کی دل لگی نہین جاتی

کبھی ہم بھی تڑپ مین بجلی تھے
اب تو کروٹ بھی لی نہین جاتی

ہین وہی مجھ سے کاوشین دل کی
دوست کی دشمنی نہین جاتی

ہائے وہ جلوہ اُس کا ہوشربا
آج تک بیخودی نہین جاتی

ہان نہ آئے زبان پر نہ سہی
کاوش یہ آپ کی نہین جاتی

غیر کا مُنہ ہے یہ دمِ وعدہ
کہ زبان اُن سے دی نہین جاتی

بوسہ دینے مین سوچ ہے یہ اُنھین
دیکے پھر چیز لی نہین جاتی

داغ دیتے ہین زخم دیتے ہین
دل کو تسکین دی نہین جاتی

تو کبھی بھول کر نہین آتا
یاد تیری کبھی نہین جاتی

بارہا ہو چکے **جلیل** ! ذلیل
عشق سے توبہ کی نہین جاتی

دل گیا دل لگی نہین جاتی
روتے روتے ہنسی نہین جاتی

آنکھین ساقی کی جب سے دیکھی ہین
ہم سے دو گھونٹ پی نہین جاتی

آہ لیتی تھی آسمان کی خبر
سانس بھی اب تو لی نہین جاتی

اک جفا ہے کہ بے کہے وُہ کرین
اک وفا ہے جو کی نہین جاتی

آپ مین آ کے بھی تو کیا آئے
لذّتِ بیخودی نہین جاتی

پوچھنا آئنے سے وصفِ جمال؟
آپ کی سادگی نہین جاتی

کس کی ٹیڑھی نگاہ دیکھی ہے
چرخ کی کجروی نہین جاتی

وصل ممکن نہین تو قتل سہی
اب مصیبت سہی نہین جاتی

رُعب اُن کی حیا کا چھایا ہے
بات دل کی کہی نہین جاتی

جان جاتی ہے جائے آپ کو کیا
بات تو آپ کی نہین جاتی؟

ہاتھ اُٹھاؤن بتون سے کیون واعظ
حور ابھی تو ملی نہین جاتی

قابلِ دربارِ غم ہم ہو چکے
رو چکے منہ آنسوؤن سے دھو چکے

عشق مین رو رو کے رُسوا ہو چکے
آبرو سے ہاتھ ہم تو دھو چکے

ہے بہی بیچین دل تو بعدِ مرگ
قبر کے آغوش مین ہم سو چکے؟

کین حسینون نے ہزارون کاوشین
پھول میرے حق مین کانٹے بو چکے

اُن سے بوسون پر رہے جھگڑے بہت
ہوتے ہوتے ایک دل کے دو چکے

ہاے وہ کہنا کسی کا وصل مین
اب گلے مل لو گلے تو ہو چکے

جانِ من آنکھین سلامت آپکی
آپ کے بیمار اچھے ہو چکے!

اب ہے اُن کی گردشِ چشم اور ہم
جامِ جم کے دَور دورے ہو چکے

عاشقی مین دو کی گنجائش کہان
اُن کو پایا آپ کو جب کھو چکے

آپ اب آئے ہین آنسو پونچھنے
جان ہارے جان کو جب رو چکے

صبحِ محشر چار سو ہے یہ پکار
رات گزری سونے والے سو چکے

جب نگاہین پھر گئین تیوری چڑھی
کھچ گئین تیغین جو ناوک ہو چکے

دل مین کیا ہے جس کا لالچ ہو جلیل
دیتے ہو دے ڈالو جھگڑا تو چکے

کریم کے جو کرم کا ظہور ہوتا ہے
خطا سے پہلے ہی عفوِ قصور ہوتا ہے

اکیلے آپ تو خلوت مین بھی نہین ہوتے
ادا مین ناز نگہ مین غرور ہوتا ہے

شبِ فراق ہماری ہے ایسی وحشتناک
کہ شام ہوتے ہی سایہ بھی دور ہوتا ہے

لپٹ کے لے بھی لو دو ایک بوسے حضرتِ دل
وہ جانتے ہین بشر سے قصور ہوتا ہے

وہ چھپ کے آئے ہین اس طرح شب کے پردے مین
کہ جیسے آنکھ کی پتلی مین نور ہوتا ہے

ہمارے اُن کے برابر کی چوٹ رہتی ہے
اِدھر سے عجز اُدھر سے غرور ہوتا ہے

وہ بے نقاب اگر ہو تو کون دیکھ سکے
نقاب سے بھی سوا رخ پہ نور ہوتا ہے

کسی کا وصل گوارا نہین ہے قاتل کو
کمان سے تیر بھی ملتے ہی دور ہوتا ہے

کوئی بھی جال بچھائین وہ دل پھنسانے کو
شریک زلف کا پھندا ضرور ہوتا ہے

خدا نے حسن کچھ ایسا دیا ہے اُس بت کو
کہ اُس کو حور بھی کہنا قصور ہوتا ہے

مجھے بہت دلِ صد پارہ یاد آتا ہے
جو گر کے شیشہ کوئی چور چور ہوتا ہے

ابھی سے حسن پہ نازان ہو تم خدا سے ڈرو
یہی ہے ناز جو بڑھ کر غرور ہوتا ہے

چھپا کے وہ رُخِ روشن نقاب کہتی ہے
کہ یون ہی آنکھ کے پردے مین نور ہوتا ہے

تری شبیہ کی ہو تمکنت بیان کیونکر
کھچا ہوا ترا ناز و غرور ہوتا ہے

ہزار صلح ہو لیکن جہان ملے دو دل
نیاز و ناز مین جھگڑا ضرور ہوتا ہے

جلیل شانِ کرم جس نے دیکھ لی اک بار
وہ جان و دل سے فدائے حضور ہوتا ہے

سما کے دل مین بتون کو غرور ہوتا ہے
جسے قریب سمجھتا ہون دور ہوتا ہے

ترقیان تو مرے دودِ آہ کی دیکھو
جو بڑھ چلا تو یہی زلفِ حور ہوتا ہے

مجھے نہ گھور کے دیکھو کہ مثلِ شیشہ و سنگ
کڑی نگاہ سے دل چور چور ہوتا ہے

ترستے رہتے ہین ملنے کو جیتے جی عشاق
حسین ہو کے یہ انسان حور ہوتا ہے

عدو سمجھ کے لگا لیتے ہین گلے مجکو
بڑے مزے کا یہ اُن سے قصور ہوتا ہے

تم اپنے دل کو تو روشن کرو ذرا موسیٰ
یہی حجاب کے ابھی برقِ طور ہوتا ہے

خیالِ زلف کو کیونکر بلائے جان نہ کہون
ہزار کچھ نہ ہو سودا ضرور ہوتا ہے

کمال شکر کی جا ہے کہ بے کمال ہون مین | کمال مایۂ ناز و غرور ہوتا ہے
رُخ اُنکا اور چمکتا ہے جس قدر دیکھو | شریکِ حسن نگاہون کا نور ہوتا ہے
کلیم ہوش کو اپنے ذرا سنبھالے ہوے | کلام کس سے یہ بالاے طور ہوتا ہے
وہ اپنے مُنہ سے جو بنتے ہین کمسن اچھا ہے | شباب کیلئے لازم غرور ہوتا ہے
غم و خوشی تو ہین توام مگر مرے دل مین | سُرور ہو کہ نہ ہو غم ضرور ہوتا ہے
ملین وہ یا نہ ملین یہ تو دیکھ اے ناصح | خیالِ وصل کبھی کیا دل سے دور ہوتا ہے
شکستِ دل کی مرے کیا خبر ہو ساقی کو | وہ اپنے حُسن کے نشّے سے چور ہوتا ہے
فراقِ یار تو ہر وقت ہے ستم لیکن | ہین کیا کہون جو کبھی مل کے دور ہوتا ہے
جو گھورتی ہے بہت آرسی تو شرما کر | اُنھین بھی آنکھ دکھانا ضرور ہوتا ہے
جزا سزا کا تجھے اختیار ہے یا رب | غفور جان کے مجھ سے قصور ہوتا ہے
لگاؤ دل کا حسینون سے خوب ہے اے شیخ | یہی خیال پسِ مرگ حور ہوتا ہے
پلٹ کے آئے گا دم بھر مین پھر نظر کی طرح | وہ کیا سمجھ کے ان آنکھون سے دور ہوتا ہے

کچھ اہلِ درد جہان مل کے بیٹھ جاتے ہین
وہان جلیل کا چرچا ضرور ہوتا ہے

نگاہ پھیر لی محوِ جمال کر کے مجھے | ستم ہے چھوڑ گئے وہ حلال کر کے مجھے
دکھا کے نقشِ قدم کہہ رہی ہے قبر مری | کوئی گیا ہے ابھی پائمال کر کے مجھے
گھٹا کے مجکو بڑھایا فروغِ حُسن اپنا | بنے ہین وہ مہِ کامل ہلال کر کے مجھے
اس آسرے پہ سرِ رہگذر پڑا ہون مین | کہ سرفراز کرو پائمال کر کے مجھے
بھلا خزان کا ہو پرواز کی ہوس نہ رہی | شکستہ بال کیا خستہ حال کر کے مجھے

ہزاروں داغ دئے تم نے لاکھوں زخم دئے
بڑا ثواب کمایا نہال کرکے مجھے

نہ تھا خیال کہ دیتا ہے بے طلب وہ کریم
ہوئی ہے کیسی خجالت سوال کرکے مجھے

وہ خوش رہیں جو ذرا دیر کے لئے آکر
گئے نشانۂ تیرِ ملال کرکے مجھے

مزے اُٹھائے وہ تیغِ نظر کے میں دیکھوں
عدو کو دیکھئے لیکن حلال کرکے مجھے

کسی سے ملنے کے قابل میں اب رہا ہی نہیں
وہ خوش ہیں مستِ شرابِ وصال کرکے مجھے

جلیل دردِ محبت بہت ستاتا ہے
غریب جان کے بیکس خیال کرکے مجھے

جلیل شفقتِ اُستاد ہائے کیا کہئے
گئے تو شاعرِ نازک خیال کرکے مجھے

عاشقی کیا ہر بشر کا کام ہے
میرے دل میرے جگر کا کام ہے

ہو ہری شاخِ تمنّا یا نہ ہو
سینچ دینا چشمِ تر کا کام ہے

بڑھ چلے پیکِ تصوّر کے قدم
اب یہاں کیا نامہ بر کا کام ہے

دل مرا لیجانے والا کون تھا
یہ کسی جادو نظر کا کام ہے

ہمسے کیا ہو وصف قاتل کا بیان
یہ لبِ زخمِ جگر کا کام ہے

موت جب آئے تو راہی جان ہو
اِس سفر میں راہبر کا کام ہے

فیصلہ ہونے میں دشواری ہے کیا
تیرے خنجر میرے سر کا کام ہے

آج آنسو تم نے پونچھے بھی تو کیا
یہ تو اپنا عمر بھر کا کام ہے

گُل دکھاتے ہیں ہمیں کیا زخمِ تن
دل پہ کھانا کوئی چرکا کام ہے

دل سے لائے لب پہ ہم آہ و فغان
اب تجھے لانا اثر کا کام ہے

دربدر پھرتے ہی گزری چرخ کو
یہ اُسی بیدادگر کا کام ہے

آنکھوں آنکھوں میں اُڑا لیتے ہیں دل
دلربائی بھی نظر کا کام ہے

تیغ کیوں چلنے میں بل کھانے لگی
یہ تری نازک کمر کا کام ہے

سینے سے کچھ ہٹ کے ہے دل کی جگہ
اِس جگہ ترچھی نظر کا کام ہے

بے چلے ہی پاؤں دیتے ہیں جواب
منزلِ اُلفت میں سر کا کام ہے

قدسیوں سے کون بازی لے گیا
نعتیہ
یہ بشر ہے یہ بشر کا کام ہے

موتیوں سے مُنہ ترا بھرنا جلیل
آصفِ عالی گُہر کا کام ہے

پڑا ہوں جو بیمار اچھا تو ہے
مرض میں خیالِ مسیحا تو ہے

کرے کون ویرانیِ دل کا غم
نہیں کچھ بلا سے تمنا تو ہے

بھر آیا دل اُس کا مری آہ سے
غنیمت ہے پتھر پسیجا تو ہے

ترے تیر آنے سے کیوں رُک رہے
اگر دل نہیں ہے کلیجا تو ہے

خدا جانے وہ ہیں کہ اُن کا خیال
کوئی دل کو چٹکی سے ملتا تو ہے

وہ جھوٹے ہی وعدے کریں خوش ہوں میں
کہ اک زندگی کا سہارا تو ہے

اب آنکھوں کو جو چاہوے لو سزا
تمھیں اک نظر میں نے دیکھا تو ہے

نہیں دیتے مجکو وہ بوسہ نہ دیں
ہمیشہ مزے کا تقاضا تو ہے

مرے دل پہ ظالم نے رکھا جو ہاتھ
یہ کہنا پڑا ہاں دھڑکتا تو ہے

غنیمت ہے پھر اپنا بیچین دل
کہ آٹھوں پہر اک تماشا تو ہے

غلط ہے کوئی دل نہیں باوفا
تمھارا نہو گا ہمارا تو ہے

بُرا کیا جو بدنام ہم تم ہوے
زمانے میں اے جان چرچا تو ہے

کبھی آنکلتے ہین وہ خواب مین
ہمارا خیال اُن کو اِتنا تو ہے

چھپانے سے کیا فائدہ اے جلیل
کہین آپ نے دل لگایا تو ہے

کتنی گہری مرے ساقی کی نظر ہوتی ہے
مجکو پہرون مین کہین اپنی خبر ہوتی ہے

زُلف و رُخ دیکھ کے پھر کس کو خبر ہوتی ہے
صبح ہوتی ہے کدھر شام کدھر ہوتی ہے

اُس طرف آنکھ لڑی لڑ گئی تقدیر ادھر
یون ہی ہوتی ہے مرے اُنکے اگر ہوتی ہے

آئنہ آپ کو تکتا ہے نظر اُسپہ نہین
اِک نظر ہم ابھی دیکھین تو نظر ہوتی ہے

چاند سورج کی طرح پھرتے ہین یون تو گھر گھر
ہمسے ملنے کیلئے شام و سحر ہوتی ہے

بس بس آواز سناؤ نہ مجھے پردے سے
دیدۂ شوق مین بےچین نظر ہوتی ہے

اِس طرح بھیس مین عاشق کے چھپا ہے معشوق
جس طرح آنکھ کے پردے مین نظر ہوتی ہے

حشر کیا ہوش مین لائیگا ترے مستون کو
پھُک چکا صور مگر کس کو خبر ہوتی ہے

آنکھ غصّے کی دکھاتے ہین وہ اللہ رے نصیب
حال پر میرے یہ درپردہ نظر ہوتی ہے

جام سے شیشۂ لبریز کا دیتا ہے پتا
دل بھر آتا ہے جبھی آنکھ کبھی تر ہوتی ہے

لطف بھی قہر سے خالی نہین معشوقون کا
تیر ہوتی ہے جو سیدھی سی نظر ہوتی ہے

طرزِ رفتار مین ہونے لگی جدّت پیدا
روز تلوار نئی زیبِ کمر ہوتی ہے

فکرِ دُنیا سے غرض ہے نہ خبر عقبےٰ کی
زندگی تو ترے مستون کی بسر ہوتی ہے

دیکھنے کی اک ادا ہے اُسے جو کچھ کہہ لو
تیر ہوتی ہے نہ تلوار نظر ہوتی ہے

آہ سنکر وہ ترس کھاتے ہین کٹتے ہین عدو
یہی تلوار یہی میری سپر ہوتی ہے

شام ہوتے ہی کبھی جان سی آجاتی تھی
اب وہی شب ہے کہ مر مر کے بسر ہوتی ہے

دل مین کس پیار سے تیرِ ستم آ بیٹھا ہے
یون نہاں ہی ہوتی ہے جو چاہت کی نظر ہوتی ہے

قتلگہ مین کوئی قاتل کا تماشا دیکھے
شیر کی آنکھ تو چیتے کی کمر ہوتی ہے

شوقِ زینت نہ خدا دے کبھی معشوقون کو
نذرِ آئینہ محبت کی نظر ہوتی ہے

بیوفائی کا ہو شکوہ کہ ستم کی فریاد
سب کا توڑ ایک لگاوٹ کی نظر ہوتی ہے

سامنے اُن کے مرا نام کوئی لے دیکھے
قابلِ دید وہ شرمیلی نظر ہوتی ہے

خیر ہم شام غریبی کی مناتے ہین جلیل
جسکے سائے مین غریبون کی بسر ہوتی ہے

تری چتون تو اد بیداد گر کچھ اور کہتی ہے
زبان کچھ اور کہتی ہے نظر کچھ اور کہتی ہے

یہ مانا آج باندھی ہے کمر تیغ آزمائی پہ
مگر ظالم تری نازک کمر کچھ اور کہتی ہے

صبا نے بلبل و گل مین تنگو نہ چھوڑ رکھا ہے
اُدھر کچھ اور کہتی ہے، اِدھر کچھ اور کہتی ہے

کوئی خورشید رو کہتا ہے کوئی ماہرو تجکو
مرے یوسف لقا میری نظر کچھ اور کہتی ہے

جوان ہونے پہ دیکھا چاہیے کیا حشر برپا ہو
ابھی سے آنکھ تیری فتنہ گر کچھ اور کہتی ہے

ہوئی برخاست بزمِ عیش تو عبرت پکار اُٹھی
ذرا ٹھہرو، ابھی شمعِ سحر کچھ اور کہتی ہے

خبرگیری جسے سمجھا ہے تو اپنے اسیرون کی
اُسے خلقِ خدا اے بیخبر کچھ اور کہتی ہے

جوابِ نامہ لایا ہو مجھے باور نہین آتا
یہ صورت تو تری اے نامہ بر کچھ اور کہتی ہے

وہ کوئی اور ہوگا جسکو دشمن سے تعلق ہے
یہ تم کہتے ہو پر اُڑتی خبر کچھ اور کہتی ہے

مسیحائی کو اپنی آپ کہ چھوڑین مین باز آیا
یہان اب شدتِ دردِ جگر کچھ اور کہتی ہے

ترے انداز سے ظاہر ہے فرق اعجاز و جادو کا
کہ لب کچھ اور کہتے ہین نظر کچھ اور کہتی ہے

جلیل اُلفت مین کس غماز سے پالا پڑا مجھکو
چھپاؤن دردِ دل تو چشمِ تر کچھ اور کہتی ہے

جلیل اغیار نے غمّاز یان کین فتنہ سازی کی
یہ سب سچ ہے تری قسمت مگر کچھ اور کہتی ہے

سیکڑون پُرداغ سینے وقفِ پیکان ہو گئے
ایک غنچے پر فدا کتنے گلستان ہو گئے

میرے حق مین کیا بلا گیسوے جانان ہو گئے
دل مین اُلجھن آنکھ مین خواب پریشان ہو گئے

یان نگاہین تاک ہی مین تھین کہ ڈورے ڈالئے
واے قسمت رُخ پہ وان گیسو پریشان ہو گئے

چٹکیون سے نیل تھے دل مین مرے چھپتے وہ کیا
خال عنبر اُن کے چہرے پر نمایان ہو گئے

بسملِ لذّت طلب کی کم نصیبی ہاے ہاے
زخم بھرتے ہی رہے خالی نمکدان ہو گئے

غنچہاے گل کا گل ہونا غضب ہے اے نسیم
جھمکٹے پریون کے دم بھر مین پریشان ہو گئے

بال زلفون کے جو بکھرے کھُل پڑے چوری کے دل
شام کو ڈوبے ہوے تارے نمایان ہو گئے

دل جگر مین خون تھا جو کچھ ہوا پلکون کے نذر
پھول کانٹا ہو گئے، کانٹے گلستان ہو گئے

تجھ سے اے آشفتہ حالی مر کے بھی پایا نہ چین
دیدۂ تربت مین ہم خواب پریشان ہو گئے

تیرے ارمان بھی ہین اے سفّاک کیا چُھبتے ہوے
چار دن دل مین یہ ٹھہرے اور پیکان ہو گئے

کر رہی ہے اُن کے غصّے کی ادا مجکو حلال
ہو کے جامے سے وہ باہر تیغِ عریان ہو گئے

ایک سی حالت تصور مین ہے یان کس کو خبر
کب نظر آئے وہ کب نظرون سے پنہان ہو گئے

ہنس رہے تھے وہ مری صورت جو دیکھی رو پڑے
گلفشانی کرتے کرتے گوہر افشان ہو گئے

خوبرویون نے بگاڑا ہے ہمارا بھی مزاج
چار پریون مین جہان بیٹھے سلیمان ہو گئے

اِک جنون کے سر چڑھانے سے ہوا کیا کیا نہ کچھ
پا برہنہ پابزندان پا بجولان ہو گئے

اے فلک اِک چاند کے چھپنے سے ہے تیرا یہ حال
ایسے کتنے چاند زیرِ خاک پنہان ہو گئے

یہ تو مانا بال اُلجھے تھے صبا کے ہاتھ سے
دشمنون کو کیا ہوا تھا جو پریشان ہو گئے

اے شمعِ لحد اور ذرا دیر ٹھہر جا
ہونا نہ پڑے مجکو خجل، بادِ سحر سے

رات اپنی عجب رات ہے دن اپنے عجب دن
یہ شام سے مایوس وہ محروم سحر سے

جب آتے ہین سُن جاتے ہین اُلفت کا فسانہ
کچھ میرے لبِ خشک سے کچھ دیدۂ تر سے

لے چرخ قیامت تو اُٹھی ہاتھ سے تیرے
برقع شبِ غم کا نہ اُٹھا روے سحر سے

پھر تیغِ تبسم سے اگر آپ نے چھیڑا
ہوگی نہ ہنسی ضبط مرے زخمِ جگر سے

وہ رند ہون پابند نہین دخترِ رز کا
اِک یہ بھی ہے وابستہ مرے دامنِ تر سے

کہدون تو جل تھل اور ابھی طوفان بپا ہو
جو بات ٹپکتی ہے ترے دیدۂ تر سے

دل اگر تڑپے تو یارب کچھ مزا پیدا کرے
درد دے ایسا کہ تاثیرِ دوا پیدا کرے

پھول سے موتی، صدف سے موتیا پیدا کرے
ہے وہ قادر جس سے جو چاہے خدا پیدا کرے

ہے وہی جلنے کا اِک مضمون زبان شمع پر
بات کرنا جو نہ جانے بات کیا پیدا کرے

اک ذرا چٹکی سے ملکر دیکھیئے دل کی بہار
بوسے گل دینے لگے رنگِ حنا پیدا کرے

کب مسیحا جان سکتا ہے کسی کے دل کا حال
دردِ دل کہنا ہو تو درد آشنا پیدا کرے

بن نہین پڑتی شبِ وعدہ بُتِ عیّار سے
دے چکا ہے وہ زبان اب بات کیا پیدا کرے

گل جہان کھِلتے تھے وان ہمنے دل اپنا رکھ دیا
آج دیکھین کیا اثر بادِ صبا پیدا کرے

کوئی کیونکر جان دیدے اُسکو ہنستے بولتے
چاہیے پہلے قضا تیری ادا پیدا کرے

بات جو تیرِ مژہ مین ہے وہ ہے کس تیر مین
ہو خلش جتنی سوا لذّت سوا پیدا کرے

ہے دلِ پُرخون سے ہمرنگی کا دعوی اے حنا
جب مین جانون اسکے تلوے فنا پیدا کرے

جس کا غازہ عہدِ طفلی مین ہو خونِ عاشقان
دیکھیئے اُسکی جوانی رنگ کیا پیدا کرے

موسمِ گل رازِ مستی کا ہے دشمن ساقیا
کیا عجب ہے ٹوٹ کر توبہ صدا پیدا کرے

حُسنِ یکتا کے فدا وحدت میں کثرت دیکھئے
ایک صورت اور لاکھوں دل میں جا پیدا کرے

نعتیہ

آفرینش سے مراد اُسکی تمھاری ذات تھی
تم کو پیدا کر چکا اب اور کیا پیدا کرے

قدر داں جس کو شہِ آصف سا ملجائے جلیل
نام پھر کیونکر نہ وہ نامِ خدا پیدا کرے

سُرخروئی بے پسے کیونکر حنا پیدا کرے
خون ہو جب دل تو رنگِ مدّعا پیدا کرے

کہتے ہو دل آرزو دے دلربا پیدا کرے
آرزو جب خون ہو جائے تو کیا پیدا کرے

جان جس کے ہاتھ میں ہے کاش وہ تم پر مجھے
بارہا صدقے کرے اور بارہا پیدا کرے

کہہ چکے ہم جسکو یوسف بک گئے ہم جسکے ہاتھ
ہاے وہ ہر روز اک گاہک نیا پیدا کرے

چرخ سے کہدو طبیعت ہے مری جدّت پسند
غم ہوا کہنہ کوئی مضمون نیا پیدا کرے

ہو رسائی تیرے قدموں تک خدا کی شان ہے
بات جو ہم سے نہ پیدا ہو حنا پیدا کرے

وصل کی اُمّید تو پیدا ہوئی تدبیر سے
دیکھئے اب خوبیِ تقدیر کیا پیدا کرے

روز نظّارہ نہو لیکن رہے اتنا خیال
یاد کر لے مجکو جب کوئی ادا پیدا کرے

اُس کا جلوہ دلنشیں رخ دلنشیں خود دلنشیں
پھر خیالِ غیر کیونکر دل میں جا پیدا کرے

صورت و سیرت میں یکساں ہوں چمن تو لطف کیا
چاہیئے ہر پھول رنگ و بو جدا پیدا کرے

آئنہ بننے کو دل بن جاے اسیرِ ناز کیا
بات جب ہے کوئی صورت آشنا پیدا کرے

یوں تو ہر غمزے پہ اپنے ناز ہے اُن کو مگر
وہ سوا پیارا ہے جو آفت سوا پیدا کرے

بت نہو تو یوں نہو ترسیں عدو بھی بات کو
بات اتنی تو لبِ معجز نما پیدا کرے

غیر پر ہو گیا پھر وہ ساحب ہو اپنوں کا یہ حال
میں جو پنہاں ہوں تو مجکو نقشِ پا پیدا کرے

آج وہ کہتے ہین مین واقف نہین اس نام سے

سان پر تم نے اگر تیغِ جفا رکھی ہے — ہم نے بھی گردنِ تسلیم جھکا رکھی ہے
دیکھنے والون سے آنکھ اُسنے چرا رکھی ہے — قابلِ دید تھی جو چیز چھپا رکھی ہے
تیرے کھچنے سے تو جھگڑا نہین چکتا قاتل — کھینچ اُسکو بھی کمر سے جو لگا رکھی ہے
قدمِ یار پہ گرنے کی ہوس ہے اسے چرخ — تو نے کسدن کو یہ اُفتاد اُٹھا رکھی ہے
دوستی کی تو ہے اغیار سے پھر جھینکین گے — وہ سمجھتے ہین کہ ہر دل مین وفا رکھی ہے
حُسنِ یوسف سے فقط مصر کا بازار تھا گرم — آپ نے چار طرف آگ لگا رکھی ہے
سامنا اُس کا زمانے مین کہان ہوتا ہے — یہ قیامت بھی قیامت پہ اُٹھا رکھی ہے
سخت جان بھی کوئی جانباز نکل آتا ہے — ایسے موقع کے لئے تیغِ ادا رکھی ہے
اور تو خاک نہین کچھ دلِ ویران مین مگر — ہمنے تھوڑی سی تری آس لگا رکھی ہے
ہم تو بیتاب ہین دل تھامے ہوئے بیٹھے ہین — آپ کہتے ہین کوئی چیز چھپا رکھی ہے
بانٹتی پھرتی ہے سب مین اُسے چشمِ موسیٰ — تو نے دولت جو قیامت پہ اُٹھا رکھی ہے
بات کرتی نہین تصویر تمھاری ہم سے — ساتھ صورت کے یہ سیرت بھی اُڑا رکھی ہے
کیا نہ تھا کوئی گلے اس کو لگانے والا — تم نے تلوار کمر سے جو لگا رکھی ہے
غیر کیون ہوتے ہین شامل مری رسوائی مین — کون سی بات مرے دل نے اُٹھا رکھی ہے
شوق کا خون شبِ وعدہ ہوا جاتا ہے — تم نے مہندی کی بُری شرط لگا رکھی ہے
قطعِ اُمید جو ہوجائے تو مین کیون تڑپون — اک یہی رگ مرے قاتل نے لگا رکھی ہے
خوبرویون کی ادا بھی اک ادا ہے لیکن — شوخی و ناز نے تلوار بنا رکھی ہے
ہوچکے ہوتے ہم اے جان تصدق کب کے — اس کمبخت نے اک سانس لگا رکھی ہے

تجھ سے اے ساقیِ بے مہر یہ اُمید نہ تھی
ایک ساغر کے لئے آنکھ چُرا رکھی ہے

بیکسی دیکھ کے احباب کا دل جلتا ہے
میری تربت پہ نئی شمع جلا رکھی ہے

اُسکی قدرت کا مین ہون دیکھنے والا جس نے
تیری جادو بھری آنکھون مین حیا رکھی ہے

حسرتِ دید ہے کیا شئے کوئی ہم سے پوچھے
یہ لگی وہ ہے کہ آنکھون سے لگا رکھی ہے

کیا قیامت ہے وہ دل توڑ رہے ہین میرا
اس گمان پر کہ کوئی بات چھپا رکھی ہے

دین و ایمان و دل و جان عشق مین کھو بیٹھے ہم
سب کو رونے کے لئے آنکھ بچا رکھی ہے

تم لئے بیٹھے رہو رازِ محبت دل مین
چشم پُر خون نے یہان آگ لگا رکھی ہے

تیغِ خوش آب کی تعریف وہ یون کرتے ہین
یہ دوا حلق سے اُتری، کہ شفا رکھی ہے

سُوجھتا ہی نہین کچھ جوشِ جوانی مین ہمین
کس قدر خاک اس آندھی نے اُڑا رکھی ہے

بدگمان ہم سے خدا کے لئے کیون ہوتا ہے
آرزو ہے تری جو دل سے لگا رکھی ہے

مین ترستا ہون وہان بے خبری ہے اللہ
ایسی کس نے مرے ساقی کو پلا رکھی ہے

کچھ مرے گوہرِ مضمون تو نہ تھے ایسے حلیل
آبروِ حضرت آصف نے بڑھا رکھی ہے

بنی ہے جان پہ جانے کی تم نے خوب کہی
مرا یہ حال پھر آنے کی تم نے خوب کہی

لگا دُ تیر اُنھین جن سے آنکھ لڑتی ہے
مجھے نشانہ بنانے کی تم نے خوب کہی

منائیے وہ اُنھین جس نے کوئی خطا کی ہو
بگڑ کے مجھ سے منانے کی تم نے خوب کہی

یہان تو خواب کا آنا خیال مین بھی نہین
ہمارے خواب مین آنے کی تم نے خوب کہی

مجھے زمانہ بُرا کہہ رہا ہے کہنے دو
غرض ہے تم سے زمانے کی تم نے خوب کہی

جمے ہوئے ہین قدم اُن کے ناصحا دل مین
بتون سے ہاتھ اُٹھانے کی تم نے خوب کہی

تلخ کامی کا محبت مین ہے شکوہ بیکار
جیسا ہوتا ہے مرض ویسی دوا ہوتی ہے

ہین زبانین مژۂ ترکی فقط کہنے کو
بات دل کی کہین آنکھون سے ادا ہوتی ہے

کیا اثر دردِ جدائی کا ہے اللہ اللہ
نامِ تاثیر سے بیزار دوا ہوتی ہے

دل سے پیکان جو کھچا ساتھ ہی آئی آواز
جسم سے جان اسی طرح جدا ہوتی ہے

دلربائی مرے ساقی کی جو ہوتی ہے شریک
تب کہین دخترِ رز ہوشربا ہوتی ہے

رنگ چہرے سے اڑا خواب اڑا آنکھون سے
کوچۂ عشق مین کیا تیز ہوا ہوتی ہے

خوب استاد ملا حسن ستمگر تجھکو
مٹ گئے لاکھون ابھی مشقِ جفا ہوتی ہے

پوچھتا کون ہے یان شمعِ لحد کے آنسو
کچھ جو ہوتی ہے ہوا خواہ صبا ہوتی ہے

زور چٹکی مین نہین خاک چلے تیر اپنا
منفعل ہونٹون پہ آآکے دعا ہوتی ہے

چاٹ دی خوب ہی خونِ شہدا کی تم نے
اب کہان ہاتھ سے تلوار جدا ہوتی ہے

عشق مین آہ کے گل کھلتے ہین یا اشکون سے
اس گلستان کی عجب آب وہوا ہوتی ہے

رنگ لئے ہاتھ مرا خونِ تمنا ملکر
اب بلا آپ کی پابندِ حنا ہوتی ہے

خاک مین چرخ ملاتا ہے ملانے دو جلیل
اور بھی آئنۂ دل کی جلا ہوتی ہے

یون تو ہر ایک ادا ہوش ربا ہوتی ہے
جو ذرا شوخ نکلتی ہے قضا ہوتی ہے

گر حنون مین وہی مقبول حنا ہوتی ہے
جس مین آمیزشِ خونِ شہدا ہوتی ہے

پھر سنا ہے کہ وہان مشقِ جفا ہوتی ہے
آجکل پھر مرے جینے کی دعا ہوتی ہے

دردِ دل سنکے علم تیغِ جفا ہوتی ہے
کچھ جو کہئے تو یہ کہتے ہین دوا ہوتی ہے

کچھ سمجھ مین نہین آتا کہ نظر قاتل کی
جانستان ہوتی ہے یا روح فزا ہوتی ہے

دو دو چھریان لیے رہتا ہے حسینون کا شباب
شان ہوتی ہے جدا آن جدا ہوتی ہے

بیچ مین تم نہ اگر ہو تو فلک سے پوچھون
نارسا ہوتی ہے یا آہ رسا ہوتی ہے

دولتِ حسن جوانی ہو مبارک تم کو
کچھ خیرات بھی کچھ راہِ خدا ہوتی ہے

باغ مین شوخیِ رفتار کا موقع کیا ہے
دیکھیے دیکھیے پامال حنا ہوتی ہے

لن ترانی جو سنی دل مین کہا موسیٰ نے
حسن کی شان بھی کیا شانِ خدا ہوتی ہے

اب کہان آپ مین عشاق چلی بادِ بہار
ہوش اڑانے مین تو آندھی یہ ہوا ہوتی ہے

دل جو لینا ہو کسی کا تو نگہ ہو کہ ادا
ایک سے ایک لگاوٹ مین سوا ہوتی ہے

فائدہ نامہ و پیغام سے کچھ خاک نہین
ہان یہ ہوتا ہے کہ تسکین ذرا ہوتی ہے

ناوک اندازیِ مژگان کوئی اُس دم دیکھے
لگکے جب آنکھ سے وہ آنکھ جدا ہوتی ہے

کو تاہے لبِ جان بخش سے کوئی مجکو
مین سمجھتا ہون مری عمر سوا ہوتی ہے

بات ہی کیا ہے کسی سے جو نہین وہ ملتے
اُن کی ہر بات زمانے سے جدا ہوتی ہے

چٹکیان لے کے مرے دل مین کہا ظالم نے
ہان گنہگار کو ایسی ہی سزا ہوتی ہے

وصل مین شرم و حیا دیکھ کے حیرت ہے مجھے
ایسے موقع پہ وہ شوخی تری کیا ہوتی ہے

آرزو خلد کی حورون کی تمنا زاہد
ایسے دل سے کبھی کہین یادِ خدا ہوتی ہے

ٹھنڈے ٹھنڈے مرے سینے پہ نہ رکھے کوئی ہاتھ
آتشِ دل کی بھڑک اور سوا ہوتی ہے

ملگئی شاہ کے قدمون مین جگہ مجکو جلیل!
اس طرح ہوتی ہے قسمت جو رسا ہوتی ہے

رکھین نہ آپ گل کو مرے دل کے سامنے
بلبل شگفتہ ہو گا نہ بسمل کے سامنے

مجنون ذرا نظر تو جما دل کے سامنے
محمل مین جو نہین وہ ہے محمل کے سامنے

رکھے ہین مین نے پھول عنا دل کے سامنے

اُس نے تا کا تھا جگر تیر نظر سے پہلے ۔ دل تڑپ کر یہ پکارا کہ ادھر سے پہلے
شمع ٹھنڈی ہوئی دم بھر نہ سحر سے پہلے ۔ روتے گزری ہے مسافر کو سفر سے پہلے
جیسے جیسے درِ دلدار قریب آتا ہے ۔ دل یہ کہتا ہے کہ پہونچون مین نظر سے پہلے
تیری منزل بھی ہے منزل کوئی اے شمعِ مزار ۔ شام کے بعد چلی پہونچی سحر سے پہلے
دل چُرانے کی ادا خاص ہوا کرتی ہے ۔ دیکھ لیتے ہین وہ دُزدیدہ نظر سے پہلے
یار سے پردہ اُٹھانے کو ابھی کیا کہیے ۔ ہوے دامن تو جُدا دیدۂ تر سے پہلے
دونون مظلوم ہین کچھ بن نہین پڑتی دمِ حشر ۔ دل سے فریاد ہو پہلے کہ جگر سے پہلے
خوب ہو وصل کی شب مین جو وصال اپنا ہو ۔ آپ رخصت ہون سحر کو مین سحر سے پہلے
موت کی یاد نے بیخود ہمین کر رکھا ہے ۔ گھر کو چھوڑے ہوے بیٹھے ہین سفر سے پہلے
پھر ستمگر تری ناوک فگنی دیکھون گا ۔ دیکھ لون مین تجھے حسرت کی نظر سے پہلے
راہ لینگے عدم آباد کی مرنے والے ۔ آپ تلوار تو لین اپنی کمر سے پہلے
دونون مٹنے مین برابر ہین مگر سُنتا ہون ۔ خاتمہ دل کا ہوا میرے جگر سے پہلے
رُخ سے گیسو جو ہٹے دل کو شگفتہ پایا ۔ کوئی غنچہ نہ ہوا پھول، سحر سے پہلے
ہے حسینون مین اُسی پر مجھے دعویٰ دل کا ۔ جس نے دیکھا تھا لگاوٹ کی نظر سے پہلے
مین تو کہتا ہون لگانے دو گلے خنجر کو ۔ وہ یہ کہتے ہین لگا لون مین کمر سے پہلے
پھر مزہ آئے گا آئینہ اگر دیکھو گے ۔ دیکھ لو آپ کو تم میری نظر سے پہلے
اجنبی بن کے کوئی یار سے اتنا پوچھ آئے ۔ آپ ملتے تھے کسی خستہ جگر سے پہلے
بے حجابی جو یہی ہے تری شوخ آنکھون کی ۔ رسم پردے کی اُٹھے گی اِسی گھر سے پہلے

شامِ غربت کا فسانہ نہ ابھی چھیڑاے دل — پوچھ لون حالِ وطن بادِ سحر سے پہلے
چھوڑ دو ساتھ ہی دونون کو تڑپنے کیلئے — دل سے تم ہاتھ اُٹھاؤ نہ جگر سے پہلے
وہ اُدھر تیغ بکف ہین مین اِدھر آہ بلب — دیکھنا یہ ہے کہ چلتی ہے کدھر سے پہلے

کہہ گیا آج وہ بیدرد گلے ملکے جلیلؔ
ہم نہ واقف تھے ترے دردِ جگر سے پہلے

یون نہ ٹپکا تھا لہو دیدۂ تر سے پہلے — دیکھنا آگ لگی پھر اِسی گھر سے پہلے
آنکھ قاتل کی پڑی تیغِ دو سر سے پہلے — ملگیا زادِ سفر مجکو سفر سے پہلے
نامۂ یار پڑھون گا ابھی جلدی کیا ہے — نامہ بر کو تو لگا لون مین جگر سے پہلے
بڑھتی جاتی ہین یہ کہتی ہوئی زلفین اُنکی — دیکھیے کون لپٹتا ہے کمر سے پہلے
بال و پر کو کے ترستے ہین چمن کو اب ہاے — ہم پہونچتے تھے کبھی بادِ سحر سے پہلے
وہ کماندار مری شکل سے بیزار رہی — غیر ممکن ہے پڑے تیر نظر سے پہلے
ڈرتے ڈرتے جو پیئے اُسکو حذر کیا واعظ — دیدۂ تر ہے یہان دامنِ تر سے پہلے
یون تو نالے دلِ عاشق سے نکلنے کے نہین — کوئی لینے کو بڑھے بابِ اثر سے پہلے
تشنۂ عشق کی اب چاہیے خدائی ہو جاے — کس نے یہ بار اُٹھایا تھا بشر سے پہلے
قتل کرتی ہے لچکنے کی ادا عاشق کو — وہ یہی سمجھ لیتے ہین کمر سے پہلے
وصل کی شب گئی دیوانہ بنا کر مجکو — جی مین ہے دستِ گریبان ہون سحر سے پہلے
دل تو نادان سدا کا ہے اُسے کیا جھیلون — سچ تو یہ ہے کہ ہوئی چوک نظر سے پہلے
خلشِ دل کا ذرا دیر مزہ رہنے دے — کھینچ ناوک کو مرے یار جگر سے پہلے
وصل کا دن جو دکھاتی بھی ہے تقدیر کبھی — شام آتی ہے مرے گھر مین سحر سے پہلے

نعتیہ

آہ کی کیا ہے خطا دل مین جو کچھ ہوتا ہے — وہ ٹپکتا ہے مرے دیدۂ تر سے پہلے
جیتے جی اپنے کہین عمر رواں رکتی ہے — ہے تماشا کہ سفر مین ہون سفر سے پہلے
انبیا مین تمھین اے ختم رسلؐ افضل ہو — بات ہی کیا ہے جو پھول آئے ثمر سے پہلے
چارہ گر آج نیا عشق کا آزار نہین — تھا یہی زخم جگر داغ جگر سے پہلے
لاگ نے آگ لگائی تھی وہ پروانون مین — سب کے سب ٹھنڈے ہوئے شمع سحر سے پہلے

اے جلیل آپ بھی کس دھیان مین ہین خیر تو ہے
خواہش قدر ہنر کسب ہنر سے پہلے

چھیڑ دیکھو تم کسی دن خنجر بیداد سے — دل تڑپ جائے وہ چٹکی لون لب فریاد سے
رو رہا ہون اسکے آگے چرخ کی بیداد سے - ہے ستم ایجاد کا شکوہ ستم ایجاد سے
نیند تو ان کی اڑی کیا جانے کسکی یاد سے — مجھ سے برہم ہین الجھتے ہین مری فریاد سے
آئی بسمل کی اجل مقتل مین یہ کہتی ہوئی — ہو گلے ملنا مبارک خنجر جلّاد سے
یاد جاتے جاتے جائے گی چمن کی ہم صفیر - انس ہوتے ہوتے ہوگا خانۂ صیّاد سے
آدمی تو آدمی پتھر بھی پانی ہو گئے — روئی جب شیرین لپٹکر تربت فرہاد سے
دیکھتا ہون انکی آنکھین ڈھونڈتا ہون وہ نگاہ - جس نگہ نے صبر چھینا ہے دل ناشاد سے
لے گیا بلبل پکڑ کر سب کھڑے دیکھا کیے — کوئی کانٹا بھی نہ الجھا دامن صیّاد سے
رنج تنہائی سہی لیکن بہل جاتا ہے دل - کچھ تمھاری یاد سے کچھ نالہ و فریاد سے
ایسی کیا تدبیر ہو جس سے کٹین دن ہجر کے — جی مین آتا ہے یہ پوچھون خنجر جلّاد سے
مین یہ کیون کہتا کہ تم بیداد سے توبہ کرو — خو تمھین بیداد کی راحت مجھے بیداد سے
دام کی صورت جو دیکھی مر گئی بلبل غریب — پھنس گئی دام اجل مین بچ گئی صیّاد سے

رات دن فکرِ عدو شام و سحر ذکرِ عدو — کیا غرض تم کو کسی بھولے ہوے کی یاد سے

فصلِ گل میں آدمی کے ہوش کیا رہتے بجا — تنکے چنوائے جنون نے بلبلِ ناشاد سے

سنگدل شیریں کو جوے شیر کی حاجت تھی کیا — خون کی ندی بہانی تھی سرِ فرہاد سے

اب تو جیتے جی قفس سے چھوٹنا ممکن نہیں — بلبلو ناخوش رہو یا خوش رہو صیّاد سے

شیشۂ لبریز سے مستون نے سیکھی ہے یہ بات — ایک دم بھی دل نہ خالی ہو کسی کی یاد سے

یہ تو ممکن ہے کہ بلبل آشیاں میں چھپ رہے — آشیاں کیونکر چھپائے دیدۂ صیاد سے

چاہتا ہے دل کہ سر ہو جاے گردن سے جدا — ہو جدا گردن نہ لیکن خنجرِ جلاّد سے

بے خلش ہمنے بسر کی زیست گلشن میں جلیلؔ!
ربط گلچیں سے تو یارا نہ رہا صیّاد سے

تم اگر بیچین ہوتے ہو مری فریاد سے — چٹکیاں دل میں نہ لے کہدیہ اپنی یاد سے

چین کس کمبخت نے پایا دلِ ناشاد سے — میرے کہنے کو نہ مانو پوچھ لو فرہاد سے

اپنے دل سے پوچھنی تھی مرگِ شیریں کی خبر — کیا کہیں فرہاد کو ہم رہ گئی اُستاد سے

گل ادھر پھولے ہوے غنچے اُدھر رُٹھے ہوے — بات کیا ایسی ہوئی ہے بلبلِ ناشاد سے

کہہ رہی ہے سانس بسمل کی غنیمت ہے یہ دم — سیکھ لوں رُک رُک کے چلنا خنجرِ جلاد سے

یہ قفس ہے بلبلو! من مانی گھر جانی نہیں — نالہ کرنا ہے تو لو پروانگی صیّاد سے

چل رہا تھا بے ستون پر اک ذرا ہلکا جو ہاتھ — کٹ گئے دن زندگی کے تیشۂ فرہاد سے

قطع ہو جاتی مری اُمید بھی گردن کے ساتھ — رہ گیا یہ ایک تسمہ خنجرِ جلاد سے

بو جہاں غنچے سے نکلی ہاتھ آتی ہے کہاں — جیسے طائر چھوٹ جائے پنجۂ صیّاد سے

زہر کیا ہے خوابِ شیریں اپنی آنکھوں کے لئے — خوف یہ ہے دل نہ غافل ہو تمہاری یاد سے

اسکے دل سے پوچھئے داغ اسیری کی بہار — لائی ہے یہ پھول بلبل خانۂ صیاد سے
داغ دینگی یہ امیرون کی چمن آرائیان — جز گل حسرت ملا کیا پوچھئے شداد سے
دے رہا تھا باڑھ اک شیرین ادا کا اشتیاق — ورنہ پتھر خاک کٹتا تیشۂ فرہاد سے
پھر رہا کرنے نہ کرنے کا ہے صیاد اختیار — ایک دو نالے تو سن لے بلبل ناشاد سے
سیر گل تو کر چکے ہنس ہنس کے یاران چمن — آؤ اب کچھ رولین ملکر بلبل ناشاد سے
تیری اس مشاطگی پر اے جنون پتھر پڑین — مانگ شیرین کی بھری خون سر فرہاد سے
نغمۂ بلبل سے غنچے مسکرائے بھی تو کیا — گل فشانی کر کے ہم نے داد لی صیاد سے
ہنس رہے تھے یا تو گل یا چھا گئی افسردگی — کچھ سنے کی کہہ گئی بلبل لب فریاد سے
باغ سے لایا مقدر خانۂ صیاد مین — دیکھین اب جانا کہان ہو خانۂ صیاد سے

اللہ اللہ کیا توجہ ہے کہ ہم اتباع جلیل
فیض پاتے ہین مزار حضرت استاد سے

ہین وہ بلبل ہون قفس سے جو رہائی ہوتی — بوئے گل دور سے لینے مجھے آئی ہوتی
سخت جان آپ کا یون ذبح نہین ہونے کا — تیغ فولاد کی پتھر کی کلائی ہوتی
تم سے دیکھا نہین جاتا جو تڑپنا دل کا — نگہ شوخ کی بجلی نہ گرائی ہوتی
ہوگئی جب ترے گیسو سے رسا کا حصہ — پھر کہان سے مری قسمت مین رسائی ہوتی
شرم نے اور بھی جھگڑے کو بڑھا رکھا ہے — نگہ ناز جو لڑتی تو صفائی ہوتی
پھر کہان جلوۂ جانان کی بہار اے موسیٰ — ایسے موقع پہ تمھین نیند نہ آئی ہوتی
چاہتا ہون کوئی امید نہ رکھون ان سے — کاش میری یہی امید بر آئی ہوتی
راحت وصل جو ملتی بھی تو کے دن کیلئے — پھر وہی صبح وہی شام جدائی ہوتی

سیر ہوتی مرے دل سے جو گزرتی مجھ سے
تم جدھر ہوتے اُدھر ساری خدائی ہوتی
تیری آنکھوں کو تو جادو ہی جگاتے گزری
کوئی سوتی ہوئی تقدیر جگائی ہوتی
اور اثر میرے نسالنے کا نہوتا نہ سہی
یہ تو ہوتا کہ تمھیں نیند نہ آئی ہوتی
بال و پر ہیں جو سلامت تو خوشی کیا صیّاد
کچھ نہ ہوتا مگر اُمید رہائی ہوتی
عمر بھر راہ دکھائی ہے اجل نے ہم کو
اب بھی کمبخت یہ کیوں آئی نہ آئی ہوتی
حُسن پردے میں ہے اُس پر ہے یہ حالت اپنی
فیصلہ تھا جو نقاب اُسنے اُٹھائی ہوتی
مار ڈالا سر محفل مجھے غمزہ کر کے
رحم آیا نہ تمھیں شرم تو آئی ہوتی
بیخودی خوب تھی پابند علائق کیلئے
یہ جو ہوتی تو اسیری میں رہائی ہوتی
میں ادھر قتل ہوا کٹ گئے اغیار اُدھر
آپ نے دیکھ کے تلوار لگائی ہوتی
تجکو آنے سے ہے انکار یہ مانا ہم نے
بات جب تھی کہ تری یاد نہ آئی ہوتی
آپ کو دیکھ کے وہ اور بھی تن جاتے ہیں
آئینہ بیچ سے اُٹھتا تو صفائی ہوتی
شوقِ دیدار میں اُفتاد جو پڑتی ہم پر
دیکھتے آپ کہ آنکھوں سے اُٹھائی ہوتی

محفل شعر و سخن سرد پڑی ہے کب سے
تمنے کچھ پڑھ کے جلیل آگ لگائی ہوتی

طور کی آگ مرے دل میں لگائی ہوتی
ایسی بجلی کوئی اے چرخ گرائی ہوتی
تمنے ہم سے جو کبھی آنکھ ملائی ہوتی
دشمنوں کو بخدا نیند نہ آئی ہوتی
پہلے اتنا غمِ فرقت نہ ستاتا تھا ہمیں
وصل کے بعد نہ اے کاش جدائی ہوتی
خواب میں بھی تمھیں آنے سے حیا مانع ہے
اسی پردے میں کبھی جلوہ نمائی ہوتی
وعدۂ دید ٹھہرتا نہ اگر محشر میں
مرنے والوں کو کبھی نیند نہ آئی ہوتی

چاند سورج کی طرح آپ پھرا کرتے ہین
میرے گھر مین بھی کبھی جلوہ نمائی ہوتی

خواہشِ دید پر اب آنکھ دکھانا کیسا !
تم نے پردے سے نہ آواز سنائی ہوتی

تھا جو تقدیر مین جلنا تو ہوئے کیون انسان
شمع ہوتے تری محفل مین رسائی ہوتی

کوئی جلوے کا اگر دیکھنے والا ہوتا
یار کو خود ہوسِ جلوہ نمائی ہوتی

پی گئے اشک اُسے دیکھ کے ہم خیر ہوئی
چشمِ گریان نے ابھی آگ لگائی ہوتی

وہ بلا تیری محبت کا ہے پھندا صیّاد
گر رہا بھی مجھے کرتا نہ رہائی ہوتی

اور کچھ دیر شہیدانِ وفا سو لیتے
آکے تربت پہ قیامت نہ اُٹھائی ہوتی

شوق لایا تھا مرا تا درِ دلدار مجھے
جذب تائید جو کرتا تو رسائی ہوتی

لذتِ آبِ خنک پیاس کا صدقہ سمجھو
وصل دیتا نہ مزہ گر نہ جدائی ہوتی

آفتاب اوس کے قطرون کو اُڑا دیتا ہے
کون ہوتا جو تری جلوہ نمائی ہوتی

روح و قالب کی جدائی کا نہین کچھ شکوہ
کاش دو دل مین نہ اے چرخ جدائی ہوتی

گر اُسے پردۂ کثرت مین نہ چھپنا ہوتا
ذرّے ذرّے مین نہ یون جلوہ نمائی ہوتی

شکر ہے حشر مین پرسش نہ ہوئی اپنی جلیل
ورنہ ہم سے نہ کوئی بات بن آئی ہوتی

آنکھین نشیلی دیکھئے اُس رشکِ حور کی
ہین دو گلابیان یہ شرابِ طہور کی

کیا ممکنت بیان ہو بُتِ رشکِ حور کی
تصویر ہے کھچی ہوئی ناز و غرور کی

صورت ہر اک حسین نے پائی ہے نور کی
صورت یہ تو نے خوب نکالی ظہور کی

سبقت غضب پہ لے گئی رحمت غفور کی
پرسش نہ کچھ ہوئی مرے جرم و قصور کی

اُس آنکھ کو اور آنکھ کے سُرمے کو دیکھئے
دُنبالہ کہہ رہا ہے کہ چوٹی ہون حور کی

آخر تو اُسنے پاؤں سے مَل دل کے رکھدیا
مٹّی لگی ٹھکانے دلِ ناصبور کی

موسیٰ کے اضطراب نے اچھا دیا جواب
دیکھی تڑپ تو لوٹ گئی برق طور کی

گرمی سے اُسکے رُخ پہ ہے کاکُل عرق فشان
بوتل ڈھلا رہی ہے شرابِ طہور کی

پھر کیونکہ ہو قصور کسی سے خطا معاف
تم اپنے ہاتھ سے جو سزا دو قصور کی

عشاق تیرے تجکو نہیں پاتے عمر بھر
صورت تری پری کی ہے سیرت ہے حور کی

قائل تو جب ترا ہوں میں اے اضطرابِ شوق
پیدا ہو دردِ دل میں چمک برقِ طور کی

اللہ رے اپنے چاہنے والوں کا امتحان
کس کس ادا سے ہوتی ہے تعریف حور کی

آئی جو آب سمجھ تو وہ آنکھیں نہیں رہیں
نرگس کے پھول دینے لگے بو غرور کی

قصرِ بہشت جس سے بِلا وہ یہ بات تھی
پروردگار حد نہیں میرے قصور کی

دیکھوں ہزار آنکھ سے جلوہ ترا مگر
جب دیکھنے بھی دے مجھے کثرت ظہور کی

احسان آپ کا ہے کہ مایوس کر دیا
تسکین اب تو ہوگی دلِ ناصبور کی

کہتے ہیں سب انی جسے قاتل کی آن سے
تیغِ کشیدہ ایک ادا ہے غرور کی

کس بادہ کش کی آنکھ کھلی پچھلی رات سے
رہ رہ کے آ رہی ہے صدا یا غفور کی

کیونکر کلیم کو شبِ تاریک رہ گئی
اُن کو تو تھی لگی ہوئی لو شمعِ طور کی

دیکھو ذرا شکایت تم اپنی شبیہ کا
جھانسے رہی ہے یہ بھی تمھارے غرور کی

شرمِ گنہ سے حشر میں روپوش ہے خلیل
پھرتی ہے ڈھونڈتی اُسے رحمت غفور کی

جنت میں جاکے کھینچی ہے تصویر حور کی
صورتگرِ خیال کو سوجھی ہے دور کی

تیوری اُتر چکی ہے بُتِ رشکِ حور کی
رہتی چڑھی کمان کہاں تک غرور کی

تجکو پڑی ہے کیون مرے جُرم و قصور کی
واعظ بُرا نہ مانے گی رحمت غفور کی

اللہ کس کے روئے حسین کا خیال ہے
آتی ہے روز خواب مین اک شکل حور کی

کچھ اور انکسار سے اپنی غرض نہین
منظور ہے شکست تمھارے غرور کی

تربت وہ کونسی ہے جو روندی نہین گئی
نکلے تھے آپ کرنے زیارت قبور کی

آتش بیانیون پہ مری کہتے ہین کلیم
مُنہ مین ترے زبان ہے کہ لَو شمعِ طور کی

رُخسار سے اُلٹ دو ذرا گوشۂ نقاب
پھر سیر دیکھو میرے دلِ ناصبور کی

کس شان سے ہین بیٹھے ہوے پیشِ آئینہ
تصویر لے رہے ہین وہ اپنے غرور کی

الفاظ بیقرار ہین نامے مین یار کے
جو سطر ہے گُندھی ہوئی چوٹی ہے حور کی

قدرت خدا کی دستِ نگارین ہے یار کا
یاقوت کا ہے پنجہ کلائی بلور کی

یہ کہکے ہم سزا کے سزاوار ہوگئے
ملتی ہے عاشقون کو سزا کس قصور کی

شدّت جو ہوگی پیاس کی میدانِ حشر مین
کردیگی آب آب ندامت قصور کی

بالائے بام پہونچے وہ جوڑا جو باندھکر
چوٹی دکھائی دینے لگی کوہِ طور کی

چھوڑی نہ چاہ غیر کی اللہ رے تیری ضد
کرنی نہ تھی جو بات اُنھین وہ ضرور کی

طوفانِ نوح دیدۂ تر نے بپا کیا
ٹھنڈی ہوئی نہ آگ مگر اِس تنور کی

کیا بیکسی بیان ہو شامِ فراق کی
اک مین ہون اک تڑپ ہے دلِ ناصبور کی

مجنون کے سر پہ ان کو لئے پھرتی ہے ہوا
دامن کی دھجیان ہین کہ ٹکڑی طیور کی

دُنیا کا ذکر یان کبھی آتا نہین جلیل،
صُحبت ہمین پسند ہے اہلِ قبور کی

ممکن نہین کہ داغ ہون دل سے جُدا کبھی
ان پھولون سے نہ جائیگی بُوئے وفا کبھی

وہ دن بھی یاد ہین کہ وہ سادہ مزاج تھے | کھلتی تھی ہاتھ دیکھ کے اُن کو حنا کبھی
محفل مین رو نہ بیٹھ کے بنتے ہو شمع رو | کچھ کہہ اُٹھے نہ مُنہ سے کوئی دلجلا کبھی
کہتے ہین بات کیسلئے لازم ثبات ہے | وعدہ ہی کب رہا جو ہُوا وہ وفا کبھی
کہتا ہون مین کہ جانِ من اب تو وفا کرو | کہتے ہین وہ کہ جان نے کی ہے وفا کبھی؟
قدرت خدا کی خون کو مہندی سمجھتے ہین | چھوتے نہ تھے جو ہاتھ سے عطرِ حنا کبھی
جب تو مجھے یقین کہ بھولے بہت ہو تم | بھولے سے گر جفا کی جگہ ہو وفا کبھی
اُٹھتے شباب مین بھی ہین آنکھین جھکی ہوئی | دبکر رہی کسی سے نہ اُن کی حیا کبھی
کیا نازکی کی شان ہے قربان جایئے | دل پر گران ہوئی نہ تمھاری جفا کبھی
ہوتا ہے روز ابتو وفا وعدۂ ستم | مُنہ سے نکل گیا تھا مرے بیوفا کبھی

تھا زاہدون کا ذکر وہان بول اُٹھا وہ شوخ
سُنتے ہین ہم جلیل بھی تھے پارسا کبھی

یارب ہو خیر جوش یہ سودا ابھی سے ہے | ہاتھ اپنا اور دامنِ صحرا ابھی سے ہے
پھرنے لگا وہ یوسفِ ثانی نگاہ مین | میرا خیال خوابِ زلیخا ابھی سے ہے
ہم کیا کرین سوال یہ ٹھہرا نہین ابھی | وہ کیا جواب دینگے یہ دھڑکا ابھی سے ہے
نکلین وہ میرے دیدۂ دل سے محال ہے | بچپن مین یہ حیا ہے کہ پردا ابھی سے ہے
کمسن سہی وہ شوخ سہی، ناسمجھ سہی | ہے کچھ تو بات ہم سے جو پردا ابھی سے ہے
بلبل کا حشر دیکھیے کیا ہو بہار تک | سارے چمن کی آنکھ مین کانٹا ابھی سے ہے
عاشق کو تیرِ ناز سے تاکا بھی تو نہین | تھامے ہوئے غریب کلیجا ابھی سے ہے
دیکھون گا اُس جمال کو یارب کس آنکھ سے | حسرت کا تو پڑا ہوا پردا ابھی سے ہے

میں اُن کے سامنے جب آرزو کو عرض کرتا ہوں
یہی ارشاد ہوتا ہے بڑی مشکل سے نکلے گی

جگر تھامے تمھیں آنا پڑا کیوں ہم نہ کہتے تھے
کہ تیر بے خطا ہوگی دُعا جو دل سے نکلے گی

تمھارے سامنے مرنا ہے اچھا ورنہ جان اپنی
نکلنے کو تو نکلے گی۔ مگر مشکل سے نکلے گی

نکلجائے تمنّا وصل کی یہ بات ایسی ہے
نہ اُن کے دل میں آئیگی نہ میرے دل سے نکلے گی

نگاہِ شوق کو مجنون جما رکھ اپنے سینے پر
گریبان پھاڑ کر لیلے اسی محمل سے نکلے گی

ذرا چُبھتی ہوئی کہدی تھی میں نے اُسپہ برہم ہیں
یہ کہتے ہیں قیامت تک نہ میرے دل سے نکلے گی

جگہ پاتے ہی میں رکھدونگا جلنے کے لئے دل کو
جو کوئی شمع گُل ہو کر تری محفل سے نکلے گی

جلیل اُن سے سوالِ وصل تم کرتے تو ہو لیکن
دہانِ تنگ کہتا ہے کہ ہاں مشکل سے نکلے گی

جسے کہتے ہیں غم کی پھانس وہ مشکل سے نکلے گی
جب اپنی جان نکلے گی تو وہ بھی دل سے نکلے گی

جو آہِ دردناک اے قیس سچّے دل سے نکلے گی
مرے مجنون ادھر آ یہ صدا محمل سے نکلے گی

کہیگا کون قصّہ درد کا دعوی ہی دعویٰ ہے
زبان سے اُس کے آگے بات بھی مشکل سے نکلے گی

خجل ہونا پڑے گا مفت میں کیوں مانگئے بوسہ
ذرا سی چیز ہے لیکن نہ اُن کے دل سے نکلے گی

نکلتی ہے ابھی جانِ حزیں خنجر نکالو تو
یہ کس نے کہدیا تم سے بڑی مشکل سے نکلے گی

تماشا لوگ دیکھینگے تمنّا جب شہادت کی
تمھارے ہاتھ سے نکلے گی میرے دل سے نکلے گی

جو سر دینے کو آتے ہیں پلٹ کر وہ نہیں جاتے
ہماری لاش ہی اب کوچۂ قاتل سے نکلے گی

مرا دل توڑتے تو ہو مگر اتنا سمجھ رکھو
عوض لے لے گی وہ تم سے فغاں جو دل سے نکلے گی

دلوں کو شمع کی صورت جلانا چھپ نہیں سکتا
خبر اسکی برنگِ بُو تری محفل سے نکلے گی

نکالا میان سے قاتل کہ مشتاقوں کا مجمع ہے
ترے حق میں دُعاے خیر اک دل سے نکلے گی

دلِ نالاں مرا فریاد کرتا جائے گا یونہی
فغاں جب تک نہ او بیدرد تیرے دل سے نکلے گی

دکھا دیں گے تماشا ہم کو آہِ آتشیں اپنی
وہ لو دیتی ہوئی جس دم ہمارے دل سے نکلے گی

اُٹھے رنگ اک طرف ہوش اک طرف روح اک طرف اپنی
یہ حسرت تو ہوائے دامنِ قاتل سے نکلے گی

نگاہِ یاس کو قاتل تجھے بھی ماننا ہوگا
وہ خنجر کھینچکر جب دیدۂ بسمل سے نکلے گی

جلیل اُس دلربا کی یاد دم کے ساتھ ہے اپنے
دل اُس کا ہو رہا وہ دل کی اب کیا دل سے نکلے گی

بیوفا یار کس کا ہے
ہم کو بھی انتظار کس کا ہے

حشر میں ہم خدا سے پوچھینگے
نامِ آمرزگار کس کا ہے

مدعی عشق کی خدائی ہے
آپ کو اعتبار کس کا ہے

مدتیں ہو گئیں وہی ہے بہار
چمنِ روزگار کس کا ہے

لوٹتا ہوں مگر خبر یہ نہیں
تیر سینے کے پار کس کا ہے

ہم نے مانا کہ تو چمن ہے مگر
اے دلِ داغدار کس کا ہے

جب تمہارا نہیں نہ میرا ہے
پھر دلِ بیقرار کس کا ہے

کہکے یوں رو دئے لحد پہ مری
یہ شکستہ مزار کس کا ہے

نالہ کروں تو یار سے پوچھوں
آج دل بیقرار کس کا ہے

تو نگہبان ہے تو خوف مجھے
میرے پروردگار کس کا ہے

تو نے لیلیٰ جھٹک دیا دامن
یہ نہ سمجھی غبار کس کا ہے

تیرِ مژگاں اِدھر اُدھر خمِ زلف
دیکھئے! دل شکار کس کا ہے

تو کسی کو اگر نہیں ملتا
دل پھر اُمیدوار کس کا ہے

اپنے گھر ہی سے کرین آپ دُعا بخشش کی / ضبط ہونے کا نہین دیکھ کے تُربت میری

مین یہ سمجھون کوئی معشوق مرے ہاتھ آیا / میرے قابو مین جو آجائے طبیعت میری

بوسہ لینے کا عوض آپنے یون مجھ سے لیا / سامنے چار کے لے بیٹھے شکایت میری

سچ تو ہے آپ بھلا ناز و ادا کیا جانین / اسکی شاہد ہے مری جان شہادت میری

کیا ہے صورت کہ مرا گھر ہو کسی کے دل مین / کہین رہنے نہین دیتی مجھے وحشت میری

اُن سے اظہارِ مُحبت جو کوئی کرتا ہے / دُور سے اُسکو دکھا دیتے ہین تربت میری

دیکھنے والون سے تنگ آکے وہ کہہ اُٹھتے ہین / ہوگئی روگ مری جان کو صورت میری

میرے ساقی کا وہ ساغر ہے لکھا ہے جس پر / جان بیعانہ ہے ایمان ہے قیمت میری

فیصلہ اب ہے مقدر کا زبان پر اُن کی / سُن چکے حال مرا دیکھ لی صورت میری

ایسی مُشتاق تھی آمد جو قیامت کی ہوئی / گود مین لینے کو شق ہوگئی تربت میری

جس طرح آگ ہے پتھر کے جگر مین یون ہی / دل مین اُس بُت کے الٰہی ہو محبت میری

بوے گیسو نے شگوفہ یہ نیا چھوڑا ہے / نکہتِ گل سے اُلجھتی ہے طبیعت میری

داغ دیکھے دلِ عشاق کے اُسنے تو کہا / بانٹتی پھرتی ہے کیا پھول محبت میری

تھی زمین صاف مگر ضُعف ہے ایسا کہ جلیل
تھک گئی چار ہی شعرون مین طبیعت میری

تیغِ ادا کے دونون طرف وار چل گئے / ٹھنڈا کیا جو تم نے مجھے غیر جل گئے

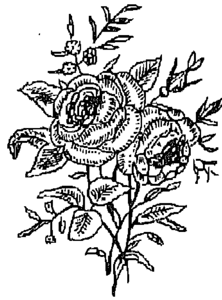
تسکین کیا وہ دیگئے رکھ کر جگر پہ ہاتھ / اتنا کیا کہ درد کا پہلو بدل گئے

دل سوگ مین عدو کے مکدر تھا آپ کا / اچھا ہُوا کچھ آنکھ سے آنسو نکل گئے

تابِ جمالِ یار کہان اہلِ عشق کو / روشن ہوئی جو شمع تو پروانے جل گئے

دفنا چکے مجھے تو کیا خونبہا ادا | مہندی لگے وہ ہاتھ سرِ قبر مل گئے
دیکھا گیا نہ حال دلِ بیقرار کا | نالے جگر سے آنکھ سے آنسو نکل گئے
سچ کہہ رہی ہے شمع کہ میرا قصور کیا؟ | پروانون کے نصیب مین جلنا تھا جل گئے
دل اپنے شوق سے شبِ غم نالہ کش ہوا | کہتا ہے اب کدھر مرے نالے نکل گئے
بکھرا کے رُخ پہ زلف دِیا عاشقون کو داغ | دن چھپ گیا، چراغ سرِ شام جل گئے
دو دن تو اُن کی یاد رہے اس خیال سے | چٹکی جگر مین لے گئے، دل کو مسل گئے
گھیرا تھا ہر طرف سے جو رنج و ملال نے | گھبرا کے دل سے رات کو نالے نکل گئے

وصفِ خرام کر کے اُنھین لاے راہ پر
تم بھی جلیل چال قیامت کی چل گئے



متفرقات



بام پر بیٹھے وہ کھولے گر لٹ دو بالا ہوتا
مجھکو بھی دل نے اچھل کر جو اچھالا ہوتا

تیغِ قاتل کو نہا دھو کے نکھرنے نہ دیا
ہائے اتنا بھی لہو زخم جگر نے نہ دیا

خالی ان عدو کے چھینٹے ہوش میں لائینگے کیا؟
آپ تو آتے نہیں ہم آپ میں آئینگے کیا؟

حُسن کو دشمنِ وفا دیکھا
بارہا ہم نے دل لگا دیکھا
اَرِنی گو کی کھل گئیں آنکھیں
جو سُنا اس سے کچھ سوا دیکھا

جو حال وصل میں ہے روزِ انتظار نہ تھا
نہ تھا قرار مگر یون میں بیقرار نہ تھا
تمھاری تیغ کا پھل کھا کے میں تڑپتا کیوں
وہ ایک جد کا عالم تھا بیقرار نہ تھا

شکوہ تھا، ارمان تھا دل میں مرے کیا کچھ نہ تھا
دم کے دم کو وہ جو آ بیٹھے تو گویا کچھ نہ تھا
پیار کرتے تھے ہم ان کو کوستے تھے وہ ہمیں
بات اتنی تھی ہمارے اُن کے جھگڑا کچھ نہ تھا

اب کے دشت میں کیا خاک لگا تو اے قیس
مرے جنون مری وحشت نے کچھ نہیں چھوڑا
سبھی وہ کہہ گئے کہنے کے جتنے مضمون تھے
جلیل کیلئے حضرت نے کچھ نہیں چھوڑا



باتون باتون مین اُڑا لانے ہو پریون کو جلیل - سچ بتاؤ تمھین جادو یہ کہان سے آیا

بن ٹھن کے آج وہ جو ادھر سے گذر گیا - اک تیر تھا کہ سینہ سے جگر سے گزر گیا

ہم نے جانا تھا کہ دل سے کوئی ارمان نکلا - خوب دیکھا تو وہ اک تیر کا پیکان نکلا

حال میرا یہ بے شراب ہوا - آتش غم سے دل کباب ہوا
اچھے حالون گزر گئی اُس کی - جو خرابات مین خراب ہوا

غل ہوا آج جو گھر سے وہ ستمگر نکلا - چرخ سے برق گری میان سے خنجر نکلا

یہ عشق کا پہاڑ کہان اور کہان جلیل - بارا ازین گیا ضعیف این گمان نبود

میری لحد پہ شمع صفت اشکبار ہین - پانی چھڑک رہے ہین وہ خاک مزار پر

مر رہے ہین ہجر کی رات اور دن کو دیکھکر - اب کہان پائین اُنھین جیتے تھے جن کو دیکھکر

نہ ہوا آہ جو زخم سینے کے قابل - ٹھہرتا ہے وہ میرے سینے کے قابل
یہ مرجانے کو میرے تھوڑا نہین ہے - سمجھتے ہین وہ مجکو جینے کے قابل

روز سیر باغ لے رنگین ادا اچھی نہین - یہ سمجھ رکھو زمانے کی ہوا اچھی نہین

بڑے مزے کا وہان قتل عام ہوتا ہے - چلو جلیل تمھین سیر ہم دکھا لائین

مجھے وہ دیکھ کے دشمن کو یون سُناتے ہین ۔ ہمارے چاہنے والے جلیل آتے ہین

جلا ہو دل نہ جس کا شمع کی صورت محبت مین ۔ وہ کیا جانے کہ آنسو آنکھ سے کیونکر نکلتے ہین

ابھی سے کر رہے ہین نام پیدا دلستانی مین ۔ خدا رکھے قیامت ڈھائینگے چلکر جوانی مین

لوگ صورت کو پیار کرتے ہین ۔ ہم تری سادگی پہ مرتے ہین
مر کے پاتے ہین شہرت اہل کمال ۔ ڈوبنے والے ہی اُبھرتے ہین

جلیل آج بنلاتے ہو ہم کو دیوانہ ۔ ہمین تھے بیٹھے ہوئے کل پری جمالون مین؟

ترے مجنون تو بیکاری مین بھی باکار رہتے ہین ۔ تھکے جب کوچہ گردی سے تو لے بیٹھے گریبان کو

خوبان جہان بھرتے ہین پانی ترے آگے ۔ الیاس و خضر دونون ہین سقّاے مدینہ
کچھ دُور تری بندہ نوازی سے نہین ہے ۔ تھک جاؤن تو لینے کو مجھے آے مدینہ

کہینگے وہی لاکھ آرسی نکالے آنکھ ۔ وہ اپنی آنکھون سے پالے جو ہم پہ ڈالے آنکھ

یہ کون زیر زمین اسکو گدگداتا ہے ۔ کہ مسکراتی ہوئی ہر کلی نکلتی ہے

جلیل خیر ہے سر اپسے اداس اداس ہو کیون ۔ کہان سے روگ محبت کا تم لگا لائے

جلیل پھر تمھین اسوقت چھیڑ کی سوجھی ۔ ابھی ابھی تو منے ہین وہ کل کے رُوٹھے ہوے

چلو اتنا تو نکلا کام باہم آشنائی سے — وفا سے ہو گئے ہم آشنا تم بیوفائی سے
تعجب ہے کہ اب تک دشمنون سے نبھتی جاتی ہے — بڑی اُمید تھی ہم کو تمھاری بیوفائی سے

خوفِ صیّاد سے دل شاد نہ کرنے پائے — گھُٹ کے ہم مر گئے فریاد نہ کرنے پائے

خدا بچائے بُرا روگ ہے مُحبت کا — جلیل تم نے کبھی آئنہ بھی دیکھا ہے ؟

اہلِ دل جتنے ہین رکھتے ہین محبت دل مین — ہم وہ دل رکھتے ہین جس مین ہین محبت والے

خوشی پوچھو نہ مرنے کی کہ تھے اک عمر کے ترسے — منائی عید یارون نے گلے مل مل کے خنجر سے
رہی ہین صحبتین برسون ہو گا مجھ سے اب واعظ — اُٹھا لون ہاتھ شیشے سے چُرا لون آنکھ ساغر سے
گرجنا میکدے پر آج بادل کا قیامت ہے — صراحی جوش مین آ کے لڑ جاتی ہے ساغر سے
یہ کہہ کر آج قاتل نے بہایا خون کا دریا — پیئے جاتے نہین اب تو لہو کے گھونٹ خنجر سے

نمازیون مین تمھین تھے امام بننے کو — جلیل تم کو خدا سے حیا نہین آئی

تیر پہلو مین نہ سینے مین رُکا — رہ گئے دونون کلیجا تھام کے
چشمِ ساقی بھی ہو گردش مین شریک — دَور خالی جام کے کس کام کے
بے سہارے کے ہے اب جینا مُحال — بیٹھنا اُٹھنا کلیجا تھام کے
پڑ گیا ہے کیا اسیری کا مزہ — پیچھے پیچھے پھر رہا ہون دام کے
ہے جنون بھی طرفہ بازیگر جلیل — سر پہ چڑھ جاتا ہے اِس بہانے تھام کے

آپ پینا شربتِ دیدار رہنے دیجیے — یون ہی اچھا ہون مجھے بیمار رہنے دیجیے
جُنبشِ ابرو کی حاجت کیا نگہ کے سامنے — تیر چلنے دیجیے تلوار رہنے دیجیے

میری قسمت کیا جگائینگے نگاہِ لطف سے — اُنکی آنکھین ہین فقط جادو جگانے کیلیے
ہم نگاہِ باغبان مین رہتے ہین اے ہمصفیر — شاخ کیا نازک سی چھانٹی آشیانے کیلیے
بات کہنے کی نہین پر رشک ہوتا ہے ضرور — ہم تو ہون تیرے لئے تو ہو زمانے کیلیے
مین نہین موسیٰ جو پردے سے نکالون یار کو — اک صدا کافی ہے میرے لوٹ جانے کیلیے
سیر رونے کی دکھاتے ہین وہ ہنسکر غیر کو — اشک آئے اور میرا جی جلانے کیلیے
بعدِ استادِ اب غنیمت ہے دمِ اکمل عقیل — مایۂ صد ناز ہین اختر زمانے کیلیے

بڑے ہی لطف کی چشمِ سیہ مین اُنکی مستی ہے — مقدّر نیند کا دیکھو جو اس مین رات بستی ہے

دل ایسی چیز کیا ہے دل کی پروا ہم نہین کرتے — وہ دیدینگے تو لے لینگے تقاضا ہم نہین کرتے
یہ ظالم حُسن وہ شے ہے کہ اے ناصح جہان دیکھا — تمنّا ہو ہی جاتی ہے تمنّا ہم نہین کرتے

جب صُراحیِ مے گلگون سے بھری آتی ہے — دلِ دیوانہ یہ کہتا ہے پری آتی ہے

یہ چلتے پھرتے جادو کر گیا کون؟ — کہ دل تو ہے قرارِ دل نہین ہے
ہمارے ذکر پر قاصد یہ کہنا — تمھاری یاد سے غافل نہین ہے
بنے ہو دلربا جس روز سے تم — کسی سینے کے اندر دل نہین ہے

دیکھ کر داغ مرے دل کے فلک کہتا ہے — ایسے تارے کبھی مجھ سے بھی نکالے نہ گئے

کیسی مزے مزے کی ہیں باتیں چلبل کی — دل میں جو دیکھیے تو ہیں چھریاں بھری ہوئی

لیکے دل کر گئے اک داغ حوالے میرے — یارب آباد رہیں لوٹنے والے میرے

بالخیر



قطعاتِ تاریخِ تاجِ سخن



جنابِ منشی ممتاز احمد صاحب آرزو خلفِ امیر مینائی لکھنوی

چھپا وہ دیوانِ لطافت آگین کہ جس پہ صدقے ہو لعبتِ چین / ہر ایک مضمون اس کا رنگین ہر ایک شعر اس کا بے بدل ہے
ہے آرزو فکرِ سال تم کو تو بات مطلب کی مجھ سے سن لو / یہ سال بے شک ہے کہ دیکھو غزالِ رعنا ہے جو غزل ہے
۱۰ ۱۹ ء

جنابِ مولوی محمد ابو الحمید صاحب آزاد صدر منصف ضلع پٹنہ تلمیذِ فصیح الملک داغ دہلوی

اختر والا گہر نے چھاپ کر "تاجِ سخن" / بہرہ ور سب کو کیا، مخلوق پر احسان ہے
ہے کلامِ نغز و رنگینِ جلیلِ خوش بیان / جس کا قول اعجاز، سحرِ سامری قربان ہے
دیں جگہ دل میں خوشی سے سب کے سب اہلِ کمال / شاعری ہے جسم اور اس جسم کی یہ جان ہے
کی جو میں نے فکرِ سال آزاد ہاتف نے کہا / کہہ دو۔ یہ تاجِ سخن جانِ جہان دیوان ہے
۱۳۲۸ھ

ولہٗ

چھپ گیا تاجِ سخن دیوان بھی / ہے گلِ مضمون کا یہ رنگین چمن
خیر مقدم کا کہو آزاد سال / اللہ اللہ یوسفِ مصرِ سخن
۱۳۲۸ھ

جنابِ منشی محمد ہارون خان صاحب آزادی تلمیذِ جنابِ فائز بنارسی

جس نے دیکھا جلیل کا دیوان / وہ یہ بولا کہ ہے سخن اچھا

عیسوی سال طبع لکھ آزاد　　نام تاجِ سخن ہے خوب اس کا

جناب مولوی صدیق احمد صاحب آئز ناظم سوم عدالت دیوانی بلدہ سرکار عالی فرزند مصنف

چشم بد دور چھپا آج وہ پُر نور کلام　　جکو صاحب فن دینگے جگہ آنکھون مین
فکر تاریخ جو کی بول اُٹھا خود دیوان　　مجھے ارباب سخن دینگے جگہ آنکھون مین

ولہ

جکو ہوئی یہ فکر کہ تاریخ ہو لطیف　　دیکھین جو اس کلام مین نازک خیالیان
مصرع یہ مصحفی کا اثر ہو بہو ملا　　مصراع شعر تر ہین کہ پھولون کی ڈالیان

ابوالاعجاز جناب منشی محمد حسان علیخان صاحب احسان شاہجہانپوری تلمیذ جناب جلال لکھنوی

جلیلِ سخنور کا دیوان چھپا　　مبارک تجھے اے زمینِ دکن
مبارک تجھے لکھنؤ کا کلام　　جو ہے باعثِ رونقِ انجمن
مضامین و اشعار سب انتخاب　　غزلہاے رنگین کا دلکش چمن
دُعا ہے کہ مقبولِ عالم ہو یہ　　کرین منزلت شاعرانِ زمن
مسیحی مین احسان لکھ سالِ طبع　　مقالاتِ محبوبِ شیرین سخن

ولہ

مژدہ باد انظم رنگین چھپ گئی　　بلبل و گل پر ہے احسانِ جلیل
شاعری دلکش تو بر جستہ کلام　　اہلِ مضمون ہین ثنا خوانِ جلیل
لکھدو اے احسان ہجری سالِ طبع　　شوخ گل چہرہ ہے دیوانِ جلیل

ولہٗ

مسرت کی ہے دولت شاعری بھی اسی کو کہتے ہین سب گنج بے رنج
چھپا دیوان جلیلِ نامور کا نثار اُس پر کرین اہلِ کرم گنج
ہے تاریخ سالِ طبع احسانؔ کیا مین نے رقم۔ نظمِ گہر سنج ۱۳۲۸ھ

جنابِ منشی سید علی احسن صاحب احسنؔ مارہروی اڈیٹر فصیح الملک لکھنؤ شاگرد فصیح الملک داغؔ دہلوی

کیا پوچھتے ہو کیون ہوئی شہرت جلیل کی خود نام اُن کا ناموری کی دلیل ہے
وہ اپنے فن مین آج ہین مشہور و مستند اُن کی ہر ایک طرزِ سخن سب سے عدیل ہے
دیوان ہے جلیل کا یا ہے یہ آئینہ روشن خیالیون کا جو اپنی کفیل ہے
موزون ہے نام تاجِ سخن اس کلام کا یہ اسم بامسمّٰی ہے بے قال و قیل ہے
سرتا بپا کلام یہ ہے سہلِ ممتنع الفاظ ہین گران نہ تلفّظ ثقیل ہے
دیوان ہے یہ ضیافتِ احباب کیلئے یا دوستون کے واسطے خوانِ خلیل ہے
موزونیِ خیال کی ہین یہ روانیان یا گلشنِ سخن مین روان سلسبیل ہے
کیا ہو صفت جلیل کے حُسنِ کلام کی یہ بات تو مزے کی ہے لیکن طویل ہے
ادنیٰ سا ہے یہ حُسن کہ ہر ایک شعر مین افسانۂ جمال و حدیثِ جمیل ہے
کہتے ہین قوتِ روح اسی شاعری کو سب مُضمر اسی مین فرحتِ قلبِ علیل ہے
تاریخہاے طبع کے دو مادّے ہین نذر احسنؔ اگرچہ میری بضاعت قلیل ہے
نایاب ایک مصرعِ تاریخ یون ہوا یہ بے بہا جواہرِ نظمِ جلیل ہے ۱۳۲۸ھ
مہکا ہے دوسرا گُلِ تاریخ اس طرح عطرِ سخن کلامِ سلیسِ جلیل ہے ۱۳۲۸ھ

جناب مولوی لطیف احمد صاحب امیر مینائی ناظم امور مذہبی ممالک محروسہ سرکار عالی

خلف امیر مینائی لکھنوی رح

ہوا چھپ کر مری کوشش سے تیار — وہ دیوان جو سخن کے سر کا ہے تاج
بہت موزوں ہے یہ تاریخ اختر — مری محنت ٹھکانے لگ گئی آج

ولہ

چھپ کے مطبع سے یہ دیوان جو اکبار آیا — میں یہ سمجھا کوئی معشوق طرحدار آیا
چار سو دھوم جو اس شاہد رعنا کی ہوئی — گو ہر جان لئے ایک ایک خریدار آیا
مالک ملک سخن آپ کو جانا اس نے — جسکے قبضے میں یہ گنجینۂ اشعار آیا
ڈھل کے سانچے میں یہ تاریخ بھی نکلی اختر — ناز سے یوسف ثانی سر بازار آیا

ولہ

دیوان کی سب نے جو کہیں تاریخیں — اختر سے کہا میں نے کہ تو بھی کچھ بول
بیساختہ مصرع یہ زبان پر آیا — کیا تاج سخن میں بھی ہیں موتی انمول

جناب نواب شمشیر بہادر المتخلص بہ اخگر رئیس اجے گڑھ

سیر تاج سخن جو کی میں نے — دیدۂ دل میں چبھ گیا ہر شعر
دے کے خامہ لکھا یہ سال اخگر — دلنشیں ہے جلیل کا ہر شعر

جناب نواب میر حسن علی خاں صاحب امیر جاگیردار تلمیذ فصیح الملک داغ دہلوی

جس کا تھا سارے جہان کو انتظار | جس کے تھے مشتاق ارباب دکن
یہ سروش غیب کہتا ہے امیر | طبع کامل ہو گیا "تاجِ سخن"
۱۳ ۲ ۷ ھ

ولہ

دیوان جلیل عنبر بیان کا | مرغوب خاطر طالب عالم
لکھدیں امیر آپ تاریخ اتمام | تاجِ سخن ہے محبوب عالم
۱۳۰۶ ۲۸ ھ

جناب منشی محمد ممتاز علی صاحب آہ تحصیلدار ڈونگرگڑھ تلمیذ امیر مینائی لکھنوی

واہ رے جوہر تمھاری طبعِ موزون کے جلیل | یہ گہرباری یہ دُرریزی تو دنیا مین نہین
آہ کو یہ مصرعِ تاریخ دیوان کا ملا | ہین خزانے مین جواہر، شعر دیوان مین نہین
۱۳ ۲۸ ھ

جناب مولوی حامد حسین صاحب برق از مدراس تلمیذ مصنف

چھپا ہے آج وہ دیوان کہ ثانی جسکا دنیا مین | نہین دیکھا ہے جب سے شاعری نے آنکھ کھولی ہے
ہر اک شعر ہر اک دل مین چبھ جاتا ہے حاسد کے | غزل بانکی کہی ہے یا کوئی تلوار تولی ہے
نرالے طبعِ رنگین نے کھلائے ہین گل مضمون | یہ مجموعہ نہین اشعار کا گلچین کی جھولی ہے
نہین طرزِ بیان مین رنگ کچھ اصلا بناوٹ کا | یہ دیوان بھی ہے اک معشوق صورت جسکی بھولی ہے
کسے مقدور اے استادِ فن تیری ستائش کا | زبان بندے نے ڈرتے ڈرتے اس موقع پہ کھولی ہے
جہان ہے شاعرون کی انجمن تو صدر ہے اسکا | تو ہے سرخیل اس جا سخندانون کی ٹولی ہے
امیر نکتہ دان کی جانشینی تجھ کو شایان ہے | یہ تیری طبعِ گرما گرم اسی سانچے کی گولی ہے
پئے تاریخ کی جب فکر مین نے مادہ نکلا | سخن کے باغ کے طوطی کی یہ پاکیزہ بولی ہے
۱ ۱۹

ولہٗ

جلیل کا چھپ گیا ہے دیوان مبارک اے اہلِ فن مبارک
گُلِ سخن کے جو ہین عنادل انھین یہ رنگین چمن مبارک
نئے مضامین، نئے قوافی، بیان انوکھا، نرالی بندش
یہ تازہ گلدستۂ فصاحت تجھے بھی چرخِ کہن مبارک
تمام احبابِ نکتہ رس کو یہ شاہدِ نظم ہو ہمایون
حسودِ بر بینِ بے ہنر کو مدام دل کی جلن مبارک
جو مین نے سر باغیون کا کاٹا تو نکلا اے برقِ عیسوی سن
جلیلِ سُلطانِ ملکِ معنی کو ہو یہ تاجِ سخن مبارک

جناب حکیم برہم صاحب آنریری مجسٹریٹ گورکھپور اڈیٹر اخبار مشرق و عطر فتنہ

تلمیذ امیر مینائی لکھنوی

شد چو مطبوع کلام دلخواہ · نور افشاند بعالم چون ماہ
برہم این مصرع تاریخ نوشت · ہست دیوانِ جلیلِ ذی جاہ

ولہٗ

بارک اللہ اس سخن کا خوب ہی شُہرا ہوا · جس نے دیکھا عشق کیا جسنے سُنا شیدا ہوا
مین نے اے برہم لکھا ترتیبِ دیوان کا یہ سال · رنگِ مینائی مین ہر اک شعر ہے ڈوبا ہوا

ولہٗ

نازک ہین کچھ اس درجہ مضامینِ جلیل · جن پر ہے کسی حرف کا رکھنا دُشوار

تاریخ بھی کیا رنگ کی نکلی بر رحم — پھولون کے ہین ہار یا یہ رنگین اشعار

جناب منشی محمد عبد الرحمن صاحب بسمل صدیقی ملازم ریاست رامپور تلمیذ امیر مینائی لکھنوی

رتبہ جہان مین تاج سخن کا بلند ہے — شہرت مین آج شمس و قمر سے دوچند ہے
بسمل نے خوب مصرع تاریخ یہ کہا — دیوان فخر ملک ہے عالم پسند ہے

جناب سید بشارت علی صاحب بشیر نبیرہ جناب ظہیر دہلوی

زینت مطبع ہوا جبکہ کلام جلیل — لالہ و گل سے ہوئی رونق صحن چمن
از سر بزم سخن شور اٹھا یہ بشیر — زیب دہ انجمن ہے یہی تاج سخن

صاحب عالم جناب مرزا ابد رجب صاحب المتخلص بہ بیدار گورگانی دہلوی

چھپا ہے دکن مین جو تاج سخن — مضامین ہین پاکیزہ نادر سلیس
لکھا طبع کا سال بیدار نے — خیالات نایاب چیدہ نفیس

جناب سید دولت علی صاحب المتخلص بہ بیکل از علی گڈھ

لکھا ہے واہ خوب ہی دیوان لاجواب — یا راہین عدو کو ذرا قال و قیل کا
بیکل کہا یہ ہاتف غیبی نے سال طبع — تاج سخن کلام چھپا اب جلیل کا

ولہ

اے جلیلِ نکتہ دان و شاعرِ شیرین مقال | خوب ہی دیوان نکالا آپ نے تاجِ سخن
از سرِ انصاف بیکل نے لکھی تاریخ طبع | کیا نیا دیوان چھپا مجموعۂ عطرِ سخن
۱۳۲۸ھ

صاحبِ عالم جنابِ مرزا اکرم بخت صاحب المتخلص بہ ترحمؔ گورگانی دہلوی

چھپا جب جلیلِ سخندان کا دیوان | ہوئین دیدے سے خوبیان اُس کی ظاہر
طبیعت ہے کیسی خداداد پائی | فنِ شعر مین اُوستاد اور ماہر
غزل گوئی مین صرف کامل نہین ہین | ہر اک طرح کی نظم لکھنے پہ قادر
فصاحت بلاغت نزاکت لطافت | زبان پاک و شستہ بیان فن ظاہر
انوکھی ہے بندش نرالے ہین مضمون | زمانہ کہے کیون نہ پھر اس کو نادر
نہ کیونکر ہو محبوب و مقبولِ دُنیا | یہ دیوان ہے منظورِ عالم سے باظر
ترحمؔ نے لکھی یہ تاریخِ ہجری | چھپے واہ کیسے مضامینِ نادر
۱۳۲۸ھ

ولہ

خوب لکھا آپ نے دیوان جلیل | لوگ اسے کہتے ہین سحرِ حلال
قابلِ تعریف ہے ہر ایک شعر | لائقِ توصیف ہے ہر اک خیال
کیون نہ کہے جانِ فصاحت اسے | ایسی نہ دیکھی نہ سُنی بول چال
ہین جو محب اُن کی دُعا ہے یہی | کر اسے مقبولِ جہان ذوالجلال
سالِ مسیحی کا یہ مصرع ملا | عقدۂ دل تاجِ سخن بے مثال
۱۹۱۰ء

جناب نواب سید بنیاد حسین خان صاحب عبادؔ رئیس کانپور مقیم لکھنؤ تلمیذ امیر مینائی لکھنوی

شکر صد شکر چھپا خوب ہی دیوانِ جلیل — اِس کا ہر نقطہ ہے ہم مسلکِ گہرِ لے عدن
حُسن و خوبی مین گلِ سرسبد اس کا ہر لفظ — اس کا ہر دائرہ ہے خُلدِ برین کا دامن
اسکی بیتین ہین کہ حورانِ جنان کے ابرو — اس کا ہر صفحہ حسینون کی جبینِ روشن
مستتر لفظ مین یون حُسنِ معانی ہے جیسے — شمع فانوس مین بو غنچے مین تجلے مین دلھن
رنگ ہے شاہدِ مضمون کا زمانے سے الگ — ہر ادا اس کی نرالی ہے نرالا جوبن
تم سے فرمائش تاریخ جو کی ہے اے جاہ — فکر پھر کیا ہے یہ لکھدو سخنِ مستحسن
۱۳۲۸ھ

جناب محمد افتخار علی صاحب جگر صدیقی تلمیذ امیر مینائی لکھنوی

قابل و حافظ جلیلِ شاعرِ نازک خیال — خوش بیان ہین طبعِ عالی ہے نہایت نکتہ زا
جانشینِ حضرتِ اُستادِ مرحوم آپ ہین — آپ کے فیضِ سخن سے باغِ معنی ہے ہرا
کیا شرف ہے یہ شرف بخشا خدائے پاک نے — ہو گئے اُستادِ شاہِ آصفِ مہرِ سخا
آپکا دیوان ہے یا تاجِ سخن ہے واقعی — صورتِ مہرِ درخشان ہے مضامین کی ضیا
شعر جو ہے اُس سے ہے حُسنِ معانی آشکار — بیت جو ہے رنگ اُستادی کا ہے اسمین بھرا
کیا مری تعریف مین ہون ایک خادم خواجہ تاش — ہر سخنور ہو رہا ہے آپکا مدحت سرا
فاضل لاخوان اشاعت آپکے دیوان کی — ہو مبارک دل سے ہے ناچیز خادم کی دُعا
فکر جب تاریخِ دیوان کی مجھے پیدا ہوئی — کان مین آئی مرے عرشِ مضامین سے صدا
ایک نکلا ہے یہ سالِ طبعِ دیوان اے جگر — نام نامی آپ نے اُستاد کا روشن کیا
۱۳۲۸ھ

جناب حافظ سید عبد الجلیل صاحب مارہروی

نہ ہر جا توان دید اوجِ کلام ‌ ‌ ‌ نظر آید امّا بتاجِ سخن
کلامِ جلیل است سہل الوصول ‌ ‌ ‌ نیا شد معمّا بتاجِ سخن
بتاریخِ طبعِ کلامش بگو ‌ ‌ ‌ کہ دیوان مسمّا بتاجِ سخن
۱۳۲۸ھ

ولہ

دیوانِ جلیل طبع گر دید و لا ‌ ‌ ‌ از بہرِ سخنوران بود راہنما
تاریخ مسیحیش اگر می خواہی ‌ ‌ ‌ گو تاجِ سخن بود برائے شعرا
۱۰ ۱۹ ۶
اضعف الانام سید عبد الجلیل
۱۳۲۸ھ

جناب مولوی محمد عبد الجلیل صاحب نعمانی رامپوری

جلیلِ قدر بخلقِ حسن جلیل حسن ‌ ‌ ‌ سخنوری است کہ بنود ورا ہمیم وعدیل
زیادگارِ جنابِ امیر مینائی است ‌ ‌ ‌ چو میرِ عہد نگارم می سزد بدلیل
کلامش آمدہ مطبوعِ طبعِ اہلِ سخن ‌ ‌ ‌ بجمع و طبع مکمّل شدہ چو عینِ جمیل
بفکرِ سال زمن گفت ہاتفِ غیبی ‌ ‌ ‌ "شکوہ وشانِ جلالت بود کلامِ جلیل"
۱۳۲۸ھ

جناب سید تراب علی صاحب جمیل تلمیذ مصنّف

یہ ہے دیوانِ جلیلِ نامور ‌ ‌ ‌ ہے سخن سے جنکے معراجِ سخن
از سرِ ابہام لکھد وائے جمیل! ‌ ‌ ‌ سال دیوان کا - دُرِ تاجِ سخن
۱۳۱۹ ف الہی

جناب حفیظ جونپوری تلمیذ امیر مینائی لکھنوی

حضرتِ اُستاد کا ثانی کہاں ‌ ‌ ‌ پھر غنیمت آج ہے ذاتِ جلیل

جانشین اُن کے یہی مانے گئے | کیا یہ کچھ کم ہے کراماتِ جلیل
چھپ کے ہاتھوں ہاتھ جائے گا کلام | جا بجا پہونچے گی سوغاتِ جلیل
کتنی اچھی ہے یہ تاریخ اے حفیظ | حُسنِ انجامِ خیالاتِ جلیل
۱۳۲۸ھ

جناب مولوی حافظ حفیظ اللہ خان صاحب حفیظ اعظم گڈھی

ارے اللہ دیوان جلیل | لجہ شاعر ہادی نبیل
حفیظ قال لمطبوع ارخا | لا بدع طبع منظوم الجلیل
۱۳۲۸ھ

ولہٗ

چمن فکرتِ جلیل حسن | در صفاتِ چمن چہ نیک آمد
از حفیظ است مصرعِ تاریخ | طبعِ تاجِ سخن چہ نیک آمد
۱۳۲۸ھ

ولہٗ

چھپا بفضلِ الٰہی جو حُسن و خوبی سے | کلامِ شاعرِ معجز بیان جلیل حسن
کہا حفیظ یہ ہاتف نے مصرعِ تاریخ | چھپا جلیل کا دیوان پہلا تاجِ سخن
۱۳۲۸ھ

جناب سید ظفر حسین صاحب خاطر لکھنوی تلمیذِ مصنف

کھلا ہے معانی کا تازہ چمن | جمی ہے حسینوں کی یا انجمن
لکھو اس کی تاریخ خاطر یہ تم | کہ رنگین ہے کیا خوب طرزِ سخن
۱۰ ۱۹ ۶

جناب حافظ خلیل حسن صاحب خلیل برادرِ مصنّف ملازم ریاست بلرامپور
تلمیذ امیر مینائی لکھنوی

عجب دلچسپ دیوان ہے جلیلِ نکتہ پرور کا ۔۔ غزل جو اس میں ہے مطلع سے مقطع تک مرصّع ہے
خلیل اسکے لیے تاریخ بھی اچھی کہی تم نے ۔۔ یہ دیوان کیا ہے اک نازک خیالی کا مرقّع ہے
۱۳۲۸ھ

ابوالبیان جناب محمد سیّد عالم صاحب خنجر مودودی مارہروی

جلیلِ سخنور کا دیوان ہے یہ ۔۔ کہ گلہائے معنی کا تازہ چمن ہے
چمکتے مضامین ہیں بیت الغزل کے ۔۔ کہ خورشید رویوں کی یہ انجمن ہے
نہ کیوں شاعری آپ کی مستند ہو ۔۔ کہ اُستاد ہیں اور مشقِ کہن ہے
کہا سالِ تاریخ خنجر یہ میں نے ۔۔ پسندیدہ نایاب تاجِ سخن ہے
۱۳۲۸ھ

جناب مولوی سیّد ریاض حسن خان صاحب خیال دانش مند رسولپور ضلع مظفرپور

چھپ رہا ہے آجکل تاجِ سخن ۔۔ سر پہ سب رکھّیں یہ ایسا ہے کلام
ہے جلیلِ خوشنوا یکتائے فن ۔۔ یہ اُسی یکتا کا یکتا ہے کلام
پُر اثر ہیں جس قدر اشعار ہیں ۔۔ رنگ میں ڈوبا ہے جتنا ہے کلام
اب مزے لوٹیں گے اربابِ مذاق ۔۔ شہد سے بڑھ کر یہ میٹھا ہے کلام
کس حلاوت کی ہے یہ تاریخ بھی ۔۔ شاعرِ شیریں زبان کا ہے کلام
۱۳۲۸ھ

ولہٗ

واہ کس شان کا دیوان نکلا | حُسن میں رشکِ مہِ تابان ہے
جس نے دیکھا اُسے وہ بول اُٹھا | جس قدر وصف کرون شایان ہے
خوبیِ طرز پہ ہے جان نثار | شوخیِ رنگ پہ دل قربان ہے
مصرعِ سال بھی ہے شوخ خیال | شاہدِ شوخ ہے یا دیوان ہے

۲۰ ۱۳ھ

ولہٗ

شد طبع نفائس مقالاتِ جلیل | برہانِ فضائل وکمالاتِ جلیل
دانش تاریخ عیسوی کرد رقم | حقّا کہ نفیس است خیالاتِ جلیل

۱۰ ۱۹ ۶

ولہٗ

این تاجِ سخن کش نبود ہیچ عدیل | برتارکِ اربابِ سخن ہست اکلیل
تاریخِ اشاعتش ز دانش بشنو | شایع ز دکن گشت دیوانِ جلیل

۲۸ ۱۳ھ

جناب مولوی محمد بشیر صاحب کیبل المتخلص بہ دل

چہ دیوانِ گہر بارے طرحدارے پُرانوارے | بصورت شوخ دلدارے برنگت تازہ گلزارے
پئے تاریخِ طبعش مصرعِ نادر بگوئے دل | گل اندامے شکیلے دلربائے لالہ رخسارے

۱۰ ۱۹ ۶

جناب محمد ضمیر حسن خان صاحب دل شاہجہان پوری تلمیذ امیر مینائی لکھنوی

کلامِ جلیلِ معانی طراز | بصد حسن مطبوع شد در دکن
چرا فکرِ تاریخش اے دل کنی | رقم کن عروس است تاجِ سخن

۱۰ ۱۹ ۶

ولہ

وہ کلام آج چھپا ہے اسے دل | جو لطافت مین ہے بے تمثیل و عدیل
وصفِ دیوان بھی ہے تاریخ بھی ہے | خوشنوا طوطیِ گلزارِ جلیل
۲۸ ۱۳ ھ

جناب مولوی محمد عبدالرحیم صاحب رحیم تلمیذِ مصنّف

شد درین سالِ نکو تصنیفِ استادم چو طبع | گشت خندان غنچۂ دلہاے اربابِ ہنر
از پےِ تاریخِ آن چون فکر کردم اے رحیم | ہاتفم گفتا ، کلامِ سر بسر جادو اثر
۲۸ ۱۳ ھ

ولہ

استاد کا مرے جو چھپا اندنون کلام | نخلِ مرادِ اہلِ سخن بار ور ہوا
تاریخِ طبع اس کی سنا دو یہ اے رحیم | مہرِ سخن جلیل کا اب جلوہ گر ہوا
۲۸ ۱۳ ھ

ولہ

چھپ کے نکلا ہے وہ پری دیوان | جسپہ صدقے ہون شاہدانِ جمیل
مصرعِ سال اے رحیم لکھو | واہ دیوان ہے نظیرِ جلیل
۲۸ ۱۳ ھ

صاحب عالم جناب مرزا اختیار الدین بخت رزمی گورگانی دہلوی

طبع کی اُس کے اب ہے تیاری | ہے جو زیبِ دکن کلامِ جلیل
آئی ہے نکہتِ گُلِ مضمون | ہے سراپا چمن کلامِ جلیل
مثل رکھتا نہین کہین اپنا | زیرِ چرخِ کہن کلامِ جلیل
طبع کے بعد ہو عزیزِ جہان | مثلِ دُرِّ عدن کلامِ جلیل
لکھو رزمی یہ طبع کی تاریخ | گُلِ تاجِ سخن کلامِ جلیل
۲۸ ۱۳ ھ

جناب منشی محمد سرفراز علیخان صاحب رفعت بہاری مقیم بنارس

تلمیذ فصیح الملک داغ دہلوی

شکر ہے چھپ گیا کلام جلیل
جن کی مشہور خوش بیانی ہے
مصرع سال طبع لکھ رفعت
چشمۂ فیض جاودانی ہے
۱۳۲۸ھ

ولہ

جو تاج سخن چھپ کے مطبع سے نکلا
ہوا یہ خبر سُنکے خوش ہر محقق
کیا نظم رفعت نے سال اشاعت
کلام جلیل سخنور محقق
۱۳۲۸ھ

ولہ

زہے نصیب کہ اب چھپ چکا کلام جلیل
دلی مُراد بر آنے کا وقت آ پہونچا
لکھی ہے خامۂ رفعت نے عیسوی تاریخ
کلام شاعر خوش فکر کا چھپا اچھا
۱۹۱۰ء

جناب ریاض

جلیل اُستاد کے تم جانشین ہو
تمھین کہتے ہین ہم اُستاد فن بھی
طبیعت مین وہی اُستاد کا رنگ
وہی شوخی وہی لُطف سخن بھی
عجب بندش عجب ترکیب اشعار
وہی اشعار مین ہے بانکپن بھی
اثر انداز ہے نکھرا ہوا رنگ
عنادل بھی فدا صدقے چمن بھی
مسلسل نظم کی لے گی بلائین
جھلکی پڑتی ہے زُلف پُرشکن بھی



امارت بھی ملی ملکِ سخن کی — ہوئے اب صاحبِ تاجِ سخن بھی
سمجھتا ہے تمھین سرمایۂ ناز — ریاضِ خوش نوا شیرین سخن بھی
تمھین یکتا سمجھتا ہے زمانہ — تمھارے معتقد ہین اہلِ فن بھی
تمھین سب جانتے ہین مانتے ہین — نہ اہلِ لکھنؤ اہلِ دکن بھی
تمھارے قدردان ہین آصف و شاد — وزیرِ ملک بھی شاہِ زمن بھی
مبارک ہون درِ آصف کے سجدے — مبارک ہو تمھین تاجِ سخن بھی

۱۰ ۱۹ ۴

جنابِ منشی سید زاہد حسین صاحب زاہد سہارنپوری تلمیذِ امیر مینائی لکھنوی

شکرِ یزدان جلیل آوازہ شد نامِ جلیل — بعدِ استادی امیر لکھنوی اندر دکن
رنگ و بوئے گلشن ست این بلبلِ رنگین نوا — ہمنوائے زاہد است این طوطیِ شکر شکن
آوخ از داد [illegible] بے بہرہ شد گلبانگِ بلند — بسکہ او انداختہ اندر دکن طرحِ دکن
اے زہے نقارش باغ دلے [illegible] — ہر زباندان تر زبان گردید در مدحِ وطن
[illegible] — حیرتِ شمن یا برہمن در بہارین پیشِ وثن
با بیانش خوش بیانان الکن و گنگ بیان — نغمۂ غوغائیانِ باغ غوغا در غزن
شعر او شعری شعار و نثر او نثرہ نثار — بیتِ او بیت الغزل در ہر غزل بے ریب و ظن
شاہد [illegible] بیان — دارد از سر تا بپا غنج و دلال شنگی دشن
تازہ دیوانے مدون کرد چون اوراقِ گل — شد زبویائی دماغِ [illegible] معزز اہلِ فن
گشت از گلہائے رنگین رنگ معنی آشکار — رنگِ نسرین و سمن یا ضیمران و نارون
[illegible] — ہر چہ رنگینی ست فرخ و فرخ گشت رنگین طبعِ من

توپ توپ از نظمِ الفاظ و معانی جلوہ گر — فوج فوج از بحرِ دُرنا وارِ مضمون موجزن
جا بجا دُرہاے منثورِ مضامین منسلک — لفظ لفظش منتظم در نظم چون دُرِّ عدن
بر بجاے لفظ پیدا جلوۂ خورشید و ماہ — بر بجاے نقطۂ و دو کنہ عیان پروین پرن
سطر سطرش جدا جدا کہکشان بین السطور — مطلعِ دیوان ز تابش مطلعِ خور بل قرن
از زرِ کامل عیارِ نظمِ دیوان زر دہ دار — زرنگار و زرفشان و زرنشان زر سیرتن
اے چہ مستانہ کلام ست این کہ مستی میچکد — اے چہ رندانہ بیان ست این کہ شیدایان سخن
بادہ خواران بادہ خوردند و تہی خمخانہ شد — از برائش بود لاکن لا کلام این لاے دن
بر ترست از تاج زاہد پایۂ دیوان بگو — جوہرِ تاجِ سخن - یا طرۂ تاجِ سخن
۲۸ ۱۳ ھ — ۲۸ ۱۳ ھ

ولہٗ

خوشا دیوانِ جلیلِ خوش سخن خوش فہم و خوشخو کا — سخن کا تاج دیوان ہے سخن کی جان دیوان ہے
کوئی دیوان اس دیوان کے لگ بھگ ہو نہیں سکتا — ہے اور ہی بات اس دیوان میں یہ دیوان دیوان ہے
کہی تاریخ زاہد مین نے اسکی شان کے شایان — جلیلِ پاک سیرت کا جلیل الشان دیوان ہے
۲۸ ۱۳ ھ

ابو المعظم جناب نواب سراج الدین احمد خان صاحب سائل دہلوی تلمیذ فصیح الملک داغ دہلوی

سالہا سال سے تھی جو حسرت — مدتوں تک رہی ہے اس میں ڈھیل
گوش زد وہ ہوئی نوید اثر — جو ہے سچ مچ مسرتوں کی دلیل
آجکل چھپ رہا ہے وہ دیوان — اپنی خوبی کا جو ہے آپ عدیل
جانشینِ امیر کا ہے کلام — جس قدر اس کو ہو بجا تفضیل

اُسکے دیکھے سے ہو مزاج صحیح — اُس کا ہر نسخہ ہے دوائے علیل
فرد فرد اُس کا والہ و شیدا — آدمی آدمی ہے اُس کا قتیل
حُسن ظاہر مین حُسن باطن مین — کوئی کہتا حسن ہے کوئی جمیل
ہے یہ دیوان فیض کا دریا — تشنہ کامون کے واسطے ہے سبیل
اُسکے ہر شعر مین ہے بات نئی — نُکتے نُکتے مین کُنہ لطف دخیل
حافظِ مُتّقی کا ہے دیوان — یہ نہ قرآن ہے نہ ہے انجیل
چوم لینا گناہ بھی تو نہین — بعقیدت ہو گر ادب تا دیل
کعبے مین اُس کی چوریان جائز — شعر شعر اُس کا رشکِ بیتِ خلیل
اُس کی تعریف مین زبان قاصر — مدح اُس کی کثیر بھی ہے قلیل
شعر پر اُسکے حرف کیا آئے — اُس کا وصف و ثنا ہے بحرِ طویل
اُس پہ الزام ہے خیالِ رکیک — اُس کا حاسد رہے ہمیشہ ذلیل
اُس کی خوبی کی تا کجا تصریح — اُسکی نُدرت کی تا بہ کے تفصیل
ہوئی سائل سے بھی طلب تاریخ — یاد فرمایا مجھکو کتنے میل
مین ہون دِلّی مین وہ دکن مین پھر — فرقِ عبدِ جلیل و عبدِ ذلیل
ایسی صورت مین کیا مناسب ہے — کہ ذہن مین لگائے رکھون کیل
جو مرے دل مین ہے وہ مُنہ پر ہے — گلزارِ بدیع ۔ شعرِ جلیل
وصفِ دیوان اگر کوئی پوچھے — تو مین کہدونگا صاف ۔ سحرِ جلیل
دونون جملون کو جمع کر لیجے — سنِ ہجری کی ہو گئی تکمیل



جنابِ منشی ریاض الحسن صاحب برادر زادۂ مصنف

کتنی پُر اثر یہ شاعری ہے — افسون ہے کوئی کہ ساحری ہے
ترتیب کی ہے یہ سحر تاریخ — ہر لفظ میں سحرِ سامری ہے

۱۹۰۹ء

جنابِ مولوی حافظ محمد ابراہیم صاحب المتخلص بہ سعد

نظمِ جلیل۔ جلیل آنکہ بود اوستاد — پیشِ سخن پروران در نظرِ اہلِ فن
بعد مرتب شدن طبع شدہ مرحبا — بارِ وشِ دلکشا ہم بطریقِ حسن
تابشِ کانِ عدن از درِ لفظش عیان — یا کہ بود در گلے تازگیِ صد چمن
تازہ مضامین او در روشِ گلہائے باغ — بلبلِ دلہائے خلق ہست بر و نغمہ زن
نقدِ شعر ریزد او چون زجیبِ ورق — آمدہ در حصہ اش مخزنِ شعر و سخن
نیست درین قول شک ہست کلامِ جلیل — موجدِ رنگِ جدید ناسخِ طرزِ کہن
دعویِ استادیت گر سزد او را سزد — قائلِ او خلق ہست ہم صفتِ تو و من
کرد بنحوش قسمتی در شعرا سرفراز — وقعتِ او بود چون نزدِ رئیسِ دکن

فکرِ سنش بود چون سعدِ دبیرِ فلک
گفت۔ کلامِ جلیل آمدہ تاجِ سخن

۱۳۲۸ھ

جناب محمد سعید خان صاحب زیبا تلمیذ جناب امیر مرزا پوری

تقریظ برائے دیوان جلیل

۶۷ ۱۹ بکرمی

تاج دارِ سخن - رازدارِ فن زیبا منشی جلیل حسن صاحب جلیل۔ صاحبِ دیوان الّتاج سخن
۱۹ ۱۳ ف الہی ۲۸ ۱۳ ھ ۱۸ ۱۳ ف ہندی

زندہ وسلامت باکرامت ہوں — آپکا دیوان ہو دلِ محفلِ سخن — جو وجہ سرفرازیِ اہلِ سخن ہوا
۲۸ ۱۳ ھ ۱۹ ۱۳ ف الہی ۲۹ ۱۳ محمدی

جس کا اچھا نام اب تاجِ سخن ہے — بینظیر کیوں نہو — دیوان گویا باعث افتخار ہے
۱۸ ۱۳ ف ہندی ۱۹ ۱۳ ف الہی ۶۷ ۱۹ بکرمی

مگر جلیل پہ دیوان خود نثار ہے — زیبا کو حکم شاگرد حضور انور — تاریخ طبع کا ہے
۶۷ ۱۹ بکرمی ۱۰ ۱۹ ء ۲۸ ۱۳ ھ

حسب ذیل یہ عرض ہے
۱۰ ۱۹ ء

قطعہ سالِ طبع دیوان نتیجۂ فکرِ سعید
۲۹ ۱۳ محمدی

جب اے جلیل تاجِ سخن طبع ہو چکا — اک تاج زینت سرِ اہلِ سخن ہوا
۱۹ ۱۳ ف الہی ۱۰ ۱۹ عیسوی

ہے فکرِ سالِ طبع تو لکھدے یہ پھر سعید — شعر اسکا سلکِ گوہرِ بحرِ عدن ہوا
۲۸ ۱۳ ھ ۲۹ ۱۳ محمدی

تاریخ طبع از سعید مرزا پوری
۱۰ ۱۹ ء

تاجِ سخن ہے یا ہے سرِ اہلِ دل کا تاج — یا کنزِ سربلندیِ خاصانِ فن ہوا
۱۰ ۱۹ ء ۲۸ ۱۳ ھ

شاہِ سخن سعید ہوئے رکھکے سر پہ پھر — دیوان جلیل کا کوئی تاجِ سخن ہوا
۱۰ ۱۹ ء ۲۸ ۱۳ ھ

ولہ

خوشا وقتے کہ شد تاجِ سخن طبع — خوشا ذوقے کہ تقدیم است محجوب
زہے بختِ سعید و فکرِ تاریخ — خہے جوشے کہ دل را دادہ اسلوب
شدہ ہر بیتِ دیوان بیتِ معمور — جلیلم بارک اللہ گفتہ خوب
بیانت جوہرِ نطقِ خدا داد — کلامش دلکش و دلگیر و محجوب

چو فکرِ سالِ طبعِ فارسی شد
ندا آمد بگو - دیوانِ مرغوب
۱۹ ۱۳ ف الہی

جنابِ مولوی سعید الدین صاحب سعید تلمیذِ مصنف

چھپا تاجِ سخن الحمد للہ — زمانے میں یہ چرچا جا بجا ہے
ہر اک پُر درد مضمون اس سخن کا — مریضِ دردِ الفت کی دوا ہے
بہارِ گلشنِ معنے نہ پوچھو — کہ بلبل شیفتہ ہے گل فدا ہے
سعیدِ خوش بیان نے اسکی تاریخ — یہ لکھی - دفترِ خوبی چھپا ہے
۲۸ ۱۳ ھ

عالی جناب راجہ راجایان سر مہاراجہ کشن پرشاد بہادر یمین السلطنت

پیشکار سرکار عالی المتخلص شاد

کلام وہ نور کا نکلا کہ چاند ہے جس کے گرد ہالہ — فلک سے بھی مرتبہ دوبالا ہر اک غزل کی زمین کا ہے
ہوا جو تاریخ کا میں جویاں تو بول اٹھا شاد دیکھکے شاداں — یہ کیوں نہو دلپذیر دیوان امیر کے جانشین کا ہے
۱۰ ۱۹ ۳

وله

ہے یہ دیوان بھی کیا پُر اثر اللہ اللہ — ایک اک بیت کا ہے دل مین گھر اللہ اللہ
خامۂ شاد نے کیا خوب لکھا طبع کا سال — چھپ گیا نسخۂ دردِ جگر اللہ اللہ
۱۹ ۱۳ ف الٰہی

جناب صاحبزادہ مصطفیٰ علی خان صاحب شرر مرحوم سکرٹری ریاست رامپور تلمیذ مصنف

اک پریخانہ ہے دیوانِ جلیل — اک حسینِ دلربا ہر شعر ہے
ہر غزل نازک خیالی مین ہے فرد — رنگ مین ڈوبا ہوا ہر شعر ہے
دیکھتے ہین شوق سے اربابِ فن — کہتے ہین جادو بھرا ہر شعر ہے
سال کیا اچھا کہا مین نے شرر — معجزہ بیدشش نیا ہر شعر ہے
۱۳ ۲۶

جناب مولوی سید عبد الغفور صاحب شرر بہاری آستھانوی مددگار ناظم ندوۃ العلماء تلمیذ مصنف

وصفِ تاجِ سخن، نہین ممکن — ایسا دیوان جہان مین کم ہے
فکرِ تاریخ طبع ہے جو تمھین — اے شرر لکھدو۔ ساغرِ جم ہے
۱۳۱۷ ف ہندی

وله

خوب نکلا ہے چھپ کے تاجِ سخن — کوئی مصرع نہین ہے اسمین سقیم
سال کا تھا خیال مجکو شرر — آئی آوازِ غیب۔ فیضِ عظیم
۱۹۱۰ ع

جناب سید لائق احمد صاحب شمیم خیرآبادی سب انسپکٹر پنشنر تلمیذ امیر مینائی لکھنوی

کھلے ہین عجب رنگ کے اسمین گل ۔ یہ تاجِ سخن ہے کہ تازہ چمن
جو ہے فکر تاریخ کی اے شمیم ۔ تو کہدو ۔ ہر اک شعر تاجِ سخن
۱۰ ۱۹ ع

جناب سید کاظم علی صاحب شوکت بلگرامی تلمیذ امیر مینائی لکھنوی

اللہ رے جلیل کی مشاطگیِ طبع ۔ بیٹھے ہین شاہدانِ معانی دُلھن بنے
پائے کبھی نہ معنیِ نو کی بلندیان ۔ کتنا ہی سربلند یہ چرخِ کہن بنے
بالیدگی ہوئی یہ نسیمِ خیال سے ۔ مضمون کے پھول ہو کے شگفتہ چمن بنے
توصیف کو گلاب کا لائے صبا قلم ۔ تحریر کو سیاہیِ مُشکِ ختن بنے
شوکت بہارِ باغِ معانی کو دیکھکر ۔ گلزار کے جو پھول تھے داغِ کہن بنے
ہین یہ امیرِ ملکِ معانی کے جانشین ۔ جب تو وحیدِ عصر و شہیرِ زمن بنے
دیوان جب چھپا تو یہ ہاتف نے دی ندا ۔ کہدو ۔ جلیل حالِ تاجِ سخن بنے
۲۸ ۱۳ ھ

جناب منشی محمد امین صاحب شیدا برادر زادہ مصنف

یہ دیوان ہے یا شاعری کا چمن ہے ۔ بلا کا ہے جوبن غضب کی پھبن ہے
کہو اس کے چھپنے کی تاریخ شیدا ۔ کہ جانِ سخن اور روحِ سخن ہے
۱۰ ۱۹ ع

ولہٗ

عشق کا ارمان ہے تاجِ سخن ۔ حُسن کا سلطان ہے تاجِ سخن

خوب یہ تاریخ بامعنیٰ ہوئی ۔۔۔ عاشقون کی جان ہے تاجِ سخن

۱۰ ۱۹ ۶

ولہٗ

یہ دیوان جلیلِ سخندان کا ہے ۔۔۔ یہ دیوان زمانے کے سحبان کا ہے

جو ہے فکرِ تاریخ شیدا کہو ۔۔۔ اچھوتا ہر اک شعر دیوان کا ہے

۱۹ ۱۳ ت الہٰی

ولہٗ

ہوا ہے جو مطبوع تاجِ سخن ۔۔۔ سخن کا زمانے مین چرچا ہے خوب

یہ تاریخ بھی حسن کے ساتھ ہے ۔۔۔ پریوش یہ دیوان نکلا ہے خوب

۲۰ ۱۳ ھ

ولہٗ

کس قدر مین خوش ہوا تاجِ سخن جب پا گیا ۔۔۔ گنجِ ہفت اقلیم گویا غیب سے ہاتھ آگیا

طبع کی تاریخ اے شیدا نکالی کیا بلند ۔۔۔ وہ نیا دیوان نکلا چرخ بھی چکرا گیا

۱۹ ۱۳ ت الہٰی

جناب مولوی سید کاظم حسین صاحب شیفتہ کنتوری

چھپ گیا دیوانِ تصنیفِ جلیل ۔۔۔ فائدہ حاصل کرین اب خاص و عام

پہلے تھے معروف شاگردِ امیر ۔۔۔ اب ہوے مشہور استادِ نظام

عدل گستر نکتہ پرور ظلِّ حق ۔۔۔ خسروِ ملکِ دکن گردون مقام

آسمان پر ہے دماغِ شاعری ۔۔۔ جب سے ہے تاجِ سخن دیوان کا نام

دخلِ تعقید و تنافر کو نہین ۔۔۔ ہے فصاحت اور بلاغت بالتمام

یہ مضامین یہ خیالاتِ بلند ۔۔۔ پھر بھی شعرون مین ہے وہی انسجام

صاف ہر مصرع ہے نرگس کی قلم ۔۔۔ رشکِ سنبل سطرہائے مشکفام

نقطے ہین پُرنورِ انجم کی طرح
صفحۂ کاغذ ہے سطحِ سیمِ خام

پھول خوشبو دار یا الفاظ ہین
دائرے ہین یا مے مضمون کے جام

بوسے گلہاے معانی پھیلی ہے
نکتہ سنجون کے معطّر ہین مشام

شیفتہ لکھدیجئے تاریخ طبع
شاعرِ شیرین زبان کا ہے کلام

۱۳۲۴ ھ

جناب سید محمد نوح صاحب شہیر تعلقہ دار و آنریری مجسٹریٹ مچھلی شہر

یادگار جناب منیر مرحوم

لوحش اللہ ہوگئی شایع وہ نظمِ لاجواب
دل فریبی مین ہے جو محبوبۂ رنگین ادا

کیا سجی ہے زیورِ الفاظ سے نظمِ عروس
کاغذی ملبوس ہے دیبا و اطلس سے سوا

حُسنِ معنی کو سوادِ خط چھپا سکتا نہین
ابر مین خورشیدِ تابان کی نہین چھپتی ضیا

بے سواد اس کو اگر دیکھے تو ہو روشن سواد
روشنیِ طبع کے ظاہر ہون جوہر برملا

اس پری زادِ سخن کو جسنے دیکھا اک نظر
پھیر مین آسیبِ اُلفت کے وہ دیوانہ ہوا

اسکے نظّارے سے رہ سکتے نہین قابو مین دل
تابِ اِس جلوے کی لائینگے حواس و ہوش کیا

دیکھ کر بے ساختہ کہہ اُٹھتے ہین اہلِ نظر
بارک اللہ بارک اللہ مرحبا صد مرحبا

ہے وزیرِ بادشاہِ شاعران کا یہ کلام
کہتے ہین تاجِ سخن اہلِ سخن اسکو بجا

یعنی یہ دیوان ہے تصنیفِ زیباے جلیل
اپنے خواجہ تاشون مین سب کا جو ہے پیشوا

ماہرِ فن باریابِ خدمتِ شاہِ دکن
حافظِ قرآن و دیندار و جوان و پارسا

تھے شہنشاہِ سخن حضرت امیر لکھنوی
جن کا ظلِّ عاطفت تھا سایۂ بالِ ہما

فیضِ فن آموزیِ مرحوم کا ہے یہ اثر
شاعرِ اعلیٰ ہر اک شاگرد ادنیٰ ہوگیا

یہ جلیل القدر شاگردون مین بھی ممتاز تھے   حال پر ان کے عنایت رہتی تھی سب سے سوا

عزتِ قائم مقامئِ امیر ان کو ملی   جانشینی کا شرف بھی پا گئے نام خدا

اللہ اللہ کیسی پائی ہے طبیعت نور کی   کیا زبانِ صاف ہے کیا شوخیِ طبعِ رسا

جس غزل کو دیکھیے ہے صاف اندازِ امیر   شیشۂ ہر شعر مین ہے رنگِ مینائی بھرا

مثل جو استاد کا ہو ہے وہ شاگردِ رشید   یہ صفت جس مین ہو وہ ہے لائقِ مدح و ثنا

بلبلِ ہندوستان تو ہو گیا سدرہ نشین   اب دکن مین ہر طرف انکا ہے طوطی بولتا

سرمہاراجہ یمین السلطنہ ہین ان سے شاد   شاہِ آصف جَم حشم ہین اصفی ہین و زیر و بادشا

کیون نہ اب بختِ رسا پر اپنے انکو ناز ہو   شاعرِ دربارِ سلطانی کا منصب پا لیا

مصرعِ تاریخِ سالِ طبع اب کہیے تہیر   چھپ گیا دیوانِ اُستادِ سخن کا واہ وا

۲۸ ۱۳ ھ

جناب مولوی علی احمد صاحب صابرؔ تلمیذِ مُصنّف

چھپ گیا جب جلیل کا دیوان   بڑھ گیا اور بھی وقارِ سخن

نام تاجِ سخن ہے اے صابر   اور تاریخ ۔ تاجدارِ سخن

۱۹ ۱۳ فصلی

جناب منشی محمد احمد صاحب صبرؔ استادِ والیِ ریاستِ رامپور

خلیفۂ امیر مینائی لکھنوی

کیفیتِ مشاربِ سخن کچھ نہ پوچھیے   لاکھون ہین آج مست ایاغ جلیل کے

تاریخ بھی یہ خوب شگفتہ ہے اے صبر   چیدہ سبھی یہ پھول ہین باغِ جلیل کے

۲۸ ۱۳ ھ

جنابِ مولوی عبدالواسع صاحب صفا مدرس دارالعلوم بلدۂ حیدرآباد
تلمیذ امیر مینائی لکھنوی

جلیلِ سخن سنج کا ہے وہ دیوان ۔۔۔ کہ خلقِ خدا جس پہ شیدا ہوئی ہے
بہت دن سے تھا اشتیاق اس سخن کا ۔۔۔ بہت دن میں پوری تمنا ہوئی ہے
مضامینِ نایاب کہتے ہیں گویا ۔۔۔ کہ فکرِ رسا دامِ عنقا ہوئی ہے
صفا کی ہے تاریخ بھی صاف کتنی ۔۔۔ عروسِ سخن جلوہ آرا ہوئی ہے

۲۸ ۱۳ ۵

ولہ

حبذا کیا خوب ہے فکرِ جلیل ۔۔۔ مرحبا کیا خوب ہے تاجِ سخن
مصرعِ تاریخ تم لکھو صفا ۔۔۔ لائقِ محبوب ہے تاجِ سخن

۲۸ ۱۳ ۵

جناب منشی صفدر علی صاحب صفدر مرزاپوری تلمیذ مصنف

بحمد اللہ یوں اُستاد کا دیوان نکلتا ہے ۔۔۔ پری جس طرح کوئی قاف سے نکلے جوان ہوکر
ادائے حُسنِ بندش پر زمانہ ہوگیا مفتون ۔۔۔ مسخر کر لیا ہر ایک کو جادو بیان ہوکر
ستم ہے سادگی میں بھی ادائیں ہیں قیامت کی ۔۔۔ کلیجے میں حسینوں کے جو چبھتی ہیں سنان ہوکر
یہ دیوان آپکا ہے یا کوئی پھولونکی ڈالی ہے ۔۔۔ چمن میں کہہ رہے ہیں یہ عنادل نغمہ خوان ہوکر
وزیر اسوقت گر ہوتے تو اُنسے پوچھتے ہم بھی ۔۔۔ لیا مُلکِ معانی کس نے شاہِ شاعران ہوکر
مزارِ میر و مرزا سے صدائے آفرین نکلی ۔۔۔ یہ رُوحِ مصحفی کہتی ہے میری ہمزبان ہوکر
بلند اب اس سے کیا ترتیب کی تاریخ ہو صفدر ۔۔۔ زمینِ شعر کبھی اترا رہی ہے آسمان ہوکر

۱۹ ۹ ۶

صاحبِ عالم جناب حافظ مرزا منیر الدین صاحب ضیا تیموری دہلوی

طبع مشد نظمِ آن جلیل حسن | کہ ورا نیست در زمانہ عدیل
کلکِ من سال او نوشت ضیا | ہمہ تاجِ سخن کلامِ جلیل

ولہٗ

چھپ گیا تاجِ سخن شکرِ خدا | ہے یہ دیوانِ جلیلِ نیک نام
سامنے اسکے نبات و قند و شہد | ایسے پھیکے بے نمک جیسے طعام
وہ مزے وہ ذائقے وہ لطف ہین | جن سے لذت یاب ہے ہر خاص و عام
تم یہ کہدو اس کی تاریخ اے ضیا | شاعرِ شیرین زبان کا ہے کلام

جناب میر صغیر حسین صاحب ضیا دہلوی تلمیذِ فصیح الملک داغ دہلوی

دیوانِ ضیا بارِ جلیلِ سخن آرا | بنگر تو کہ مشاطۂ فکرش چہ گہر سُفت
چون در پے تاریخ شدم ہاتفِ غیبی | با تاجِ سخن گوہرِ شہوار ہمہ گفت

ولہٗ

جانشینِ امیر مینائی | ہین جنابِ جلیلِ نکتہ دان
خوش کلام و فصیح صاحبِ علم | شعر گوئی مین فخرِ اہلِ زمان
ان کی تحقیق کا زمانہ مقر | واقفیت کا معترف ہے جہان
دوستون کو خوشی نہو کیونکر | چھپ گیا ہے جناب کا دیوان
شعر ہر اک غضب نکیلا ہے | نوکِ خنجر کہین کہ اسکو سنان

فکرِ تاریخ کیون نہو ہم کو — اے ضیا ہم ہین بندۂ احسان
مادہ صاف سنِ ہجری ہین — تاجِ محورِ سخن - ہوا ہے عیان
۱۳۲۸ھ

ولہ

جمع دیوان ہمیشال کیا — حبّذا اے جلیل نام آور
ہاتفِ غیب کی ندا آئی — اب فصاحت کا چھپ گیا دفتر
۲۸ ۱۳ھ

ولہ

وہ چہ دیوانے مرتب ساختہ — شاعرِ جادو بیان شیرین سخن
از برائے سالِ طبعش اے ضیا — گفت ہاتف - طرّۂ تاجِ سخن
۲۸ ۱۳ھ

جناب مرزا طاہر سخن صاحب طاہر تلمیذ جناب فائز بنارسی

لطبع آمد آن نظمِ پاکیزہ بندش — کہ باشد از و زیبِ بزمِ متانت
ہمین سالِ طبعش رقم کرد طاہر — رہے دفترِ لاجوابِ فصاحت
۲۸ ۱۳ھ

ولہ

مطبوع بود نظمِ جلیلِ ذیشان — مقبولِ نگاہِ نکتہ سنجانِ زمان
در سالِ مسیح گفت طاہر تاریخ — تاجِ سخنِ جلیل سرتاجِ جہان
۱۰ ۱۹ ع

ولہ

بخشا شرف جنابِ حسنؑ کے جو نام نے — کیا محترم جلیل کا اسمِ جمیل ہے
تاریخ طبع خامۂ طاہر نے کی رقم — تاجِ سخن جو ہے وہ کلامِ جلیل ہے
۲۸ ۱۳ھ

جناب مولوی سید ظہیر الدین حسین خان صاحب ظہیر دہلوی

کلامِ فصیح و بلیغِ جلیل — شرابِ سخن ہے بجامِ ملک
یہ کہنا روا ہے بلا پاے ریب — کہ تاجِ سخن ہے کلامِ ملک
۲۸ ۱۳ ھ

ولہ

جب ہوا مطبوع دیوانِ جلیلِ نامور — ہوگیا حاصل عروجِ اوجِ معراجِ سخن
فکرِ سالِ طبعِ دیوان تھی مجھے سید ظہیر — کہدیا پیرِ خرد نے ۔ جوہرِ تاجِ سخن
۲۸ ۱۳ ھ

ولہ

فروزاں ہوا وہ مہِ دلفروز — کہ روشن ہوا جس سے نامِ جلیل
شگفتہ ہوا وہ ریاضِ سخن — معطّر ہے جس سے مشامِ جلیل
پئے سالِ تاریخ ازراہِ لطف — مرے پاس پہنچا پیامِ جلیل
کہ لکھ سالِ تاریخ فصلی ظہیر — ہے تاجِ سخن گو کلامِ جلیل
۱۹ ۱۳ ف الہی

جناب قاضی محمد ظہیر الدین صاحب ظہیر تلمیذ تلمیذ امیر مینائی لکھنوی

زہے تاجِ سخن کز جلوہ اش عالم منوّر شد — بحسن و دلبری رشکِ بتانِ ماہ پیکر شد
زانوارِ جمالش صد ہزاران دیدہ شد روشن — ز اعجازِ کمالش صد ہزاران دل مسخّر شد
پئے سالِ مسیحی فکر چون کردم ندا آمد — چو مہ مطبوع دیوانِ جلیلِ نیک اختر شد
۱۰ ۱۹ ۶
ہم از بہرِ سنِ ہجری ظہیر این مصرعے برخوان — بوئے گلشنِ دیوان نسیمِ جان معطّر شد
۲۸ ۱۳ ھ

ولہ

اے خوشا رنگینیٔ فکرِ جلیلؔ — صفحہ صفحہ رشکِ گلشن شدہ
نور افشان است تاریخِ ظہیرؔ — شمعِ جانِ شاعری روشن شدہ
۱۰ ۱۹ ۶

ولہ

ثنا کیا ہو تاجِ سخن کی ظہیرؔ — یہ سارا ہے فیضِ جنابِ امیرؔ
لکھو تم یہ تاریخ ترتیب کی — یہ دیوان ہے آپ اپنی نظیر
۱۳۲۴ھ

ولہ

دیکھنا کس شاعرِ شیوا بیان کا ہے کلام — سب سے افضل سب سے برتر سب سے عالی ہے کلام
ہے اسی کے واسطے موزون یہ تاریخ اے ظہیرؔ — صاف ہے کتنی زبان کتنا یہ اچھا ہے کلام
۱۳۲۸ھ

جنابِ منشی عابد حسین صاحب عابدؔ سہسوانی تلمیذِ امیرؔ مینائی لکھنوی

گفت چون مطبوع دیوانِ جلیلِ نغز گو — طرفہ و اعجوبہ و بایستہ تصنیفِ جلیل
سالِ طبعِ او طلب کردم ز فکرِ خویشتن — گفت دل۔ مطبوع شد شائستہ تصنیفِ جلیل
۱۰ ۱۹ ۶

ولہ

دیوان کہ ہست تاجِ سخن نامِ نامیش — ترتیب دادِ طبعِ سخن پرورِ جلیل
عابدؔ بگفت مصرعِ تاریخِ طبعِ او — جلوہ طراز تاجِ سخن بر سرِ جلیل
۱۰ ۱۹ ۶

ولہ

نکتہ پرورِ جلیلِ خوش گفتار — گفت دیوانِ بے نظیر و بدل
از پئے سالِ طبعِ او برگیر — سرِ حرف و کلام و شعر و غزل
۲۸ ۱۳ ھ

ولہٗ

طرفہ مطبوع شد چو تاجِ سخن   سالِ طبعش بخواں بطرزِ عجیب
کن بمضمونِ عاشقانۂ اُو   دلِ آزادہ پُر زِ حُسنِ حبیب
۲۸ ۱۱۲ ھ

ولہٗ

جلیلِ نکتہ پرور گفت دیوان   چہ دیوانے فروغِ صبحِ اُمید
بتاریخِ سروش انجمارۂ فکر   رُخِ شعر و غزل رازیب تر شد
۱۹ ۱۳ سنہ الٰہی

ولہٗ

جلیلِ نکتہ پرور خواجہ تاشم   بفنِ شعر مشہورِ جہان شد
وقارے از درِ شاہِ دکن یافت   کہ وجہِ افتخارِ دوستان شد
زہے تاجِ سخن دیوانش دیدم   کہ از مضمونِ رنگین گلستان شد
نظر کردم بشعرِ آبدارش   خجل تسنیم و کوثر زین بیان شد
بجستم سال ازین مسطورش   سرِ شعر و غزل جوئے روان شد
۱۹ ۱۳ سنہ الٰہی

ولہٗ

چھپا جلیل کا دیوان یعنی تاجِ سخن   دُعا ہے میری کہ مقبولِ حضرتِ حق ہو
ہوئی تلاش جو تاریخ کی تو دل نے کہا   سرِ جلیل سے تاجِ سخن کو رونق ہو
۱۰ ۱۹ ۶

ولہٗ

چاپ شد مطبوعِ دل تاجِ سخن   غیرتِ تصنیفِ آباد و غنی
سرِ پئے تاریخ بنہا دندہ بیش   حسرتی و کیف و تمنا و غنی
۳۸ ۱۳ھ

ولہ

خواجہ ناشمس بگفت دیوانے — ہست غمخوارِ عاشق و معشوق
حرف حرفش کند بہ بیباکی — شرحِ اسرارِ عاشق و معشوق
ہست از گرمیٔ سخن در وے — گرم بازارِ عاشق و معشوق
سالِ طبعش عیان ازین مصراع — طرزِ گفتارِ عاشق و معشوق
۱۱ ۱۱ ۶

جناب سید محمد نورالدین صاحب عتیق تلمیذ مصنف

شکر خالق را کہ شد تاجِ سخن — بے مثال و بے نظیر و بے عدیل
سالِ ہجری در زبر ہم بینہ — ہاتفم گفتا۔ زہے نظمِ جلیل
۱۳۲۸ھ

ولہ

چو آراستہ گشت تاجِ سخن — ز دُرہائے مضمون و رنگِ نوی
سر خود نہادند پیشا ے عتیق — حزین و کلیم و شریف و غنی
۱۳۲۸ھ

ولہ

دیکھکر اس پُر ضیا دیوان کو — لوگ کہتے ہین مہِ کامل ہے یہ
مصرعِ تاریخ تم لکھو عتیق — موتیون مین تولون اس قابل ہے یہ
۱۳۲۸ھ

ولہ

یہ وہ ہے تاجِ سخن جس سے عتیق — قدرِ اربابِ سخن دونی ہوئی
خمسے جب یہ مرتب ہو گیا — میرے دل کو فکرِ سن دونی ہوئی
فصلیٔ ہجری کے دو مصرع کہے — حیثِ اربابِ فن دونی ہوئی

جس نے یہ تاجِ سخن دیکھا کہا   عزّتِ بزمِ سخن دونی ہوئی
١٣١٨ ف الٰہی   ١٣٢٠ھ

ولہٗ

مجھ سے کی میرے دل نے فرمائش   سالِ ترتیب ہو کوئی نایاب
حرفِ منقوط مین لکھا مین نے   باغِ فکرِ جلیل ہے شاداب
١٣٢٧ھ

ولہٗ

چھپ کے شائع ہوا وہ دیوان آج   جس کا ہے صفحہ صفحہ رشکِ چمن
فکرِ تاریخ ہے عتیق اگر   لکھدو۔ طالع ہے آفتابِ سخن
١٣١٩ ف الٰہی

ولہٗ

صفتِ تاجِ سخن کی اس سے بڑھکر کیا کرے کوئی   کہ مضمون ہے اگر لیلیٰ تو یہ لیلیٰ کا محمل ہے
عتیق اس کے سنِ ترتیب کی جب فکر کی مین نے   صدا کانون مین آئی۔ چراغِ خانۂ دل ہے
١٩٠٩ء

ولہٗ

اللہ اللہ یہ ہے وہ تاجِ سخن   جس کا عالم مین نہین مثل و عدیل
کہہ زُبُر اور بیّنہ مین لے عتیق   سالِ ترتیب اسکا ہے۔ نظمِ جلیل
١٣٢٧ھ

ولہٗ

مصنّف نے مرتّب کرکے دیوان   زمانے پر بڑا احسان کیا ہے
زُبُر اور بیّنہ مین ہے یہ تاریخ   کہ یہ دیوان جلیل القدر کا ہے
١٣٢٧ھ

ولہٗ

ہے وہ تاجِ سخن کہ سب شُعَرا   اسکو لے لیکے اپنے سر پہ دھرین
مین نے منقوط مین کہی تاریخ   آفرین دوست۔ رشکِ غیر کرین
١٩١٠ء

جناب نواب عزیز یار جنگ بہادر عزیز ناظم عطیات صرف خاص تلمیذ فصیح الملک داغ دہلوی

چھپ چکا کہتے ہین دیوانِ جلیل ہے یہ شہرت در انجمن در انجمن
طبع کی تاریخ تم بھی اے عزیز صاف کہدو ۔ طرۂ تاجِ سخن
۱۳۲۸ ھ

جناب مرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی

ناظورۂ ریاضِ سخن حضرت جلیل سرخیلِ اہلِ فضل کمالات انتساب
نہتر اہلِ فن مین انھین امتیاز ہے اُردو ہے ان کی ذات سے شرف بہرہ یاب
زندہ ہے ان کے نام سے نامِ امیر بھی ہین نکتہ سنج نکتہ شناس اور نکتہ یاب
اُردو مین یہ بھی قابلِ قدر اک اضافہ ہے مطبوعِ طبع کیون نہ ہو دیوانِ انتخاب
رنگِ اثر مین ڈوب کے نکلا ہے یہ کلام ہر شعر مین نہان دلِ عاشق کا اضطراب
وہ شوخ ہے کلام وہ رنگین نظم ہے معشوق جیسے ہو کوئی مستِ مئے شباب
پیچیدہ یون ہے حُسنِ معانی کلام مین جیسے کسی کی زلف شکن در شکن مین تاب
تاریخِ سالِ طبع لکھی یہ عزیز نے جذبات کا مرقعِ رنگینِ لاجواب
۱۹۱۰ ع

جناب غلام مصطفےٰ صاحب عشقی ساکن حیدرآباد دکن

نظمِ رنگین ہے لالہ زارِ ابد بے خزان ہے یہ نوبہارِ ابد
چھپ گیا اب جلیل کا دیوان ہے جو دراصل یادگارِ ابد
سال عشقی ہے فصلی و ہجری نورس باغ ۔ غمگسارِ ابد
۱۳۱۹ ف ۱۳۲۸ ھ
عیسوی سال کہدو ۔ فیضِ عظیم نظمِ مخدوم سے بہارِ ابد
۱۹۱۰ ع ۱۹۱۰ ع

جنابِ محمد حفیظ الدین صاحب عنصر تلمیذِ مصنف

جلیلِ نکتہ دان کا ہے یہ دیوان
کہ جن کا نام مشہورِ زمن ہے
لکھا مین نے یہ عنصر سالِ ترتیب
یہی گلدستۂ بزمِ سخن ہے

ولہ

تو مبارک چھپا وہ تاجِ سخن
دلِ عالم ہے جس کا ہیمانہ
سال اس کا اگر کوئی پوچھے
کہدو عنصر چراغِ میخانہ
۱۰ ۱۹ ء

جنابِ مرزا محمد حسن صاحب المتخلص بہ فائز بنارسی

دیوانِ جلیل ہست منہاجِ سخن
کز فکرِ بلند یافت معراجِ سخن
فائز پئے طبعِ عیسوی سال بگو
اوجِ سرِ آرزو شد از تاجِ سخن
۱۰ ۱۹ ء

ولہ

اے تعالی اللہ این منظومۂ معجز طراز
در لطافت فی المثل روحِ روانِ سلسبیل
گر مصنف را بپرسی شہرۂ آفاق ہست
می بود نامش جلیل و باشد او صافش جمیل
جانشینِ آن امیرِ کشورِ معنی کہ بود
چرخِ مینائی عروجِ دودمانش را دلیل
طالعش یکدرجہ افزود و شد اُستادِ نظام
بسکہ بود اُستادِ نظم آن نکتہ سنجِ بے عدیل
کرد فائز منطبع بر لوحِ دل مصرعِ سال
حرزِ جان شد آشکارا از طبعِ دیوانِ جلیل
۱۳۳۸ھ

جنابِ مولوی سید امیر حسن صاحب قیصر لکھنوی وکیل ہائیکورٹ حیدرآباد

سکہ زنِ ملکِ شاعری ہین
سلطانِ سخن جلیلِ ذی شان

شاگرد امیر لکھنوی کے | اُستادِ شہر دکن سخندان
عابد۔ زاہد۔ خلیق۔ حافظ | چہرے سے عیاں ہے نورِ ایمان
خالق کا کلام دل مین محفوظ | کعبے مین دھرا ہوا ہے قرآن
ہین منبعِ خُلق و خیر و خوبی | ہین مخزنِ لطف وحلم واحسان
نازان اُن پر زبانِ اُردو | یہ نثر کی روح نظم کی جان
حُسنِ معنی فدائے مضمون | مضمون طرزِ ادا پہ قربان
اشعارِ جلیل جانِ اُردو | اُردو کی زبان پہ انکا احسان
دیوان ہے اسمِ بامسمّیٰ | تاجِ سخن اسکو نام شایان
پایا ہے جلیل سا مُصنف | جو کشورِ نظم کا ہے سُلطان
لکھدو یہ فروغ طبع کا سال | تاجِ سخن حسین ہے دیوان

جناب سید عباس حسن صاحب المتخلص بہ فصاحت لکھنوی خلف جناب امانت مرحوم

نامور ہین جانشین اُن کے جلیل | جو امیر اُستاد تھے فخرِ زمن
پُرمعانی یہ انھین کا ہے کلام | جن سے ماہر ہین سب اُستادانِ فن
ہے یہ گلزارِ مضامینِ جدید | جس غزل کو دیکھو ہے رشکِ چمن
دائرے حرفون کے ہین مثلِ صدف | اور اک اک نقطہ ہے دُرِّ عدن
اے فصاحت سال اس دیوان کا | لکھ ہوا یہ واقعی تاجِ سخن

جناب مولوی ابوطیب محمد یحییٰ صاحب قاصد مولوی فاضل

جاءَ دیوانٌ شعرہُ منطبوعٌ ۔۔۔ وہو من حسنِ طبعہٖ مقبول

قلتُ تاریخ عامہٖ الفصلیٰ ۔۔۔ انّما النظمُ للجلیلِ جلیل

۱۹ ۱۳ ف الٰہی

ولہ

طبع دیوان شدہ از نظمِ دُرافشانِ جلیل ۔۔۔ اے زہے مرتبۂ نظم و خہے شانِ جلیل

کلکِ قاصد بنوشت از پے سالِ ہجری ۔۔۔ بے بہا تاجِ سخن آمدہ دیوانِ جلیل

۲۸ ۱۳ ھ

جناب مولوی سید نور الرسول صاحب قدرت جاگیردار تلمیذ مصنف

جلیل یوسفِ مصرِ سخن نے ۔۔۔ لگایا خوب بازارِ مضامین

لکھو تم مصرعِ تاریخ قدرت ۔۔۔ یہ ہے دلچسپ گلزارِ مضامین

۲۸ ۱۳ ھ

جناب مولوی حکیم عابد علی صاحب کوثر خیرآبادی تلمیذ امیر مینائی لکھنوی

قدر دانیِ شہِ دکن نے جو کی ۔۔۔ بڑھ گیا جاہ و احتشامِ جلیل

نظرِ مہرِ شاہِ آصف سے ۔۔۔ چرخِ ہفتم پہ ہے مقامِ جلیل

فلکِ شاعری پہ چمکا ہے ۔۔۔ ماہ و خورشید بن کے نامِ جلیل

رہے لبریز فیضِ ساقی سے ۔۔۔ مئے عیش و طرب سے جامِ جلیل

ہو بنارس کی صبح و شام ادھر ۔۔۔ عیش و عشرت میں صبح و شامِ جلیل

بصد عز و اقتدار رہے ۔۔۔ حیدرآباد میں قیامِ جلیل

ہو مثالِ امیر شاہِ سخن ۔۔۔ سارے عالم میں فیضِ عامِ جلیل

ہوں ازل سے فدائے نامِ امیر ۔۔۔ دین میرا ہے احترامِ جلیل

ہے مرے حالِ راز پر کوثر — کرمِ خاص و لُطفِ عامِ جلیل
طبعِ دیوان سے چار چاند لگے — خوب روشن ہوا ہے نامِ جلیل
خوب چھپتا ہوا ہے طبع کا سال — نشترِ آرزو کلامِ جلیل
۱۳۲۸ھ

ولہٗ

فضلِ ایزد سے چھپا تاجِ سخن — یعنی دیوانِ جلیلِ نکتہ دان
بندشیں سب چست ترکیبیں درست — شوخیاں لفظوں میں ٹکسالی زبان
نظمِ پروین ہے کہ الفاظِ بلند — مصرعِ روشن کہ خطِ کہکشان
دائرے حرفوں کے ہیں کرسی نشین — ہے زمینِ شعر ہفتم آسمان
ہے فصاحت اور بلاغت موجزن — آبِ مضمون کہ ہے دریا روان
کاغذِ رنگین بہارِ باغِ خُلد — بیل بوٹے ہیں کہ گلزارِ جنان
جدولوں پر سبزۂ خط کا یقین — سطروں پر زُلفِ مسلسل کا گمان
روشنائی سے خجل لیلیٰ کی زلف — ہے بیاضِ صفحہ روئے مہ رُخان
ہے لبِ جودت سے سالِ عیسوی — قفلِ گنجِ ناظمِ شیرین بیان
۱۹۱۰

ولہٗ

بحمد اللہ طبع گردیدہ — نظمِ رنگینِ افتخارِ وطن
ضوفشان است مصرعِ کوثر — مہرِ دوّارِ آسمانِ سخن
۱۳۲۸ بنگلہ

ولہٗ

طبع شد صد شکر نظمِ دلفریب — طبع زادِ شاعرِ شیرین زبان
از سرِ ہوش است سالِ ہجری — دلکش و رنگین و خندان گلستان
۱۹۱۴ء

ولہٗ

طبع ہوا دیوانِ جلیل — یا نکلی ہے بن ٹھن کے دُلھن
رنگِ بیان پر حُور فدا — طرزِ ادا پر صدقے دمن

چبھتی لفظین تیر و سنان | تیور تیسر چھری چتون
صفحون مین ہین بانکے شعر | یا محل مین لیلیٰ پُرفن
کوثر نے تاریخ لکھی | جانِ سلطان تاجِ سخن
۱۸ ۱۳ بنگلہ

ولہٗ

طبع شدہ دیوانِ جلیل | یا کہ شگفتہ تازہ چمن
خامۂ کوثر کرد رقم | جانِ دو عالم تاجِ سخن
۱۹ ۱۳ ف الٰہی

ولہٗ

طبع گردید چون کلامِ جلیل | از دلم دور گشت رنج و ملال
چون بدریاے فکر غوطہ زدم | دُرِ تاجِ سخن نوشتم سال
۱۸ ۱۳ بنگلہ

ولہٗ

شکر خدا کا طبع ہوا | تازہ کلام فخرِ زمن
کیا رنگین تاریخ ہوئی | گلشنِ جنت تاجِ سخن
۱۹ ۴۷ سمت

جناب سید نوازش علی صاحب ابن شعلہ دہلوی

قد انطبع النظم للشاعر | الذی ذھنہ کجوادٍ فریغ
فقال لنا المعۃ تاریخہ | کلام الجلیل کلامٌ بلیغ
۲۸ ۱۳ ھ

ولہٗ

چھپ گیا کیا خوب دیوانِ جلیلِ نامور | ہند مین جسکی فصاحت کا ہے شُہرہ جا بجا
لمعہ نے لکھی ہے کے طبع کی تاریخ یہ | شاعرِ ماہر جلیل القدر کا دیوان چھپا
۲۸ ۱۳

ولہٗ

طبع ہوا ہے کلام شاعر بے مثل کا　　ہند و دکن میں ہے اب شہرۂ نام جلیل
طبع کا اے لمعہ سال میں نے لکھا حسب حال　　تاجِ سخن بے بہا ہے یہ کلام جلیل

ولہٗ

مطبوع ہوئی نظم جلیلِ ذی شان　　ہیں اسکی فصاحت کے مُقرّ اہلِ زبان
تم بھی اے لمعہ بہرِ تاریخ کہو　　اَفصح ہے جلیلِ خوش بیان کا دیوان

جناب مولوی محمد متین الدین صاحب متین مچھلی شہری تلمیذ فصیح الملک داغ دہلوی

وحیدِ زمان جانشینِ امیر　　جناب مُکرّم جلیلِ حسن
ہے کون آپسا شاعر باکمال　　یہ بے شبہہ ہیں ماہرِ علم و فن
کھلائے ہیں کیا کیا مضامیں کے پھول　　یہ دیوان ہے بے خزان اک چمن
جواہر کا ٹکڑا ہے ہر ایک لفظ　　تو ہر ایک نقطہ ہے دُرِّ عدن
لکھو اے متین اسکی تاریخ طبع　　طلسمِ دل آویز باغِ سخن

جناب مرزا کاظم حسین صاحب محشر لکھنوی

با حُسنِ طبع جلوۂ تازہ گرفتہ است　　مجموعۂ کلام سخن سنج بے عدیل
ہر مصرع اش بحُسنِ مضامینِ نو فرید　　ہر شعرِ او بخوبیِ تخئیل بے مثیل
در ہر غزل تسلسلِ لطفِ بیان ببین　　از شرم آب آب شود موجِ سلسبیل
محشر نوشت مصرعِ تاریخ بہرِ طبع　　جلوہ طراز تاجِ سخن بر سرِ جلیل

جناب منشی مسعود حسن صاحب مسعود اہلمد مال کلکٹری پرتاب گڈھ برادرزادہ مصنف

یہ دیوان ہے اک شاہدِ خوش جمال — یہ دیوان ہے اک ماہِ اوجِ کمال
کہی اس کی تاریخ مسعود نے — یہ دیوان ہے کیا بہتر و بے مثال
۱۳۲۸ھ

جناب مرزا محمد امراؤ مرزا صاحب نادان برادرزادہ فصیح الملک داغ دہلوی

چھپا مطبع مین دیوانِ جلیل اب — بہار آئی پھلا پھولا چمن ہے
بلاغت نے نرالے گل کھلائے — فصاحت شعر کی گویا پھبن ہے
زبانِ حال سے بندش کی چستی — یہی کہتی ہے مجھ مین بانکپن ہے
اسی سے ہے ہر اک صحبت کی زینت — گلِ گلزار و شمعِ انجمن ہے
سنادے پڑھ کے سالِ طبع نادان — گلِ اقبال یہ تاجِ سخن ہے
۱۳۲۸ھ

ولہٗ

جلیل اب اپنا چھپواتے ہین دیوان — یہ شہرت لکھنؤ سے تا دکن ہے
یہ لکھدے مصرعِ تاریخ نادان — عزیزِ ملک ہے تاجِ سخن ہے
۱۳۲۸ھ

جناب مولوی محمد عبد الغفور خان صاحب نامی تلمیذ فصیح الملک داغ دہلوی

شکرِ خدا چھپ گیا آج وہ تاجِ سخن — جس مین جواہر ہین سب جس مین لآلِ جلیل
ان کی غزل سننے سے وجد کرے آدمی — حال بدل دے جو نظم ہے وہی قالِ جلیل
شعر و سخن مین کہان ان کی نظیر آج کل — ہند و دکن مین کہان آج مثالِ جلیل

عظمت و شانِ سخن کہنی تھی ہوگا عروج — قربِ نظامِ دکن ہے یہ آلِ جلیل
نامی وہ دیوان چھپا جسکی یہ تاریخ ہے — قِسمتِ فکرِ جمیل سحرِ حلالِ جلیل
۱۳۲۸ھ

جنابِ منشی نثار احمد صاحب نثار برادر زادہ مصنف

چھپا دیوان ایسا عاشقانہ — تصدق جس پہ ہو گنجینۂ حسن
نثار اچھی کہی تاریخ تم نے — یہ ہے تاجِ سخن آئینۂ حسن
۱۳۲۸ھ

جنابِ منشی محمد عبد الحکیم صاحب بسمل امپوری تلمیذ مصنف

تھی انجم کو یہ فکر کہ تاریخ کے لئے — مل جائے کوئی مصرعِ تابان جلیل کا
دیوان کو لیکے ایک یہ کہتا نکل گیا — دل کی جگہ بغل مین ہو دیوان جلیل کا
۱۳۲۸ھ

جنابِ میر مظہر علی صاحب المتخلص بہ نور تلمیذ مصنف

چھپا جب کلامِ لطیفِ جلیل — ہوئے دیکھ کر شاد اہلِ زمن
کہی اسکی تاریخ مین نے یہ نور — پسندِ جہان ہے یہ تاجِ سخن
۱۳۱۹ سنہ الٰہی

جنابِ مولوی نہال احمد صاحب نہال خلف مصنف

گفتا مین تاجِ سخن با صد ادائے دلبری — تاریخِ طبعم کن رقم روشن چو ماہ و مشتری
این مصرعِ مشہورِ خسرو در دلِ من آمدہ — بسیار خوبان دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری
۶ ۱۹ ۱۰

ولہ

یان شاہد معنی کی عجب جلوہ گری ہے — جو نظم ہے وہ ناز و نزاکت سے بھری ہے
تاریخ ہو اسکی جو تہیال آپ کو درکار — لکھ لیجیے۔ دیوان نہین شوخ پری ہے
۱۳۱۹ ف الہٰی

جناب مولوی فصیح اللہ صاحب نیر بنارسی

مژدہ باد اے نیرؔ مشتاق شد مطبوعِ خلق — نظمِ خوش آغاز نیک انجام دیوانِ جلیل
بے سر و ہم از پئے سالِ مسیحی کن رقم — در جہان تاجِ سخن شد نام دیوانِ جلیل
۱۹۱۰ ع

ولہ

اے خوشا نظمِ فصاحت آگین — از جلیل آبروے بزم انام
طبع دیوان شد و سالش نیرؔ — گفت۔ تکمیلِ فلک تبہ کلام
۱۳۲۸ ھ

جناب مولوی بخشی عبدالوارث صاحب وارث تلمیذ فصیح الملک داغ دہلوی

دیوان چھپا جلیل کا اب — تھا سارا زمانہ جس کا مشتاق
یہ نظم کہین ہے سحر و افسون — یہ نظم کہین ہے علم اشراق
استاد جلیل ایک ہی شخص — اک تازہ خیال کہنہ مشتاق
استاد نہ مانین کیون انھین ہم — علم و فن مین ہین خوب ہی طاق
ہے پاک کلام ان کا بے عیب — استاد کا ٹھیک انپہ اطلاق
تخلیق مضامین ان کا حصہ — اللہ۔ جلیل بھی ہین خلاق
تاریخ لکھو تم اس کی وارث — ہے تاجِ سخن ادیبِ آفاق
۱۳۲۸ ھ

جناب محمد داؤد علیخان صاحب واقف تلمیذ مصنّف

اُستادِ سخن برنگِ خاقانی گفت | ہر شعر چو رُوسے ماہِ کنعانی گفت
شد تاجِ سخن چو طبع واقف ہاتف | سالش سخنِ ادیب لاثانی گفت

۱۹ ۱۳ ف الٰہی

ولہٗ

ایک عالم ہے آج متوالا | اُف رے کیفیتِ شرابِ سخن
کیا چمکتی ہوئی ہے یہ تاریخ | ابھی نکلا ہے آفتابِ سخن

۲۸ ۱۳ ھ

ولہٗ

یہ تاجِ سخن ہے کہ جانِ سخن | بلندی مین ہے آسمانِ سخن
لکھو اسکی تاریخ واقف یہ تم | یہی ہے گُلِ بوستانِ سخن

۱۹ ۱۳ ف الٰہی

جناب منشی سید وجاہت حسین صاحب وجاہت جھنجانوی اڈیٹر اصلاحِ سخن تلمیذ فصیح الملک شاگرد داغ دہلوی

جلیل اشاہِ سخن ہو گئے مبارک ہو | عجیب ٹھاٹھ سے سر پر سجا ہے تاجِ سخن
بڑے ہی دام ہین بے شک بڑی ہی قیمت ہے | کچھ اسکا مول نہین بے بہا ہے تاجِ سخن
جواہرات بھی ہین ماند سامنے اسکے | خدا گواہ عجب پُر ضیا ہے تاجِ سخن
جو دیکھتا ہے وہ خوش ہو کے دل سے کہتا ہے | سرِ جلیل یہ اچھا پھبا ہے تاجِ سخن
وہ سر جلیل ہے جسکے لئے بنا ہے یہ | یہی سبب ہے کہ اتنا بڑا ہے تاجِ سخن
بہت دنون سے بہت لوگ سکے خواہان تھے | بڑی ہی آرزؤن سے چھپا ہے تاجِ سخن
ملا ہے تاجور ایسا اسے جلیل القدر | جو فخر و ناز کرے سب بجا ہے تاجِ سخن

جلیل کشورِ اشعار کے جو سلطان ہین | تو نام آپ کے دیوان کا ہے تاجِ سخن
سُنا رہا ہے وجاہت یہ مصرعِ تاریخ | جلیل آپ کو اب سج گیا ہے تاجِ سخن
۲۸ ۱۳ ھ

جناب منشی عبدالوحید صاحب وحید برادر زادہ مصنّف

چھپا وہ سخن دلکش و آبدار | کہ ہے نقطہ نقطہ دُرِ شاہوار
وحیدِ اسکی تاریخ مین نے کہی | یہ اچھا ہے دیوان باغ و بہار
۲۸ ۱۳ ھ

جناب سیّد محمد عسکری صاحب وسیم برادر جناب ریاض تلمیذ امیر مینائی لکھنوی

شکرِ خدا جلیل کا دیوان چھپ گیا | جسکا ہے لفظ لفظ ہمارے لئے دلیل
ہر نقطہ ایک بوند شراب طہور کی | ہر سطر موجِ چشمۂ تسنیم و سلسبیل
دیوان کیا ہے معجزہ ہے اُسکی فکر کا | جو کعبۂ سخن کا ہے اے دوستو خلیل
وہ نائب امیر وہ سرتاجِ شاعران | شاہِ دکن نے جسکو دیا رتبۂ جلیل
تاریخِ طبع تاجِ سخن کی جو فکر ہے | کہدو وسیم۔ تاجِ سخن لائقِ جلیل
۲۸ ۱۳ ھ

جناب نواب محمد عمر خان صاحب وفا خلف نواب تقی الدولہ بہادر تلمیذِ مصنّف

کلامِ اوستادِ من چو شد طبع | برِ اربابِ معنی گشت محبوب
وفا چون فکر کردم از پئے سال | بگفتا ہاتفم۔ دیوان مرغوب
۱۹ ۱۳ ن الہی

ولہٗ

دیدہائے ما چہ روشن شد ز دیدارش وفا | طبع چون تازہ کلامِ خوشتر و زیبا بشد

شد سرِ اعدا قلم نوشتم این تاریخِ طبع | حبذا مطبوع دیوانِ جلیلِ ما بشد
۲۸ ۱۳ ھ

شمس العلما خان بہادر جناب نواب عزیز جنگ بہادر ولا مؤلفِ آصف اللغات

تلمیذِ فصیح الملک داغِ دہلوی

بشریٰ لِاَربابِ النُّہیٰ اَقْدِ انْطَبَعْ | ھٰذا الکلامُ المعتلی المدوّن
ما اَحْسَنَ التألیفَ فی ثنائِہٖ | نطقَ الوریٰ عندَ البیانِ الکِنْ
اشعارُہٗ سمطٌ من الجواھر | فیھا المعانی المنجلی مُحَرّین
قال الّذی الاتمار تخرجہ بداھۃ | نظم بدیعُ للجلیل احسن
۱۰ ۱۳ ھ

ولہ

قد اشاعَ الجلیلُ الاجلُّ الشہیر الکتابَ المسمّیٰ بتاجِ سخن
ھٰذا اَجملی لکلامِ اہلِ اللسانِ شیٔ بدیعٌ لاہلِ الوطن
ممّا اتیٰ الکلامُ العُلیٰ مثلِ ھٰذا الفصیحِ البلیغِ الجلیِّ فی الزمن
حیث قال لی الاعجام تاریخہٗ | اِنّ نظمَ الاجلِّ الجلیلِ حسن
۲۸ ۱۳ ھ

ولہ

نظمِ جلیل چاپ شد از لطفِ کردگار | این مژدہ ہمچو روحِ روانے بتن رسید
از سعیِ اخترِ مینِ خجستہ بخت | انجامِ کارِ طبع بوجہِ حسن رسید
آن داستانِ بلبل و گل باز تازہ شد | تا نکہتش بدستِ صبا در چمن رسید

از پاے تخت آصفی نام آورِ دکن | مضمون بدست فکرتِ اہلِ سخن رسید
شکرِ خدا ہر آنچہ دلم خواست یافتم | درلحظۂ خوش از کرمِ ذوالمنن رسید
بالیدم و بجامہ نگنجید از سرور | چون این خبر بگوشِ خبر جوے من رسید
کلکِ ولا نوشت بتاریخ انطباع | جانِ سخن بقالبِ طبعِ دکن رسید
۱۳ ۲۸ھ

ولہ

جس روز چھپا ہوا وہ مطبوعِ جہان | دیوانِ سخنورِ جلیلِ ذیشان
کیا خوب کہی ولا نے اسکی تاریخ | سلطانِ قلمروِ سخن کا دیوان
۱۳ ۲۸ھ

جناب سید محمد ہادی صاحب ہادی مچھلی شہری تلمیذِ مصنف

سکۂ رائج ہے ان کا ہر کلام | کیون نہون مقبول عالم مین جلیل
دیکھ کر اُن کے کلامِ نغز کو | چشمِ بد اندیش ہوتی ہے علیل
چُست بندش اُنکے ہر مضمون کی | لیکے چٹکی ڈالتی ہے دل مین نیل
جسکی مدت سے تمنا سب کو تھی | چھپ گیا اب وہ کلامِ بے عدیل
فکر ہے تاریخ کی ہادی اگر | کہہ۔ لسان الغیب دیوانِ جلیل
۱۳ ۲۸ھ



قطعات تاریخ طبع سوم دیوان ہذا

جناب مولوی سید احمد اللہ صاحب احمد قادری اورنگ آبادی تلمیذ مصنف

تاج سخن کے پھول کھلے پھر ہرا شکر — آئی بہار پھر تر و تازہ چمن ہوا
احمد تمہین جو فکر ہو تاریخ طبع کی — لکھدو کہ - واہ قند مکرر سخن ہوا

جناب مولوی محمد مظفر حسین خان صاحب مظفر سلیمانی از شاہ آباد ملک اودھ

مایہ ناز ہین جناب جلیل — قابلیت ہے جن کی مانی ہوئی
جانشین امیر مینائی — ختم جنپر ہے خوش بیانی ہوئی
آپ ہوتے نہ کیون جلیل القدر — جبکہ آصف کی مہربانی ہوئی
شاہ عثمان کی سرفرازی سے — بزم معنی مین کامرانی ہوئی
لطف شہ سے ہوے فصاحت جنگ — خوب موزون یہ قدردانی ہوئی
ہے نہایت فصیح ان کا کلام — جسکی ہرسمت مدح خوانی ہوئی
مے مینائے مصحفی و امیر — آپنے پی ہے خوب چھانی ہوئی
ایسی دلکش ہین آپکی غزلین — ہرجگہ جنکی نغمہ خوانی ہوئی
ایسی کھینچی ہے حسن کی تصویر — فخر بہزاد در شاب مانی ہوئی
بزم اردو مین چھاگئی رونق — جب کبھی ان کی درفشانی ہوئی
نام استاد کردیا روشن — عشرۂ شعر جاودانی ہوئی

شب مُدوّن ہوا ہے تاجِ سخن — جب شب و روز جانفشانی ہوئی
چھپ کے دیوان جب ہوا شایع — ہر طرف اُسکی مدح خوانی ہوئی
جلد کوئی نہ اُسکی باقی رہی — مُلک مین ایسی قدر دانی ہوئی
قدر دانون نے جب کیا اصرار — خاطرًا اُس کی طبعِ ثانی ہوئی
ثانیًا طبع کیا ہوا دیوان — شعرِ اُردو کی زندگانی ہوئی
ہے مظفر جو فکرِ سال ۔ لکھو — اچھی دلخواہ طبعِ ثانی ہوئی
۱۳۳۸ ف

ولہٗ

چھپا ایسا دیوان دلکش نفیس — کہ گلہائے رنگین کا پھولا چمن
مظفر جو ہے فکرِ تاریخ ۔ لکھ — دوبارہ چھپا آج تاجِ سخن
۱۳۴۷ ھ

جنابِ مولوی محمد یوسف صاحب نفیس بنگلوری تلمیذِ مصنّف

حضرتِ اُستاد کا دیوان ہے وہ تاجِ سخن — جو زمانے مین ہوا مقبول چھپ جانے کے بعد
طبعِ ثالث کی کہی تاریخ مین نے اے نفیس — دوسرا دیوان یہ دیکھا صنمخانے[1] کے بعد
۱۳۴۷ ھ

---

[1] صنمخانۂ عشق حضرت امیر مینائی لکھنوی کا دیوان ہے اُسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ۱۲



تمام شد بماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۰ھ

صحت نامۂ تاجِ سخن

نمبر شمار	صفحہ	سطر	نمبر مصرع	غلط	صحیح	کیفیت
۱	۴	۵	۱	جوڑنا پڑے	جوڑنے پڑے	
۲	۱۱	۱۸	۱	پھول سے ہونٹھ	پھول سے ہونٹ	ہونٹھ کو ہر جگہ ہونٹ سمجھنا چاہیے
۳	۱۸	۴	۲	تجھے مرے آنسوون کا	مجھے مرے آنسوؤن کا	
۴	۱۸	۴	۲	مجھے لپینا	تجھے لپینا	
۵	۲۵	۱۰	۲	سیشہ	شیشہ	
۶	۳۰	۱۱	۲	پیالا پلا گیا	پیالہ پلا گیا	
۷	۳۲	۷	۱	آنے گھر ہی	آنے ہی کو	
۸	۳۵	۱۱	۲	نگاہ سے	نگاہ نے	
۹	۵۲	۱۲	۲	انکھین جو	انکھین تو	
۱۰	۶۷	۵	۲	سوکھے کھاٹ	سوکھے گھاٹ	
۱۱	۶۴	۱۵	۲	قاتل	قاتل	بعض بعض صفحوں پر حرف چھپا نہیں ہے
۱۲	۷۴	۱۹	۱	خون ق	خونِ ناحق	
۱۳	۸۱	۶	۲	دستِ نگر	دست نگر	
۱۴	〃	۱۲	۱	خستہ دراز	خستہ و زار	
۱۵	۸۴	۱۲	۲	سلسلۂ زلف	سلسلۂ زلف	
۱۶	۸۷	۱۱	۲	کھول مین	کھول ہین	
۱۷	۹۴	۱۹	۱	نگہ کے	نگہ کے	
۱۸	۹۶	۳	۱	جنت مین	جنّت کو	
۱۹	۹۶	۱۱	۱	کیا یار	کیا یار	

نمبر شمار	صفحہ	سطر	نمبر مصرع	غلط	صحیح	کیفیت
۲۰	۹۶	۱۷	۲	ان کہ	اُن کو	
۲۱	۱۰۳	۳	۱	دنبا کہ	دنبالہ	
۲۲	۱۰۶	۱۶	۲	تیوری چڑھتی ہے	تیوری چڑھتے ہی	
۲۳	۱۰۸	۹	۱	دیکھیے چہرے پہ	دیکھے چہرے پہ	
۲۴	۱۰۹	۹	۱	پھول چِٹنا	پھول پُھنتا	
۲۵	۱۲۴	۱۰	۲	شمع کہ	شمع کو	
۲۶	۱۳۱	۵	۲	رکھو لون	رکھ لون	
۲۷	۱۳۵	۶	۲	ترے اللہ والے	نرے اللہ والے	
۲۸	۱۴۶	۱۰	۲	بھولنے والون کو	بھولنے والے کو	
۲۹	۱۵۱	۱۱	۱	بہار آنے پر	بہار آنے پہ	
۳۰	۱۵۶	۱۹	۱	نئے انداز سے	نئے انداز کی	
۳۱	۱۶۰	۱۳	۱	خدا کہ	خدا کو	
۳۲	۱۶۲	۱۸	۲	پردہ مین	پردے مین	
۳۳	۱۶۵	۱۴	۱	مانے ہوئے	مانے ہوے	ہوئے کو ہر جگہ بلا ہمزہ سمجھنا
۳۴	۱۶۸	۱۶	۱	کا کہ	کا ہے	
۳۵	۱۷۱	۱۰	۱	ایسی نکھین	ایسی آنکھین	
۳۶	۱۷۳	۳	۲	بادِ صبا	باد صبا	
۳۷	۱۷۴	۱۸	۱	بلا لینگے	بُلا لینگے	
۳۸	۲۳۰	۱۹	۱	چلو تو دو قدم	چلو تو دو قدم	
۳۹	۲۶۷	۸	۲	حو	جو	